مقدمۂ معجزاتِ مسیح

جس میں معجزات کی حقیقت اور امکان و مقاصد پر
بحث کی گئی اور اعلے ثبوت دئے گئے ہیں۔

از

پادری طالب الدین صاحب بی۔ اے

پنجاب ریلجس بک سوسائٹی

انارکلی۔ لاہور

۱۹۰۵ء

P. R. B. S., LAHORE.

۱
-عرض-

اِلتماس

معزز ناظرین۔ یہ کتاب بنام معجزاتِ مسیح آپ کے سامنے حاضر ہے تھوڑی دیر کے لئے اسکی تالیف کا قصہ آپ کو سنانا چاہتا ہوں تاکہ آپ اسے نظر عنایت سے دیکھیں اور جس کے معجزات کا تذکرہ اس میں قلمبند ہے اُسے قبول کریں ✦

جو اعتراضات آجکل سائنس کے ہواخواہوں اور قوانین قدرت کے وفاداروں کی طرف سے فوق العادت اظہارات کے امکان اور وجود پر عموماً کئے جاتے ہیں اُنہیں سُن کر بارہا احقر مولف کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا یا یوں کہیں کہ یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ اردو زبان میں کوئی شکوئی ایسی کتاب ہونی چاہئے جو موجودہ اعتراضوں کو مدِ نظر رکھکر یہ دکھانے کی کوشش کرے کہ مسیح کے معجزے قبول کرنے کے لائق ہیں۔ اب اس سے یہ مطلب نہیں کہ زبان اُردو میں کوئی ایسی کتاب اب تک شائع نہیں ہوئی کیونکہ اس قسم کی کتابیں اشاعت پا چکی ہیں جن میں سے بعض اپنے مصنفوں کی لیاقت اور وسیع علم کو بخوبی ظاہر کرتی ہیں مگر کتاب زیر ریویو نے یہ خدمت اپنے ذمہ لی ہے کہ نہ صرف اُن اہم سوالات پر بحث کرے جو معجزات کے امکان سے متعلق ہیں۔ یا اُن اعتراضوں کا جواب دے جو معجزات اور قوانین قدرت کے باہمی تعلق سے پیدا ہوتے ہیں یا وہ دلائل پیش کرے جو معجزات مسیح کے ثبوت میں پیش کی جاتی ہیں۔ بلکہ ماسوائے اِن باتوں کے یہ خدمت بھی بہم پہنچائے کہ مسیح کے ان معجزات کی جو انجیلوں میں قلمبند ہیں مشترح تفسیر ناظرین کے مطالعہ اور ملاحظہ کے لئے پیش کرے ✦

مؤلف کی رائے میں شائقین کو صرف فلسفانہ حصہ کے ملاحظہ پر اکتفا نہیں کرنا چاہئے بلکہ مسیح کے معجزات کا مطالعہ بھی کرنا چاہئے۔ کیونکہ اُن کے مطالعہ سے معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ مسیح کے معجزات محبت اور ہمدردی۔ حکمت اور قدرت۔ اعتدال اور اختفا سے پُر ہیں اُن کی صحت نو ظاہر کر دیتی ہے کہ اُن میں اور اُن اچنبھوں میں جو دنیا میں مشہور اور مروج ہیں کیا فرق ہے۔ علاوہ بریں پڑھنے والا یہ فائدہ بھی اٹھاتا ہے کہ خود بخود مسیح کے نمونہ سے مؤثر ہو کر

محبت اور ہمدردی کی طرف مائل ہوتا جاتا ہے۔ ماسوائے اس کے وہ یہ بھی دیکھ لیتا ہے کہ مختلف معجزات کے متعلق مسیح نے اپنی ذات۔ اپنی شخصیت اور اپنے مشن کی نسبت کیا کیا دعوے کئے ہیں۔ پس پڑھنے والوں کا فرض ہے کہ وہ صرف اسی حصہ کو سب کچھ نہ سمجھیں جس میں عقلی بحث کو دخل ہے۔ بلکہ اُس حصہ کو بھی پڑھیں جس میں اُس کے ایک ایک معجزے کی تشریح پیش کی گئی ہے ۔

جیسا سطور مرقومہ بالا سے ظاہر ہوتا ہے۔ یہ کتاب دو حصوں میں منقسم ہے پہلے حصے میں جسے مقدمہ کہا ہے۔ چھ باب شامل ہیں۔ جن میں ذیل کے مضامین پر بحث کی گئی ہے ۔

۱۔ معجزات کی غرض اور امکان ۔
۲۔ معجزات اور قوانین قدرت ۔
۳۔ معجزات اور گواہی ۔
۴۔ مسیح کے معجزات اور اُن پر انجیلی گواہی ۔
۵۔ سچے اور جھوٹے معجزات وغیرہ ۔
۶۔ مسیح کا مُردوں میں سے جی اٹھنا ۔

اس مقدمہ کے تیار کرنے میں ذیل کی کتابوں سے مدد لی گئی ہے۔ اور ہیچمدان مؤلف بڑی شکر گذاری سے اقرار کرتا ہے کہ اُس نے صرف اتنا ہی کام کیا ہے۔ کہ ان کتابوں میں سے جن کے مصنفوں کے نام نامی نہایت عزت اور تعظیم کے لائق ہیں اُن مقامات کو جو مضامین زیر بحث کے ساتھ علاقہ رکھتے ہوئے معلوم ہوئے لیکر اور اُن میں اپنی تجویز کے مطابق کمی بیشی کرکے ایک جگہ جمع کر دیا ہے وہ کتابیں یہ ہیں :-

نوٹس آن دی مریکلز۔ ٹرینچ
دی ٹروتھ آف دی کرسچن ریلجن۔ راجیندر بوس
ماڈرن ڈاؤٹ اینڈ کرسچن بیلیف۔ کرسلب
ایوی ڈینس آف کرسچینٹی۔ ملوین
اپالوجیٹکس۔ اے۔ بی۔ بروس
میریکیوس ایلیمنٹ آف دی گاسپلز۔ اے بی بروس
دی کرسچن ملی اگنیسٹ
ماڈرن ان بیلیف رڈ درڈ

ایث لیکچر زآن مرے کلز۔ ماڑلے

لڈنس الیسٹر سر منسز ولیم فورسٹ

کرائسٹ دی سنٹرل ایوی ڈنس آف۔

کریبیٹس کیرنس۔ ڈی۔ ڈی

دوسرا حصہ اس کتاب کا معجزات کی تفسیر سے مشتمل ہے۔ اس میں یہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔ کہ پہلے ہر معجزے کی تشریح اور تفسیر کی گئی ہے اور پھر ہر معجزے سے وہ نصیحتیں یا سبق نکالے گئے ہیں۔ جو ایماندار کے لئے تعلیم اور عمل کے واسطے اُس سے دستیاب ہو سکتے ہیں۔ اس میں ذیل کی کتابوں سے مدد لی گئی ہے۔

۱۔ کیمبرج بائبل۔ تفسیر اناجیل۔

۲۔ لینگی تفسیر اناجیل۔

۳۔ تفسیر یوحنا جے۔ سی۔ رائل۔

۴۔ نوٹس آن مرے کلز۔ ٹرنچ۔

۵۔ این امریکن کامنٹری آن دی نیو ٹسٹیمنٹ۔

۶۔ ببلیکل میوزیم۔

۷۔ تفسیر یوحنا از گوڈے۔ بعض بعض جگہ اس تفسیر سے مدد لی گئی ہے۔ اسی طرح دو ایک جگہ تفسیر یوحنا از ویسٹکٹ سے بھی مدد لی گئی ہے۔

۸۔ سائکلوپیڈیا آف سرمنسز۔ برنز۔

جو کچھ کتب مذکورہ بالا کی نسبت عرض کیا گیا وہی ان بیش قیمت کتابوں کی نسبت کہا جا سکتا ہے۔ ایک اور بات عرض کرنے کے بعد اس کتاب کی تالیف کا قصہ ختم ہو جائیگا۔ اور وہ یہ ہے کہ معجزات کی تفسیر کرنے میں وہی ترتیب اختیار کی گئی ہے جو ٹرنچ صاحب نے کتاب نوٹس آن دی مرے کلز میں اختیار کی ہے۔ اور وہ معجزوں کی کامل فہرست کے ساتھ تفسیر کے شروع میں دی گئی ہے۔ میں نے نئے ترجمہ کو استعمال کیا ہے۔ مگر جا بجا پرانے ترجمہ کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا ہے۔

اے خدا اس کتاب کے وسیلے اپنے نام کو جلال دے۔ اور ایسا کر کہ تیرا بیٹا خداوند یسوع مسیح بہتوں پر اس کے ذریعہ سے حقیقی نجات دہندہ ظاہر ہو۔

طالب الدین۔ پاسٹر۔ ہندوستانی پریسبیٹیرین چرچ لاہور۔

خداوند مسیح کے معجزاتِ مقدسہ کی فہرست

مضامین

مُقدّمہ

(جس میں معجزات کی حقیقت اور امکان و مقاصد پر بحث کی گئی اور اعلیٰ ثبوت دئے گئے ہیں)

پہلا باب

مُعجزہ اور اُس کا امکان اور غرض

اکثر لوگ معجزہ کو ناممکن سمجھتے ہیں

ایک ایسا زمانہ تھا۔ کہ لوگوں کو معجزات گھڑنے پڑتے تھے۔ لیکن آجکل اکثر لوگ معجزہ کے نام سے ڈرتے ہیں۔ چنانچہ ہر طرف سے یہ صدا آتی ہے۔ کہ معجزہ ناممکن ہے کیونکہ وہ قوانین قدرت کے خلاف ہے۔ اہلِ ہنود خصوصاً برہمو سماج اور آریا سماج اُن سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ اور مسلمانوں میں بھی ایسے فلاسفر پیدا ہوگئے ہیں جو موجودہ سائنس اور فلسفہ کی ہیبت اختیار کر کے معجزات سے پیچھا چھڑانا چاہتے ہیں +

معجزہ مسیحی مذہب کے ساتھ ایسا تعلق رکھتا ہے کہ ایک کو دوسرے سے جدا نہیں کر سکتے

لیکن مسیحی مذہب ان سے پیچھا نہیں چھڑا سکتا۔ کیونکہ اُس کے رگ و ریشے میں اعجاز کا عنصر دوران خون کی مانند حرکت کر رہا ہے۔ اور جس طرح بدن خون کے نکل جانے سے مردہ ہو جاتا ہے۔ اُسی طرح مسیحی مذہب بھی اعجازی عنصر کے بغیر مردہ سا رہ جاتا ہے۔ اگر کوئی اور مذہب قائم رہے تو رہے لیکن مسیحی مذہب معجزات کے انکار سے قائم نہیں رہ سکتا۔ مسیحی مذہب قیاسی دعووں یا محض تعلیمی مسئلوں کا نام نہیں۔ مسیحی مذہب وہ سلک واقعات ہے جس کا ہر واقعہ کم و بیش قوت اعجاز پر مبنی ہے۔ مسیح جو اس کا مرکز ہے خود ہزار معجزوں کا معجزہ ہے۔ چنانچہ اُس کی تمام زندگی اوّل سے آخر تک عجیب باتوں کا سلسلہ ہے۔

مثلاً اُس کا غیر معمولی طور پر بطن مریم میں آنا ایک معجزہ ہے اُس کی معصوم زندگی ایک معجزہ ہے۔ اُس کی بے نظیر قدرت جس سے اُس نے اندھوں کو بینا کیا۔ بہروں کو قوت سمع عطا فرمائی۔ مُردوں کو زندہ کیا ایک معجزہ ہے۔ وہ حکمت جو اُس کے کلام سے مترشح ہے۔ وہ صبر اور استقلال جو آزمائشوں اور تکلیفوں کے درمیان اُس کی صابر اور مطمئن زندگی سے ظاہر ہوا۔ وہ دعا جو اُس نے مخالفوں کے لئے صلیب پر مانگی یہ سب باتیں معجزہ ہیں۔ اور اُس کا مردوں میں سے جی اُٹھنا اور آسمان پر چڑھ جانا معراج اعجاز کا اعلےٰ زینہ ہے ٭

مسیحی مذہب کی تاثیرات بجائے خود ایک معجزہ ہیں

قطع نظر ان حقیقتوں کے مسیحی مذہب اُن فوق العادت تاثیرات کے اعتبار سے جن سے وہ مختلف قوموں اور مختلف شخصوں کو مغلوب کرتا اور دنیا کی حکومتوں پر فتح پاتا ہے ایک دائمی معجزہ ہے پس اُس کی ہستی ایک طرح معجزہ کے اقرار پر منحصر ہے۔ اور مخالفوں نے اس نکتہ کو خوب پہچانا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ دین عیسوی اور فوق العادت میں ایسا گہرا تعلق پایا جاتا ہے اور وہ تو اس طرح شیر و شکر کی طرح آپس میں ملے ہوئے ہیں کہ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ معجزہ ناممکن ہے تو اس بنیاد کے ہل جانے سے مسیحی مذہب بھی عمارت بوسیدہ کی طرح گر کر پاش پاش ہو جائیگا۔

لیکن انکار معجزہ سے ہر طرح کے مذہب کا انکار کرنا پڑتا ہے

لیکن ہمیں مسٹر سیل صاحب اور مسٹر راجچندر بوس کا نام اور خیال اس موقعہ پر یاد آتا ہے اور وہ یہ ہے کہ انکار اعجاز سے نہ صرف مسیحی مذہب کو زک پہنچیگی بلکہ ہمیں ہر مذہب کی جان پر فاتحہ پڑھنا پڑیگا۔ مذہب کیا ہے؟ کیا مذہب اِس امکان کا نام نہیں کہ آسمانی طاقتیں انسانی زندگی میں اُس کی رفاہ اور فلاح کے لئے داخل ہو کر اپنا اثر دکھا سکتی ہیں۔ اگر یہ ممکن نہیں۔ یعنی اگر خدا قوانین قدرت کی چار دیواری کے اندر قید ہے یا اُن سے ایسا خارج ہے کہ قصر فطرت میں داخل ہونے کے لئے اُسے کوئی دروازہ نہیں ملتا اور وہ انسانی معاملات میں کس طرح کی دلچسپی دکھانے کو دست اندازی نہیں کر سکتا تو مذہب عبث بلکہ حماقت کا ڈھکوسلا ہے

مذہب کے دو پہلو

مذہب کے دو پہلو ہیں جن کے وسیلے وہ بنی آدم کو اپنے فیض سے مالا مال کرتا ہے اُنہیں اصطلاح فلسفہ میں اوسیجکٹو ([illegible]) اور سبجکٹو ([illegible]) کہتے ہیں۔ مقدم الذکر سے وہ امداد الٰہی مراد ہے جو ہماری مشکلات اور مصائب کے وقت ہماری دست گیری کرتی ہے چنانچہ اسی فوق العادت مدد کے لئے دعا و مناجات کی جاتی ہے۔ بیوہ آنسو بہاتی۔ یتیم نالہ بلند کرتا۔ غمزدہ آہیں بھرتا ہے اور یہی وہ مدد ہے جو مصیبت زدوں کو تسلی سے مالا مال فرماتی ہے اور اُس کے دوسرے پہلو سے دل کی وہ فوق العادت تبدیلی مراد ہے۔ یعنی وہ الٰہی تاثیر جس کی وجہ سے نئی پیدائش یا نئی زندگی حاصل

ہوتی ہے جس کی طفیل سے پُرانی خواہشوں - پُرانے ارادوں اور پُرانے جذبات میں ایسا انقلاب وارد ہوتا ہے - کہ انسان نیا مخلوق بن جاتا ہے +

ایک پہلو کو ماننا اور دوسرے کا انکار کرنا درست نہیں

اس جگہ یہ خیال پیش کرنا خالی از فائدہ نہ ہوگا کہ اُن لوگوں کے اصول اور اعتقادات کیسے متناقض ہیں جو اسبات کے تو قائل ہیں کہ خدا انسان کی رُوح کے اندر بذات خود کام کرتا ہے - اُسے تبدیل کرتا اور اُسے نیا بناتا ہے مگر خارجی فطرت میں اُس کے در آنے اور کلام کرنیکے منکر ہیں لیکن ظاہر ہے کہ اگر وہ دعاؤں کے جواب میں دائرۂ فطرت میں حاضر نہیں ہوسکتا - تو اسی طرح روحانی دائرہ میں بھی داخل نہیں ہوسکتا - پس دعا کیلئے کوئی جگہ نہیں رہتی - نہ جسمانی ضروریات کیلئے اور نہ روحانی حاجات

اعجاز کے انکار سے کسی طرح کی دعا کے لئے جگہ نہیں رہتی

کے متعلق درگاہ باری تعالےٰ میں جبہ سائی کر سکتے ہیں - بلکہ یہاں تک کہہ سکتے ہیں کہ مکالمۂ الٰہی کے معانی میں بھی دعا کے لئے جگہ نہیں رہتی - کیونکہ اگر ایمان خدا کو قوانین نیچر سے جُدا اور مسعودات فطرت سے الگ اور تمام اشیاء دیدنی و نادیدنی پر فائق اور برکت دینے پر قادر اور تمام صفات شخصیت کے ساتھ دعا کی کوٹھری میں موجود نہ دیکھے تو ایک فرضی شخص کی طرف مخاطب ہوکر کبھی عجز و انکسار کے ساتھ سر نیاز اُس کے آستانہ پر جھکاتا اور کبھی اُسے محبوب حقیقی جان کر اُس پر تصدق ہو جاتا - کبھی تکلف کے ساتھ اور کبھی فرزندانہ بے تکلفی سے اُس کے ساتھ ہمکلام ہونا گویا ہوا کے ساتھ باتیں کرنا ہے - دعا الٰہی حضوری اور الٰہی قدرت پر دلالت کرتی ہے - اور نیز اسبات پر شہادت دیتی ہے کہ وہ جو حاضر اور قادر ہے ہماری مدد کے لئے رضامند بھی ہے - اور یہی اصول معجزہ کی جڑ ہے +

انکار معجزہ خدا کی شخصیت کا انکار ہے

ہماری رائے میں معجزہ کا انکار خدا کی شخصیت کا انکار ہے - پر اگر ہم خدا کی شخصیت سے منکر ہوجائیں تو ہماری شخصیت کہاں رہیگی ؟ اور جب ہماری اور خدا کی شخصیت جاتی رہی تو ہماری اخلاقی ذمہ داری کہاں رہی ؟ یہ انکار ایسا انکار ہے - جو ہمیں دوسری دنیا سے علیحدہ کرکے اسی دنیاوی زندگی کا قیدی بنادیگا - اور پھر یہ الفاظ جو کسی

اس کے نتائج

خدا رسیدہ شخص نے تحریر کئے ہیں ہم پر صادق آئینگے " اگر تیرا یہ اعتقاد ہے کہ تو اپنی تاریخ میں خدا کے رہنما ہاتھ کا سراغ لگا سکتا ہے تو یہ تیرا وہم ہے . . . . . . کیا تو اپنے لخت جگر کی شفا کے لئے جو قریب المرگ پڑا ہے دعا مانگ رہا ہے ؟ یہ بے فائدہ تکلیف ہے کیونکہ لازم ہے کہ تیرا کانپتا ہوا دل نیچر کے بہرے اور اندھے عمل سے سوائے اپنے لازمی مقدر کے اور کسی بات کی تمنا نہ رکھے - اے غمزدہ خاتون کیا تو اپنے باپ یا اپنے شوہر کے کفن کے پاس روتی ہوئی

یہ کہ رہی ہے کہ رشتہ محبت ہمیشہ کے لئے ٹوٹ نہیں سکتا؟ یہ بھی ایک خام خیال ہے کیونکہ قیامت کوئی شے نہیں ہے۔ کیا تم اسلئے آہیں بھرتے ہو کہ اگر خدا مدد کرے تو بدی پر غالب آؤ؟ یہ بھی ایک موہوم امید ہے۔ کیونکہ اگر تم نئی زندگی پاؤ تو یہ گویا تمہاری ذاتی گناہ آلود طبیعت کی ترقی کو ایک غیر جبلی رخنہ اندازی سے روکنا ہوگا۔ کیا تو یہ کہتا ہے کہ تو نے اِس معجزہ کا تجربہ کیا ہے؟ دیکھو منکر جواب دیتے ہیں کہ یہ تیری فریب خوردگی ہے ...... پس آؤ ہم کھائیں پئیں اور خوشی کریں کیونکہ کل ہمیں مرنا ہے" انکار معجزات کا یہی منطقی اور لازمی نتیجہ ہے +

معجزات کا مقصد خلاف عقل نہیں
اب ہم تھوڑی دیر کے لئے اسبات پر غور کرینگے کہ آیا معجزات کے مقصد اور معانی میں درحقیقت کوئی ایسی بات پائی جاتی ہے جسے ہم خلاف عقل کہہ سکیں یا اُن کی مخالفت کرنا بے فائدہ ہے کیونکہ وہ مسیحی مذہب کے مطابق عقلی اصُول کے موافق ہیں۔ اس جگہ ہم اُن اعتراضات میں نہیں گھسنا چاہتے جو لوگوں نے معجزوں پر کئے ہیں۔ اُن کا بیان اور تردید آگے چلکر قید کتابت میں لائینگے۔ یہاں مختصر طور پر ناظرین کو فقط یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ مسیحی مذہب کے نزدیک معجزہ کیا مطلب رکھتا ہے اور کہ اُس مطلب کے متعلق کوئی بات عقل سلیم کے برخلاف نہیں پائی جاتی +

معجزہ کی تعریف
مسیحی مذہب کے نزدیک معجزہ اُن فوق العادت اظہارات کا نام ہے جو اس غرض سے منصۂ شہود پر جلوہ نما ہوتے ہیں کہ خدا کے فرستادہ کی رسالت ثابت کی جائے۔ معجزہ کے لغوی معنی عاجز کرنے کے ہیں اور جب کوئی کام فطرت کے معمول سے مختلف انسان کے مشاہدے سے گذرتا ہے تو وہ عاجز ہوکر اُس غیر مرئی قدرت کا قائل ہوجاتا ہے جس کا تجربہ اُس نے تاہنوز نیچر (فطرت) کے معمولی سلسلہ میں نہیں کیا تھا۔ پس معجزہ خدا کے نبی یا رسُول کی رسالت کا نشان یا ثبوت ہوتا ہے۔ اور یہ اصُول مسلمہ ہے کہ بڑے بڑے پیغاموں کے ثابت کرنے کے لئے

ایک نظیر
بڑی بڑی شہادتوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ چنانچہ جب کوئی شخص عہدہ سفارت پر مامور ہوکر کسی بادشاہ کے دربار میں جاتا ہے تو پہلے اُسے اسبات کو ثابت کرنا پڑتا ہے کہ وہ اپنے بادشاہ کا مقرر کردہ ہے۔ اور جب یہ بات ثابت ہوجاتی ہے تو ایک ایک لفظ جو اُس کی زبان سے نکلتا ہے بمنزلہ بادشاہ کے کلام کے سمجھا جاتا ہے +

مسیحی مذہب کا دعوٰے یہ ہے۔ کہ یہ الہامی ہوا
اب مسیحی مذہب کا یہ دعوٰے ہے کہ مسیح اس دنیا میں خدا کا ایلچی بن کر آیا اور اپنے ساتھ کوئی الٰہی پیغام لایا اور اپنی رسالت کے ثبوت میں اُس نے معجزے

کر دکھائے جو انجیلوں میں قلمبند ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ یہ بات انسان کی ذات میں مخلوط ہے۔ کہ جب کوئی شخص اُس کے پاس آکر منجانب اللہ ہونے کا دعوےٰ کرتا ہے تو وہ بے ساختہ یہ درخواست

یہ انسان کا جبلی خاصہ ہے کہ وہ الہامی پیغام کے ثبوت میں معجزہ طلب کرتا ہے

کرتا ہے کہ تو اِس دعوے کی تصدیق میں خدا کی طرف سے کونسا نشان اپنے ساتھ لایا ہے۔ یہی سبب تھا۔ کہ یہودیوں نے مسیح سے کہا "تو کونسا نشان دکھاتا ہے۔ تاکہ ہم دیکھ کر تیرا یقین کریں تو کونسا کام کرتا ہے"۔ یوحنا ۶ : ۳۰ - اور اُس نے اُن کے اِس سوال کو غیر واجب جان کر نظرانداز نہیں کیا۔ بلکہ وہ اپنے جواب سے ثابت کرتا ہے کہ اُن کا سُوال جائز ہے۔ چنانچہ وہ فرماتا ہے "جو کام میں اپنے باپ کے نام سے کرتا ہوں وہی میرے گواہ ہیں"۔ یوحنا ۱۰ : ۲۵ پھر ایک اور جگہ اپنے معجزات کو اپنے مشن کے ثبوت میں اِس طرح پیش کرتا ہے "اندھے دیکھتے اور لنگڑے چلتے ہیں کوڑھی پاک صاف کئے جاتے اور بہرے سُنتے ہیں اور مُردے زندہ کئے جاتے ہیں" متی ۱۱ : ۵ یہودیوں کا سردار نقودیمس بھی اس اصُول کا قائل تھا۔ چنانچہ اُس کے کلام سے ٹپکتا ہے کہ وہ مانتا تھا کہ غیر معمولی قدرت کے اظہار نبی کی رسالت کا پختہ ثبوت ہیں۔ اسی لئے اُس نے کہا۔ "اے ربی ہم جانتے ہیں کہ تو خدا کی طرف سے اُستاد ہو کر آیا ہے کیونکہ جو معجزے (یونانی نشان) تو دکھاتا ہے کوئی شخص نہیں دکھا سکتا جب تک خدا اُس کے ساتھ نہ ہو"۔ یوحنا ۳ : ۲ پھر رسُولوں کی رسالت کی نسبت بھی جو کہ مسیح کے فرستادہ تھے یہی ثبوت پیش کیا گیا ہے لکھا ہے "ساتھ ہی خدا بھی اپنی مرضی کے موافق نشانوں اور عجیب کاموں اور طرح طرح کے معجزوں اور

منکر بھی اسبات کے قائل ہیں کہ معجزہ من جانب اللہ ہونیکا عمدہ ثبوت ہے

رُوح القدس کی نعمتوں کے ذریعے سے اُس کی گواہی دیتا رہا"۔ عبرانی ۲ : ۴ - اور ملحد بھی اس بارے میں معجزے کے زور کو خوب محسُوس کرتے ہیں۔ مثلاً ملوین صاحب اپسکوپل چرچ کے بشپ اپنی کتاب ایوی ڈنس آف کرسچینٹی میں یوں ایک کی رائے قلمبند کرتے ہیں "مجھے یقین ہے کہ سب لوگ اسبات کو قبول کرینگے۔ کہ جو شخص فی الحقیقت مرگیا ہو اُسے پھر زندہ کرنا بہت بڑا معجزہ ہے۔ اگر اسی قسم کے دو تین معجزے جن کی سچائی پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی ہو اور جن کو معتبر اشخاص نے بیان کیا ہو پیش کئے جائیں تو وہ اسبات کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہونگے کہ جو اُن کا دکھانے والا ہے وہ واقعی خدا کی طرف سے ہے اور اُس کی قدرت سے معمور ہے" +

پس اگر الہام ناممکن ہے تو معجزہ بھی ناممکن ہے پر اگر الہام ناممکن نہیں تو معجزہ بھی ناممکن نہیں

پس اگر یہ ممکن ہے کہ خدا

اپنی مرضی کے اظہار سے انسان کو بہرہ ور فرمائے تو یہ ضروری امر ہے کہ وہ اُسے جو اُس کا پیغام پہنچانے
والا ہے ایسے اسباب و وسائل بھی عطا فرمائے جن کے ذریعہ وہ بندگان خدا کو قائل کر سکے۔ کہ میں
خدا کا قاصد ہوں۔ یہاں اسبات کو ثابت کرنا کہ الہام ناممکن نہیں مضمون زیر بحث کے حدود
سے تجاوز کرنا ہوگا لہٰذا ہم اس بحث کو یہاں نہیں چھیڑینگے۔ اتنا کہنا کافی ہے کہ کون کہہ سکتا ہے
کہ خدا کے لئے جو رحم و فضل کا منبع ہے گم گشتہ انسان کو راہ راست پر لانا اور اُسے نور ہدایت
سے منور فرمانا ناممکن ہے ایسا وہی کہہ سکتا ہے جو کشف الٰہی اور الہام ربانی کی ضرورت محسوس
نہیں کرتا اور وہی معجزہ کا بھی انکار کر سکتا ہے پر وہ جو ہدایت ایزدی کے قائل اور جو پابند
ہیں وہ اپنے اعتقاد کے مطابق معجزے پر حملہ نہیں کر سکتے جب تک اُس اعتقاد سے دست
بردار نہ ہوں۔ الہام یا مکاشفہ کے تصور ہی میں رنگ اعجاز جلوہ گری کر رہا ہے۔ کیونکہ
کسی طرح کا مکاشفہ الٰہی قدرت کی مداخلت کے بغیر ظہور پذیر نہیں ہو سکتا۔ اور خدا کی قدرت
کے ظہور کا نام معجزہ ہے۔ پس اگر خدا کے لئے یہ ناممکن ہے کہ وہ اپنی مرضی کا کشف
انسان کو مرحمت فرمائے تو پھر یہ بھی ناممکن ہے کہ وہ معجزہ دکھائے۔ پر اگر وہ ناممکن نہیں
تو یہ بھی ناممکن نہیں ہے +

الہامی صداقتیں عقل کی رسائی سے بعید ہیں۔ لہٰذا اُن کے ثبوت کے لئے معجزہ ضروری ہے

ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ کشف اور الہام کو معجزہ سے علیحدہ
نہیں کر سکتے۔ جہاں الہام ہے وہاں معجزہ بھی ضرور
ہوتا ہے الہام سے کیا مراد ہے؟ الہام سے اُن صداقتوں کا اظہار مراد ہے جنہیں ہم اپنی
عقل کے وسیلے دریافت نہیں کر سکتے۔ پر خدا اپنی رحمت اور فضل سے اُن کو ہم پر ظاہر
فرماتا ہے پر سوال یہ ہے کہ ہم کس طرح جانیں کہ جو بات ہمارے سامنے الٰہی صداقت کے
طور پر پیش کی جاتی ہے وہ راست اور برحق ہے؟ کیونکہ کئی تعلیمات اور کئی مسائل
ایسے ہوتے ہیں اور ہیں جن کے منجانب اللہ ہونے کا دعوے کیا جاتا ہے۔ مگر وہ عقلی
تحقیق کے دائرہ سے باہر ہیں۔ لہٰذا ایسے نشان کے محتاج ہیں جو اُن کی تصدیق کرے
اور وہ نشان معجزہ ہے۔ اس موقعہ پر معجزہ کے متعلق دو تین باتوں پر غور کرنا انسب معلوم ہوتا
ہے +

کوئی معمولی واقعہ معجزہ کا کام نہیں دے سکتا

(۱) معجزہ کے منشاء سے صاف ظاہر ہے کہ وہ فطرت کے اظہارات کی طرح
بار بار واقع نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اگر ہو تو اُس مقصد کو پورا نہیں کریگا

جس کے پورا کرنے کے لئے وہ دکھایا گیا۔ بلکہ عام واقعات کی طرح وہ بھی ایک عام واقعہ ہو جائیگا۔ لیکن اگر کسی شخص کے اشارے سے معینہ وقت اور مقرری صورت میں ظاہر ہو تو اپنے مقصد کو پُورا کریگا۔ فطرت کے کسی عام واقعہ یا حادثہ کو پیغام الٰہی کے ثبوت میں پیش نہیں کر سکتے۔ کیونکہ وہ سلسلہ موجودات میں اپنے اسباب ماقبل اور نتائج مابعد کے ساتھ گندھا ہُوا ہوتا ہے اور جس مقصد کو وہ اس سلسلہ میں انجام دیتا ہے وہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ پس دیکھنے والے کی نظر میں وہ الہامی پیغام کے ساتھ کوئی ربط نہیں رکھتا۔ اس میں شک نہیں کہ ہم ان تمام واقعات میں خدا کی قدرت کو معائنہ کرتے ہیں۔ تاہم فطرت کی کوئی عجیب یا حیرت افزا بات اُس شخص کے الہامی پیغام کے ثبوت میں پیش نہیں کی جاسکتی جو نبی یا رسُول ہونے کا دعوے کرتا ہے ✦

الہامی صداقتیں اگر لوگوں کے دلوں میں خود بخود پیدا ہوں تو ہمیشہ ثبوت کی محتاج رہینگی

(۲) پھر یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ کیا خدا معجزے کے بغیر انسان کے دل میں الہامی خیالات پیدا نہیں کر سکتا؟ ہاں وہ قادر خدا ہے اور اُس کے لئے ایسے خیالات پیدا کرنا ناممکن نہیں۔ پر سوال یہ ہے کہ اگر اور خیالات کی طرح وہ نئی اور اہم صداقتوں کے تصورات انسان کے دل میں پیدا کرے تو اس کا کیا ثبوت ہوگا کہ وہ سچے ہیں اور قبول کرنے کے قابل؟ مثلاً اگر کوئی شخص یہ دعوے کرے کہ کفارہ ضروری ہے اور وہ ہو چکا ہے۔ کیونکہ یہ خیال میرے دل میں پیدا ہُوا ہے تو ہم ضرور پوچھینگے کہ اس کا ثبوت کیا ہے اسی طرح اگر کوئی شخص مسیح کے سے دعوے یا وعدے پیش کرے اور کہے کہ انہیں باور کرو کیونکہ ان کا خیال میرے دل میں پیدا ہُوا ہے تو ہم اُس کی باتوں کی تصدیق میں نشان طلب کرینگے۔ اور اگر اپنے دعاوی کے اثبات میں وہ کوئی نشان پیش نہ کریگا تو ہم اُسے پاگل یا سڑی کہینگے۔ اور جو نشان پیش کریگا وہی معجزہ ہوگا ✦

رسالت کے ثبوت میں تین باتیں پیش کیجا سکتی ہیں

اب اگر ہم تھوڑی دیر کے لئے غور کریں تو قائل ہو جائینگے۔ کہ رسالت کے ثبوت میں معجزات سے بڑھ کر اور کوئی ثبوت فیصلہ کن نہیں ہے۔ کیونکہ وہ جو رسالت کا مدعی ہے وہ اپنے دعوے کی تصدیق میں تین باتیں پیش کر سکتا ہے:

(الف) اپنا چال وچلن ✦

(ب) اپنے پیغام کی ذاتی خوبی اور مناسبت ✦

(س) ایسے کام جو انسان کی معمولی طاقت سے بعید ہوں۔ مسیحی علماء کا یہ دعوے غلط نہیں کہ پہلی دو باتوں سے خاطر خواہ ثبوت بہم نہیں پہنچتا۔ اب ہم دیکھینگے کہ یہ دعوے صحیح ہے یا نہیں ✦

چال وچلن بھی کو ثابت نہیں کرسکتا

(الف) چال وچلن۔ اسبارے میں ہم معصومیت سے بڑھ کر اور کوئی بڑی صفت کسی شخص کو منسوب نہیں کرسکتے۔ لیکن بیگناہی بھی شہادت کا پُورا پورا کام نہیں دے سکتی۔ کیونکہ ظاہری سیرت یعنی بیرونی افعال اندرونی نیت کی صفائی اور کاملیت کا ثبوت نہیں ہوسکتے اور انسان دوسرے انسان کے دل کا حال نہیں جانتا۔ اس علم کے لئے ایک عرصہ کی ضرورت ہے اور پھر بھی ہم کامل طور پر یہ علم حاصل نہیں کرسکتے کہ آیا فلاں شخص ظاہر و باطن میں یکساں ہے یا نہیں +

پیغام کی ذاتی خوبی بھی اس کو ثابت نہیں کرسکتی

(ب) پھر پیغام کی ذاتی خوبی اور مناسبت بھی پختہ ثبوت نہیں سمجھی جاسکتی گو اُس کی خوبی عقل کو مرغوب ہو اور اُس کی مناسبت قرین قیاس معلوم ہو۔ مثال کے طور پر خدا کے مجسم ہونے کا مسئلہ لیجئے۔ یہ مسئلہ کیسا عظیم الشان مسئلہ ہے۔ اس سے خدا کی شان میں سرمو فرق نہیں آتا۔ اور انسانیت کی شان بڑھ جاتی ہے۔ ہماری ذات عجیب قسم کی سرفرازی حاصل کرتی ہے اور خدا تعالےٰ سے ایک گہرا رشتہ پیدا کرتی ہے۔ اور ہمارے دل اسبات پر غور کرنے سے خدا کی محبت سے بھر جاتے ہیں۔ غرضیکہ یہ مسئلہ ہرگز عقل کے برخلاف نہیں بلکہ ہماری اعلےٰ خواہشوں اور ضرورتوں کے مطابق معلوم ہوتا ہے۔ تاہم اس سے یہ ثابت نہیں ہو جاتا کہ خدا نے ازل ہی سے یہ ٹھان رکھا تھا کہ میں اس ارادے کو پُورا کرونگا۔ کیا ہم خدا کے کام کے متعلق انسان کے خیالات سے صحیح نتائج نکال سکتے ہیں؟ اگر ہم ایسا کرسکتے ہیں تو یہ بجائے خود ایک معجزہ ہے کیونکہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ گویا ہم خدا کی مرضی کا کامل علم رکھتے ہیں +

مسیحی مذہب کے پھلوں سے جو دلیل لائی جاتی ہے وہ بھی معجزہ کی جگہ نہیں لے سکتی۔ اس میں شک نہیں کہ مذہب کے پھل اُس کے ثبوت میں اعلےٰ جگہ رکھتے ہیں۔ تاہم وہ جگہ معجزوں کی جگہ نہیں۔ معجزات ڈائرکٹ ثبوت ہیں۔ پھل ڈائرکٹ ثبوت نہیں ہوتے۔ معجزات وہ دیدہ فوق العادت اظہارات ہیں جو نادیدہ فوق العادت صداقتوں کے ثبوت ہیں +

چال وچلن اور پیغام کی ذاتی خوبی اپنی اپنی جگہ پر ضروری ہیں۔

ہم اس بات کا انکار نہیں کرتے کہ نبی کی نیک چلنی اور تعلیم کی باطنی خوبی اپنے اپنے موقعہ پر نہایت ضروری ہیں اور نبی کے کلام و دعوے کی تصدیق میں اس کی معاونت کرتی ہیں۔ تاہم تمام بارِ ثبوت انہیں پر نہیں ڈالا جاسکتا قبل اس کے کہ کوئی شخص صادق اور دیانتدار ثابت ہو ایک مدت چاہئے جس میں اس کی سچائی اور دیانت داری اُس کی زندگی کے ہر پہلو کے ملاحظہ سے ثابت ہو۔ اسی طرح اس کے پیغام کی

سچائی کو پرکھنے کے لئے ایسی دقیقہ سنج اور نکتہ رس لیاقت تحقیق اور قوت امتیاز کی ضرورت ہوگی جو اس شخص کی تعلیمات اور مروجہ اعتقادات کا مقابلہ کرکے اور بغیر دھوکا کھائے یہ فیصلہ کرسکے کہ پہلے اعتقاد

معجزہ تمام مشکلات کو حل کر دیتا ہے

اور عقیدہ سے چھوڑنے کے اور اسکی تعلیم ترجیح کے قابل ہے۔ لیکن معجزہ ان مشکلات کو فوراً حل کر دیتا ہے۔ جو نظیر ہم پہلے رقم کر چکے ہیں وہی اس نکتہ کی توضیح کے لئے کافی ہے فرض کرو کہ کوئی ایلچی یا سفیر کسی شاہی دربار میں جائے اور بادشاہ کی طرف مخاطب ہو کر یہ کہے کہ اے شہریار نامدار میں اپنے شاہ عالیجاہ کی طرف سے ایک ایسا پیغام لایا ہوں جسے قبول کرنا اور جس کے مطابق عمل کرنا طرفین

اس کی مثال

کی بہبودی کے لئے ضروری ہے اور جب اُس سے یہ پوچھا جائے کہ تیرے پاس اس بات کی کیا سند ہے کہ تو فلاں بادشاہ کا فرستادہ ہے تو اس کے جواب میں وہ یہ کہے کہ اس کی سند میرا نیک چلن اور میرے پیغام کی باطنی خوبی ہے۔ تو کہئے کون اُس کے پیغام کو سنیگا؟ کیونکہ اور بہت سے لوگ ہیں جو شائد اُس سے کم دیانتدار نہیں اور بہتیرے ایسے پیغام ہیں جو اپنی ذات میں اچھے ہوتے ہیں پس مناسب ہے کہ وہ کوئی اور نشان پیش کرے۔ مثلاً اپنے بادشاہ کی مہر پیش کرے جسے دیکھتے ہی سب کے مُنہ بند ہو جائیں۔ اسی طرح خدا کے نبی یا رسول کے لئے لازم ہے کہ وہ بھی کوئی ایسا نشان دکھائے جسے دیکھتے ہی سب قائل ہو جائیں کہ وہ خدا کا بھیجا ہوا ہے۔ معجزہ سے بڑھ کر اور کوئی مُہر ایسی نہیں ہے۔

اب ہم ذرا خصوصیت کے ساتھ اس بات پر غور کریں گے کہ معجزہ کے تصوّر میں کون کون سی باتیں شامل ہیں۔

معجزات الٰہی قدرت کی مہریں ہیں

(۱) جیسا ہم ابھی ذکر کر چکے ہیں معجزات خدا کی قدرت کی مہریں ہیں کیونکہ وہ ہمیشہ خدا کی خاص قدرت سے ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ چیدہ اشخاص کو یہ اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ خدا کے نام سے (جیسا موسیٰ نے کیا) یا خداوند مسیح کا نام لیکر (جیسا رسولوں نے کیا اعمال ۳: ۶ و ۴: ۱۰) اس خاص الٰہی قدرت کو کام میں لائیں اور پاک نتائج پیدا کرنے کے لئے معجزات کی شہادت پیش کریں۔ چونکہ باپ میں اور مسیح میں دوئی نہیں پائی جاتی بلکہ وہ ذات اور قدرت کے اعتبار سے ایک ہیں لہٰذا مسیح خود اس قدرت کا سرچشمہ ہے۔ سو وہ اپنے

مسیح اس قدرت کا سرچشمہ ہے

معجزات کے وسیلے نہ صرف باپ کا جلال ظاہر کرتا ہے بلکہ اپنا جلال بھی ظاہر کرتا ہے (یوحنا ۲: ۱۱)۔ یعنی اُس شخصی میل کے سبب سے جو پیدا کرنے والے ازلی کلمہ اور انسانی ذات میں پایا جاتا ہے اور اُس الٰہی بھرپوری کے باعث جو اُس میں مجسم ہو رہی تھی (کلسی ۲: ۹)

اور نیز اُس کی بیگناہی کی وجہ سے جو اُس کی ذات کے ساتھ خاص تھی اس کا خالقانہ اور قادرانہ تعلق اس دنیا کے ساتھ اَور لوگوں کی نسبت بالکل مختلف تھا۔

یہ الٰہی قدرت فوق العادت قدرت ہے

(۲) یہ الٰہی قدرت جس کے وسیلے معجزات سرزد ہوتے ہیں فوق العادت قدرت ہوتی ہے یعنی اُن کو وجود میں لانے والے اسباب نیچر کے معمولی سلسلے میں نہیں ملتے بلکہ وہ معمولی وسائل کی وساطت کے بغیر اور فقط خدا کی فوق العادت قدرت کے ذریعے واقع ہوتے ہیں۔ "اُن میں خدا کا ہاتھ" (حزقیل ۸: ۱۹) صریح نظر آتا ہے۔ یا یوں کہیں کہ معجزات ایک معنی میں خالقانہ قدرت کے نتائج ہوتے ہیں۔

یہ قدرت دنیا کی حفاظت اور انسان کی نجات کا موجب ہے۔

(۳) وہ نہ صرف خدا کی خالقانہ قدرت کے اظہار ہوتے ہیں بلکہ دنیا کی حفاظت پر بھی دلالت کرتے ہیں۔ اس دنیا میں گناہ کی خرابی آگھسی ہے جو اسے برباد کر رہی ہے۔ اور معجزات خدا کی اُس نجات بخش قدرت کے نشان ہیں۔ جو دنیا کو اس خرابی اور بربادی سے رہا کر سکتی ہے۔ اور گنہگاروں کو پاکیزگی عطا کر سکتی ہے۔ اس معانی میں معجزات الٰہی بادشاہت کی ترقی کا باعث ہیں اور دنیا کے کمال اور نجات کی طرف راجع ہیں۔

اگر اُن الفاظ پر غور کیا جائے جو کلام الٰہی میں معجزے کے لئے آئے ہیں تو ہم پر ظاہر ہو جائیگا کہ جو خیالات ہم اوپر ہدیہ ناظرین کر چکے ہیں وہ بالکل صحیح اور درست ہیں۔ اُن کے ملاحظہ سے ہم دیکھیں گے کہ وہ قوت اعجاز جو نبیوں کو اور رسولوں کو مرحمت کی گئی اُس کا یہ مطلب نہ تھا کہ کشف کرامت سے معجزہ دکھانے والے کی تعریف ہو اور نہ یہ کہ وہ اس عجیب طاقت سے اپنے مخالفوں سے انتقام لے بائبل کے معجزے خدا کی قدرت اور رحمت اور نجات بخش محبت کا نشان ہیں۔ ٹرنچ صاحب نے اپنی مشہور کتاب نوٹس آن دی مرےکلس (Notes on the miracles) میں تفصیلوار اس دلچسپ مضمون پر بحث کی ہے مگر ہم خوف طوالت سے مختصر طور پر اُن لفظوں کو پیش کرتے ہیں جو نئے عہدنامہ میں معجزے کیلئے استعمال کئے گئے ہیں۔

مختلف الفاظ جو معجزے کے لئے نئے عہدنامے میں آئے ہیں اور جو اُس کی مختلف ماہیتوں کو ظاہر کرتے ہیں

(الف) بعض مقامات میں لفظ اچنبھا آیا ہے اور ہمارے نئے ترجمہ میں "عجیب کام" استعمال ہوا ہے

ٹیراس اچنبھا

یہ یونانی ٹیراس (Tepas) کا ترجمہ ہے۔ اور اس لفظ سے معجزہ کا وہ پہلو عیاں ہوتا ہے جو دیکھنے والوں کو حیرت کا پتلا بنا دیتا ہے۔ جب لوگ اُس عجیب قدرت کو معائنہ کرتے جو خدا کے رسول کے وسیلے جلوہ گر ہوتی ہے تو وہ حیرت سے بھر جاتے اور خواہ مخواہ معجزے سے

دکھانے والے کے کلام کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ مفصلہ ذیل مقامات کے مطالعہ سے معلوم ہو جائیگا کہ دیکھنے والوں پر یہی اثر پیدا ہوا (مرقس ۲: ۱۲ - مرقس ۴: ۱۴ - مرقس ۶: ۵۱ - اعمال ۳: ۱۰ و ۱۱)

پس معجزے کی حیرت خیز خاصیت کا فقط یہی مقصد تھا کہ وہ اُن کو جو خواب غفلت میں مبتلا تھے اپنی تعجب انگیز تاثیر سے جگائے تاکہ وہ اُس پیغام کو جو نبی سُنانے پر تھا توجہ سے سُنیں یا اگر پہلے سُن چکے تھے تو معجزہ کے معائنہ کے بعد اُس پر زیادہ غور کریں۔ یاد رہے کہ معجزہ کا صرف یہی مقصد نہیں ہوتا کہ وہ حیرت پیدا کرے اور بس۔ لوگ اکثر معجزات کی طرف یہی اکیلا مقصد منسوب کرتے ہیں۔ پر یہ سخت غلطی ہے۔ اور کلام الٰہی نے اِس غلطی سے ہمیں بچانے کے لئے بڑی احتیاط سے کام لیا ہے چنانچہ یہ لفظ جو معجزات کی حیرت افزا خصوصیت پر دلالت کرتا ہے۔ کبھی اکیلا نہیں آتا۔ بلکہ اور الفاظ کے ساتھ یا یوں کہیں کہ معجزے کے دیگر اسماء کے ساتھ استعمال کیا گیا ہے تاکہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ معجزہ صرف تحیر یا تعجب پیدا کرنے کے لئے دکھایا جاتا ہے۔ (دیکھو اعمال ۲: ۲۲ و ۲ قرنتی ۱۲: ۱۲) ؁

ڈوناامس یا قدرتیں

(ب) ایک اور لفظ جو معجزے کے لئے استعمال ہوا ہے ڈوناامس ([illegible]) ہے جس کا لفظی ترجمہ قدرتیں ہے۔ لیکن اُردو انجیل میں کہیں اُس کا ترجمہ کرامات (متی ۷: ۲۲) اور کہیں معجزہ کیا گیا ہے ذیل کے مقامات میں یہ لفظ آیا ہے (متی ۱۱: ۲۰ - مرقس ۱۶: ۱۷ - لوقا ۱۰: ۱۳ - اعمال ۲: ۲۲ اور ۱۹: ۱۱ - ا قرنتی ۱۲: ۱۰ و ۲۸ - گلاتی ۳: ۵) اصل میں یہ نام اُس قدرت کا تھا جو موجد معجزانہ اظہارات کی تھی۔ یا یوں کہیں کہ معجزات نتائج اُس قدرت کے عمل کے تھے۔ مگر جیسا اکثر ہوا کرتا ہے۔ موجد کا نام نتائج پر منتقل ہو گیا اور معجزات خود قدرتیں کہلانے لگے۔ جو خاص بات اس لفظ سے ٹپکتی ہے وہ یہی ہے کہ جس قدرت سے معجزہ سرزد ہوتا ہے وہ خدا کی خاص قدرت ہے جو بے وساطت کام کرتی ہے؁

سیمائی آن یا نشان

(ج) تیسرا لفظ نشان یا "نشانیاں" ہے۔ یونانی میں "سیمائی آن" ([illegible]) آیا ہے۔ اور یہ نام نہایت پُرمطلب ہے۔ بلکہ یوں کہہ سکتے ہیں کہ اس سے معجزہ کا خاص مطلب ہویدا ہوتا ہے اور وہ یہ کہ معجزہ خدا کی حضوری اور قدرت کا نشان ہے۔ اور ثابت کرتا ہے کہ جو شخص معجزہ دکھاتا ہے وہ خدا کی حضوری اور قدرت سے گہرا تعلق رکھتا ہے۔ [illegible]

کلا ہراور سوالات سے معجزے کی یہ خاصیت بخوبی ٹپکتی ہے۔ (دیکھو یوحنا ۲: ۱۸۔ متی ۱۲: ۳۸۔ متی ۱۶: ۱) یہ لفظ ذیل کے مقاموں میں استعمال ہوا ہے گو بعض ترجموں میں نشان کی جگہ معجزہ بھی مستعمل ہے (یوحنا ۳: ۲ و ۷: ۳۱ و ۱۰: ۴۱) ؏

کام (د) پھر یوحنا کی انجیل میں ایک اور لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کا مطلب نہایت عمیق ہے اور وہ لفظ "کام" ہے (دیکھو یوحنا ۵: ۳۶ و ۷: ۲۱ و ۱۰: ۲۵ و ۳۲ و ۳۸ + نیز ۱۴: ۱۱ و ۱۲ نیز ۱۵: ۲۴ نیز متی ۱۱: ۲) یوحنا کے نزدیک الٰہی قدرت کے وہ اظہارات جو خداوند مسیح کے وسیلے سرزد ہوئے وہ مسیح کے لئے گویا معمولی کام تھے۔ کیونکہ اُس میں خدا کی بھرپوری موجود تھی ویسے کاموں کو انجام دینا گویا اُس کے لیئے عین نیچرل تھا۔ جیسی اُس کی حیثیت عظیم اور بلند تھی ویسے ہی اُس کے کام عظیم اور بلند پایہ تھے۔ تعجب اس میں نہیں کہ اُس نے ایسے معجزات دکھائے تعجب اس وقت ہوتا جبکہ وہ یہ معجزات نہ دکھاتا ؏

اِن عظیم مقاصد پر غور کرنے سے معجزہ ناممکن معلوم نہیں ہوتا۔

اب جب ہم اِن عظیم مقاصد پر غور کرتے ہیں جن کا پورا کرنا اور معجزات کے وسیلے پورا کرنا خدا کو منظور تھا تو معجزات کا واقع ہونا ناممکن نظر نہیں آتا۔ اور جو لوگ معجزوں پر اعتراض کرتے ہیں وہ اس بات پر کما حقہٗ غور نہیں کرتے کہ تدبیر نجات میں اُن کا کیا رتبہ ہے اِن خاصیتوں سے جو ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کیا یہی ثابت نہیں ہوتا کہ خدا ہے اور ہر جگہ حاضر ہے۔ اور لامحدود قدرت سے ملبّس ہے۔ اور کہ اُس کے دل میں انسان کی بہبودی کا خیال جوش مارتا ہے اور وہ اُس کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے اور اُسے گمگشتگی کی افسوسناک حالت سے صراط مستقیم پر لانے کے واسطے اپنی مرضی کا کشف اُسے مرحمت فرماتا ہے اور اُس مکاشفہ کو اپنی قدرت کے عجیب نشانوں سے ثابت کرتا ہے ؏

پس جیسا ہم اوپر بیان کر آئے معجزات پر اعتراض کرنا گویا امکان الہام پر اعتراض کرنا ہے پر کیا مسیح کے وسیلے نئے مکاشفے۔ نئی برکتیں۔ نئے تصورات۔ نئے مسئلے دنیا میں نہیں آئے اور کیا اُن چیزوں کی دنیا کو ضرورت نہ تھی؟ اِس کا انکار وہی شخص کرسکتا ہے جو اُس زمانہ کی تاریخ سے ناواقف ہے۔ اس کا انکار کرنا گویا یہ کہنا ہے کہ جو روشنی اُس کے وسیلے ہم کو نصیب ہوئی وہ فضول اور غیر ضروری تھی اور دنیا اُس کے بغیر گذارہ کرسکتی تھی اور انجیل کی تعلیم سے پہلے خدا کا پورا علم اور اُس کی مرضی کا پورا مکاشفہ اور آنے والی دنیا کی سزا و جزا کی کل خبر رکھتی تھی۔ مگر یہ ایسا لغو دعوٰے ہے کہ اہل تحقیق اس کو تسلیم نہیں کرسکتے ؏

دوسرا باب

قوانین قدرت اور معجزات

ہمارے ملک میں معجزے کی مخالفت ایک نیا واقعہ ہے کیونکہ سب قومیں کسی نہ کسی طرح کے معجزے مانتی آئی ہیں

ہمارے ملک میں معجزات کی مخالفت ایک نیا شگوفہ ہے۔ کیونکہ کوئی اس بات کا انکار نہیں کر سکتا۔ کہ ابھی تھوڑا عرصہ گذرا کہ ہر طرح کی زود اعتقادی اور باطل پرستی حد تک پہنچی ہوئی تھی۔ اور اب بھی ملک بطالت سے پورے طور پر آزاد نہیں ہوا۔ بعض بعض فرقوں کا قوت اعجاز سے انکار کرنا واقعی ہندوستان کی مذہبی تاریخ میں ایک نیا واقع ہے۔ ہندوؤں کی دینی کتابیں عجیب قصوں اور کہانیوں سے بھری پڑی ہیں۔ اور اگر ہم اُن کو بھی معجزات کے نام سے موسوم کریں تو وہ اس قدر ہیں کہ ان کا شمار کرنا آسان کام نہیں۔ اور ہزاروں بلکہ لاکھوں سناتن دھرم کے ماننے والے ہندو باوجود ویدانتی عقائد کے جو معجزانہ اظہارات کے سخت مخالف ہیں پرانوں کے قصوں اور کہانیوں کو اب بھی برابر مان رہے ہیں۔ یہی حال اسلام کا ہے۔ وہاں بھی یہی دیکھنے میں آتا ہے کہ انہوں نے نہ صرف انبیا کی معجزانہ قدرت پر اکتفا کی بلکہ اپنے ولیوں اور غوثوں اور قطبوں کی کرامات کے بھی قائل ہوئے اور ادنے درجہ کی قوموں اور فرقوں میں تو اس زود اعتقادی کی کوئی انتہا ہی نہیں۔ پیروں اور فقیروں کی عبادت۔ قبروں اور خانقاہوں کی زیارت اور پرستش کا رواج اب تک چلا جاتا ہے۔ اور اس کا سبب یہ ہے کہ لوگ یہ مانتے ہیں کہ ان وسائل سے

پر یہ سریع الاعتقادی علم کے سامنے قائم نہیں رہ سکتی تھی

ہماری مرادیں بر آئیں گی۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ وہ لاریب قوت اعجاز کے اظہاروں کے قائل ہیں۔ لیکن یہ بیہودگی زود اعتقادی علم کے سامنے قایم نہیں رہ سکتی تھی۔ لہٰذا جب سائنس کی روشنی چمکی اور تعلیم یافتہ لوگوں نے دیکھا کہ جن واقعات کو ہمارے آبا و اجداد کرامات مانتے چلے آئے ہیں وہ لیسے بے بنیاد ایسے بے ربط ایسے عجیب الخلقت اور حقیقی تاریخ کی خاصیتوں سے اسقدر بے بہرہ ہیں کہ ارباب علم و فضل اُن کو

سریع الاعتقادی کا نتیجہ

ہرگز قبول نہیں کر سکتے تو انہوں نے ولائتی نیچریوں کی تقلید اختیار کی اور کہا کہ معجزہ بالکل ناممکن ہے۔ کیونکہ وہ قوانین قدرت کے برخلاف ہے۔ اِن لوگوں میں ہمارے بھائی برہمو

جن کی صدق دلی اور نیک ذاتی کے ہم تہِ دل سے قائل ہیں اور آریہ سماج اور بعض ویدانتی۔ اور
کئی نیچری شامل ہیں۔ مگر چونکہ ان لوگوں نے ہماری رائے میں اہل یورپ سے معجزوں کی مخالفت
کرنا سیکھا ہے لہٰذا ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ ہم اصل مخالفوں کی طرف متوجہ ہوں جن کی تصنیفات
سے ہمارے مخالفانِ اعجاز نے خوشہ چینی کی ہے۔ جہاں تک ہم کو علم ہے ہم کہہ سکتے ہیں
کہ جو کچھ ہم نے اپنے ہم وطن بھائیوں سے معجزے کی تردید میں سُنا ہے وہ نئی باتیں نہیں بلکہ وہی
باتیں۔ وہی اعتراض۔ وہی مخالفتیں ہیں جو یورپ کے ریشنیلسٹوں اور ڈئی اسٹوں اور تھی اسٹوں
اور پنتھی اسٹوں کی کتابوں میں پائی جاتی ہیں ؎

معجزانہ مخالفت کا ماخذ

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس جگہ اس بات پر غور کریں کہ اس مخالفت کا
اصل ماخذ کیا ہے۔ کیا سائنس معجزوں کی مخالفت میں علم اٹھاتی ہے یا کوئی اور بات ہے جس کے

سائنس نہیں بلکہ اپنے اپنے فلسفانہ عقیدے

سبب سے لوگ مخالفت کر رہے ہیں ہمیں پروفیسر بروس صاحب کا
خیال بالکل صحیح معلوم ہوتا ہے جو انہوں نے اپنی کتاب "دی مرےکیولس ایلیمنٹ ان دی
گاسپلز" (The miraculous element in the gospels) میں ظاہر فرمایا ہے۔ کہ
فوق العادت کی نسبت جو بے اعتقادی پائی جاتی ہے اُس کی ماں سائنس نہیں بلکہ اُس کا اصل سبب
فلسفانہ میلان ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ جس خیال کی طرف طبیعت مائل ہوتی ہے وہی
درست معلوم ہوتا ہے۔ اور ممکن ہے کہ ایسا فلسفانہ میلان اختیار کیا جائے جس کی مخالفت کو

دہریہ اور ہمہ اوستی اپنے اپنے عقیدہ کے مطابق مخالفت کرتے ہیں

کسی طرح کا ثبوت بھی دور نہ کر سکے۔ مثلاً دہریوں کے اعتقادات
اور ہمہ اوستیوں (پنتھی اسٹوں) کے عقائد ہیں یہ منفی میلان کی
صاف نظر آتی ہے ان دونوں میں سے کوئی بھی انتظامِ نیچر کی متواتر بے تبدیلی میں معجزانہ رخنہ اندازی
کا قائل نہیں ہو سکتا کیونکہ دہریئے کے نزدیک جو صرف مادے کی ہستی کا قائل ہے فوق العادت کچھ
چیز نہیں ہے پنتھی اسٹ کے نزدیک فوق العادت خالی از مطلب نہیں۔ وہ ایک صورت میں فوق العادت
کا قائل ہے۔ پر جسے وہ فوق العادت کہتا ہے وہ نیچر سے جدا نہیں۔ بلکہ نیچر ہی میں ظاہر ہوتا ہے۔
یا یوں کہیں کہ نیچر کا رُوحانی تصور اُس کے نزدیک فوق العادت ہے۔ ایک کے نزدیک اگر
کوئی حقیقت ہے تو وہ نیچر ہے۔ اور خدا ایک مہمل اور بے معنی شئے ہے۔ دوسرے کے
نزدیک نیچر بصورت خیال خدا ہے۔ اور خدا کی حقیقت نیچر ہے۔ اب دونو عقیدوں میں سے
خواہ کوئی عقیدہ اختیار کیا جائے معجزہ ہر حالت میں ناممکن ٹھہرے گا ؎

اب اس سے یہ دعوے نہیں کیا جاتا کہ معجزہ کے انکاری فقط دہریہ اور منتھی اسٹ ہی ہوتے ہیں ہم جانتے ہیں کہ بہت سے لوگ ہیں جو خدا کی ہستی کے قائل ہیں اور پھر بھی معجزہ کے انکاری

مقابلہ سائنس اور فلسفانہ عقیدوں کا

ہیں اور نہ ہی اسبات سے انکار ہے کہ سائنس اس مخالفت کی معاون ہے مگر تاہم یہ درست ہے کہ سائنس اتنی مخالفت نہیں کرتی جتنی وہ طریقے کرتے ہیں جنہیں لوگ مان رہے ہیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس معاملے میں کئی باتوں کے متعلق

سائنس تین باتوں پر گواہی دیتی ہے اور یہ عقیدے اُس گواہی کی مخالفت کرتے ہیں

سائنس کا رُخ کسی اَور طرف ہے۔ اور میٹیریل اسٹک فلسفہ (materialistic philosophy) کا رُخ کسی اور طرف ہے یعنی دونوں میں اتحاد و اتفاق نہیں پایا جاتا ہے۔ مثلاً موجودہ سائنس نیچر کے اظہارات سے نتیجہ نکالتی ہے کہ دنیا حادث تو ہے مگر اُسے وجود میں آئے کئی لاکھ برس گذر گئے ہیں اور ایماندار لوگ

(۱) دنیا کے آغاز کے بارے میں

اس نتیجہ کو بڑی خوشی سے قبول کرتے ہیں۔ مگر دہریئے اور ویدانتی باوجود اس گواہی کے مادہ کی ازلیت کو مانتے چلے جاتے ہیں۔ اور سائنس کی بات کو نہیں سُنتے۔ اور سبب اس کا یہ ہے کہ اگر مادہ کو حادث مان لیں تو یہ لازم آئیگا کہ خدا کو بھی مانیں جو اسکا موجد ہے۔

(۲) زندگی کے اصل کے بارے میں

اسی طرح زندگی کی اصل کی نسبت کچھ اسی قسم کا تخالف نظر آتا ہے مثلاً سائنس بڑی گہری تحقیقات کے بعد یہ فیصلہ کرتی ہے کہ زندگی خودبخود پیدا نہیں ہوتی۔ خوردبین پکار پکار شہادت دے رہی ہے کہ جہاں زندگی پہلے موجود نہیں وہاں کسی طرح کی زندگی برآمد نہیں ہوتی۔ اب اگر یہ بات مان لی جائے تو نتیجہ صاف ظاہر ہے۔ یعنی اگر زندگی خودبخود پیدا نہیں ہوتی تو سب سے پہلی زندگی کہاں سے آئی۔ کیا وہ آپ ہی آپ پیدا ہوگئی یا خدا کی خالقانہ قدرت سے وجود میں آئی؟ اب دہریہ باوجودیکہ کوئی شہادت اس کے برخلاف پیش نہیں کرسکتا پھر بھی یہی کہے چلا جاتا ہے کہ زندگی آپ ہی آپ پیدا ہوئی ہے۔ مثلاً ہکسلے صاحب جن کے کلام کو مفصل طور پر اقتباس کرکے بروس صاحب نے اپنی کتاب متذکرہ بالا میں بحث کی ہے۔ کہتے ہیں۔ اگر مجھے یہ طاقت ملتی کہ میں اس دور دراز زمانہ کو دیکھتا جس میں دنیا طبعی اور کیمیائی حالتوں سے گذر رہی تھی تو مجھے یقین ہے کہ میں بے جان مادہ میں سے جاندار پروٹوپلازم (protoplasm) کو نکلتے دیکھتا۔ اور بروس صاحب فرماتے ہیں کہ ہکسلے صاحب آپ ہی اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ میری یہ رائے فلسفانہ خیال سے بڑھ کر نہیں۔

(۳) علم النفس کے بارے میں

یہی حال علم النفس کی بابت پایا جاتا ہے۔ یعنی دہریئے اپنے انکاری دعوے سائنس کی گواہی کے برخلاف پیش کر رہے ہیں حالانکہ بڑے بڑے اہل سائنس یہ گواہی دیتے ہیں کہ خیال (Thought) کو حرکت (motion) نہیں کہہ سکتے مگر سٹراس باوجود اس گواہی کے خیال یعنی قوت متخیلہ کو فقط حرکت کی ایک صورت مانتا ہے۔

وہ فرقے جو خدا کی ہستی کو مانتے مگر پھر بھی معجزات کے مخالف ہیں

اب ہم تھوڑی دیر کے لئے اُن فرقوں کی طرف متوجہ ہونگے۔ جو خدا کی ہستی کے قائل ہیں مگر معجزانہ اظہارات کے قائل نہیں ہیں ہم شروع میں اُن فرقوں کی طرف اشارہ کر آئے ہیں جو ہمارے ملک میں پائے جاتے ہیں۔ جو خدا کو مانتے ہیں۔ لیکن معجزات کو قابل تسلیم نہیں سمجھتے۔ یہاں ہم اُن یورپین فرقوں کا ذکر کرینگے جو باوجود خدا کی ہستی کے اقرار کے معجزات کے انکار پر جمے کھڑے ہیں۔ اور اُن کا ذکر کرنا بہت ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ زبان انگریزی کے وسیلے اُن کے خیالات اور اعتراضات ہمارے ملک میں داخل ہوتے جاتے ہیں اور ہماری تھیالوجی (علم الٰہیات) اور سوسائٹی وغیرہ پر اپنا اثر ڈال رہے ہیں۔

اُن کے خیالات اُس رشتہ کی نسبت جو خدا کی حضوری فطرت سے رکھتی ہے

یورپ میں جو لوگ خدا کی ہستی کو مانتے اور معجزوں کو ناممکن گردانتے ہیں دو حصوں میں تقسیم کئے جا سکتے ہیں اور یہ تقسیم ایک خاص مسئلہ پر مبنی ہے۔ اور وہ یہ کہ خدا اس دنیا سے یا عالم موجودات سے کیسا اور کیا علاقہ رکھتا ہے۔ یہ رشتہ دو لفظوں سے ظاہر کیا جاتا ہے ان میں سے ایک لفظ ایک فرقے کی اور دوسرا لفظ

دو لفظ (۱) ٹرانسنڈنس

دوسرے فرقہ کی جان ہے۔ ایک لفظ ٹرانسنڈنس Transcendence ہے اور دوسرا اِمّے نینس " Immanence) ہے۔ ٹرانسنڈنس کا یہ مطلب ہے کہ خدا جس نے اس دنیا کو پیدا کیا ہے دنیا سے برتر اور بلند ہے۔ یعنے اس سے الگ ہے یا یوں کہیں کہ وہ اس دنیا کی کل کو بنا کر اس سے جدا ہو گیا ہے اور اب اُس سے کچھ سروکار نہیں رکھتا اور اس کی قدرت براہ راست یعنی معمولی قوانین سے جدا ہو کر دائرۂ فطرت میں کچھ کام نہیں کرتی ہے۔ جو قوانین اور قواعد اُس نے مقرر کر دئے ہیں۔ جو طاقتیں اس مشین میں بھر دی ہیں وہی اِس سلسلہ موجودات کو قائم رکھتی ہیں۔ لہذا خدا کو اس سلسلہ میں آنے اور دخل دینے کی کچھ ضرورت نہیں۔

(۲) اِمے نینس

اِمے نینس سے اُس کی وہ اندرونی موجودگی یا حضوری مراد ہے۔ جو قوانین

قدرت میں ہو کر کام کرتی ہے۔ وہ فطرتی اظہارات میں اپنا جلوہ دکھاتی ہے۔ لیکن اُن سے الگ ہو کر کسی طرح کی فوق العادت دست اندازی نہیں کر سکتی۔ اب ہم نے دیکھا کہ ایک خیال کے مطابق خدا نیچر میں بذات خود حاضر نہیں ہے بلکہ وہ طاقتیں جو اُس نے ابتدا میں پیدا کر دیں خود بخود کام کر رہی ہیں اور دوسرے کے مطابق وہ حاضر تو ہے۔ مگر اُس کی قدرت فقط قوانین مقررہ کے ذریعے کام کرتی

ڈی اسٹ و تھی اسٹ

ہے پہلے خیال کے ماننے والے ڈی اسٹ اور دوسرے خیال کے ماننے والے تھی اسٹ کہلاتے ہیں۔ ڈی اسٹ اور تھی اسٹ میں معنی کے لحاظ سے تو کچھ فرق نہیں کیونکہ ڈی اسٹ لاطینی ڈی آس (خدا) سے مشتق ہے اور تھی اسٹ یونانی تھیاس (خدا) سے نکلا ہے مگر تاہم جو تھی اسٹ ہیں وہ ڈی اسٹ کہلانا نہیں چاہتے۔ وہ کلام الٰہی کی عزت کرتے اور خدا و مسیح کی تعظیم کرتے ہیں۔ لیکن دو تو معجزے کے انکاری ہیں۔ اور ہم نے دیکھا کہ ان رسوتوں کے سبب سے جو وہ اپنی رائے کے مطابق خدا اور خلقت کے درمیان مانتے ہیں معجزہ کا انکار لازمی ہے البتہ وہ معجزے کے امکان کے انکاری نہیں کیونکہ وہ مانتے ہیں کہ خدا معجزہ دکھانے کی قدرت رکھتا ہے اور اس بات کے بھی معترف ہیں کہ اسکا دنیا کو ہست کرنا اور موجودہ ترتیب سے مرتب کر جانا خود ایک معجزہ ہے۔ مگر اس کے ساتھ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ جب یہ ترتیب اور انتظام ایک مرتبہ قائم ہو چکا تو پھر معجزے کی ضرورت نہیں رہتی کیونکہ جو کچھ خدا نے بنا دیا وہ انسان کے آرام کے لئے کافی ہے بلکہ یہی سلسلہ ضروری ہے تو اس میں رخنہ پردازی کرنے سے کوئی اس سے بہتر صورت انسان کی خوشی اور آرام کی پیدا نہ ہوگی بلکہ قوانین قدرت درہم برہم ہو جائیں گے۔

اگناسٹسزم

ایک اور عقیدہ ہے جسکے رو سے خدا کی ہستی کا کسی قدر اقرار کیا جاتا ہے۔ مگر وہ نہایت ناکمل اور ناقص ہونے کی وجہ سے مسیحی مذہب کے معجزوں کا سخت مخالف ہے وہ اگناسٹسزم کہلاتا ہے۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس دنیا میں ایک قدرت کو معائنہ کرتے ہیں۔ جو تمام فطری اظہارات کی جڑ اور موجد ہے مگر ہم نہیں جانتے اور نہ جان سکتے ہیں کہ وہ کیا ہے۔ جن جن باتوں میں اُس نے اپنے تئیں فطرت کے اظہارات کے وسیلے ہمارے اوپر آشکارا نہیں کیا وہ نامعلوم ہے اور جہاں تک آشکارا کیا ہے وہاں تک معلوم ہے جہانتک وہ لامحدود اور بے بیان ہے وہ نامعلوم ہے۔ اور جہانتک اپنے اظہاروں کی ترتیب سے ظاہر ہے وہاں تک معلوم ہے۔ یہ خیال اُس مسئلہ کے ساتھ وابستہ ہے جسے ایولیوشن کہتے ہیں۔ جو یہ مانتا ہے کہ شروع میں متعدد اشیاء موجود تھیں۔ اور جو کچھ اب نظر آتا ہے وہ انہیں سے بڑھتے بڑھتے پھیلا ہے۔

ہم جو کچھ اوپر بیان کر چکے ہیں اُس سے ناظرین پر بخوبی ظاہر ہو گیا ہوگا کہ کس جانب سے معجزے کی مخالفت برپا ہوتی ہے۔ پر ہم آسانی کے لئے ان خیالات کو جو مخالفت کی گویا جڑ ہیں بطور خلاصہ ذیل میں جمع کرتے ہیں۔

خیالات مذکورہ بالا کا خلاصہ اور تردید

(۱) دہریوں کا خیال جو خدا کی ہستی کے متعلق قائل نہیں۔ اس جگہ ہم خدا کی ہستی کے ثبوت پیش نہیں کر سکتے۔ کیونکہ یہ مضمون معجزے کے مضمون سے تعلق نہیں رکھتا

دہریہ معجزے کا قائل نہ ہوگا جبتک خدا کی ہستی کا قائل نہ ہو

تمام علما متفق ہیں کہ معجزہ انہیں لوگوں کے نزدیک وقعت رکھتا ہے جو خدا کی ہستی کے قائل ہیں۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ معجزہ خدا کی ہستی کو پہلے ہی سے مانتا ہے" معجزہ دکھانے والا لوگوں پر یہ ثابت نہیں کرتا کہ خدا ہے۔ بلکہ وہ اُن لوگوں کے پاس جاتا ہے جو خدا کی ہستی کو تسلیم کرتے ہیں اور اُن کے پاس جا کر کہتا ہے کہ جس خدا کو تم مانتے ہو اُسی نے مجھے اس پیغام کے ساتھ تمہارے پاس بھیجا ہے پس جو ملحد ہیں اُن کے قائل کرنے کے لئے ان دلائل کی ضرورت ہے جو خدا کی ہستی کو ثابت کرتے ہیں ۔

خدا کے رشتہ کی نسبت ہم ڈی اسٹون اور ہقی اسٹون کے خیال کو نہیں مان سکتے کیونکہ وہ صحیح نہیں۔

(۲) وہ مسئلہ جو متعلق اُس رشتہ کے ہے جو خدا اس عالم موجودات کے ساتھ رکھتا ہے۔ اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ خدا نہ ہمہ اوستی کے خیال کے مطابق دنیا کی مانند ہے اور نہ اُس سے کسی طرح کی مشابہت رکھتا ہے اور نہ وہ ڈی اسٹون کے خیال کے مطابق نیچر سے ایسا جُدا ہے کہ اس میں کسی طرح کا دخل نہیں رکھتا اور نہ ہی ہقی اسٹون کی رائے کے بموجب وہ قوانین فطرت کے اندر بند ہے ہم کر سلب کے ساتھ متفق ہیں کہ جو رائے ان خیالات کے بیچ بیچ میں ہے وہ درست ہے یعنی یہ رائے کہ خدا ہر شئے کے اندر موجود ہے تاہم اُس سے جدا اور آزاد ہے۔ وہ ہر شئے سے برتر اور بلند ہے تاہم اُس میں موجود ہے۔ وہ نیچر سے الگ ہے تو بھی نیچر کے اندر حاضر ہے۔ اسی صحیح اور سچے رشتۂ الٰہی میں جو کہ وہ کائنات سے رکھتا ہے معجزے کا امکان پایا جاتا ہے۔ پس جو شخص خدا کی شخصیت اور آزادی کو مانتا ہے وہ معجزانہ قدرت کا انکار نہیں کر سکتا۔ اگر ہم خدا کو صاحب مرضی مانتے ہیں یعنے اس بات کے قائل ہیں کہ وہ قوت ارادی سے متعلق ہے اور قوت ارادی محدود و محکوم نہیں ہے تو اس کا سلسلہ نیچر میں دخیل ہونا ناممکن نہیں۔ لیکن اس کی مداخلت ہی کا نام معجزہ ہے ۔

دنیا بہیئت موجودہ کامل نہیں کیونکہ اُس میں گناہ نے رخنے ڈال رکھے ہیں

(۳) تیسرا یہ خیال ہے کہ دنیا بہیئت موجودہ بالکل درست اور کامل ہے اور معجزات کی ضرورت نہیں رکھتی۔ بلکہ ایک شخص نے جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے معجزات کو شگاف سے تشبیہ دی ہے۔ گویا اُس کے نزدیک معجزات کا

واقعہ ہونا قوانین فطرت کی بے تبدیلی میں شگاف پڑ جاتا ہے۔ لیکن اگر ہم غور سے دیکھیں تو یہ دنیا شگافوں سے پُر نظر آئیگی۔ گناہ نے اس کو پُرزے پُرزے کر دیا ہے کیا کوئی صاحب نظر گناہ کی بربادی دُکھ اور غم کی گرم بازاری جو گناہ سے پیدا ہوتی ہے اور اسی طرح کی اور بہت سی باتیں دیکھ کر یہ کہہ سکتا ہے کہ دنیا اس موجودہ حالت میں کمال کے درجہ کو پہنچی ہوئی ہے؟ معجزہ گناہ کے رخنوں کو دور کرنے کے لئے دکھایا جاتا ہے۔ اور اگر خداوند تعالیٰ آئتیں جو معجزے کی شہادت پر سچی مانی گئی ہیں عطا نہ فرماتا اور ہم اُن کو اپنی تاریک مسافت میں اپنا بدرقہ نہ بناتے اور زندگی کے روزمرہ فرائض کی انجام دہی میں دستور العمل نہ ٹھیراتے تو ہمارا کیا حال ہوتا؟ یہ خیال کہ دنیا موجودہ صورت میں ہماری خوشی اور آرام کے لئے کافی ہے بڑا سنہرا خیال ہے۔ پر جو ایسا مانتے ہیں وہ شائد اُن آہوں سے واقف نہیں جو مصیبت زدوں کی کلبہ احزان سے ہر روز اُٹھتی ہیں۔

معجزات اور قوانین فطرت (۴) چوتھا خیال جس پر بڑا زور دیا جاتا ہے یہ ہے کہ معجزات سے قوانین فطرت درہم برہم ہو جاتے ہیں۔ اس باب کا باقی حصہ اس اہم سوال کے حل کرنے میں صرف کیا جائے گا کہ کیا سچ مچ معجزات قوانین فطرت کو کوئی ایسا صدمہ پہنچاتے ہیں جس سے اس مشین کا ایک پرزہ جدا ہو جاتا ہے یا یہ خیال صرف وہم کا فساد ہے؟

قانون کی تعریف قبل ازیں کہ ہم اس بحث کو شروع کریں یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم یہ سمجھ لیں کہ قوانین فطرت یا نوامیس قدرت کسے کہتے ہیں۔ جب ہم لفظ قانون نیچر کے متعلق استعمال کرتے ہیں تو ہماری مراد اُن نتائج یا اظہارات سے ہوتی ہے جو ہمیشہ اُن اسباب کی پیروی کرتے ہیں یا اُن کے وسیلے برآمد ہوتے ہیں جو صرف اُن کے وجود کے ہوتے ہیں یعنی جب ہم دیکھتے ہیں کہ فلاں اسباب کے موجود ہونے سے فلاں نتائج ہمیشہ پیدا ہوتے ہیں۔ تو ہم اس باہمی رشتہ کو جو خاص اسباب اور اُن کے نتائج کے بیچ پایا جاتا ہے قانون کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اور چونکہ ہم اس عالم میں یہ مشاہدہ کرتے ہیں کہ مقرری اسباب سے مقرری نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ لہٰذا ہم کہتے ہیں کہ عالم موجودات میں وہ قوانین پائے جاتے ہیں جو کبھی تبدیل نہیں ہوتے۔ اور اسی بنا پر معجزے کی مخالفت کی جاتی ہے۔ چنانچہ مخالف کہتا ہے کہ ہمارا تجربہ ان قوانین کی نسبت بے تبدیل ہے یعنی ہم کبھی ان قوانین کو

چند دلائل معجزے کے امکان کو ثابت کرتی ہیں بدلتے نہیں دیکھتے لیکن معجزہ ان میں رخنہ اندازی کرتا ہے۔ لہٰذا وہ ماننے کے لائق نہیں۔ اب ہم وہ دلائل پیش کرتے ہیں جو مسیحی علما نے اس بارے میں دی ہیں کہ معجزات کے وقوع سے نہ قوانین قدرت کو ضرب پہنچتی ہے اور نہ کسی عقلی اصول کو

ضرور آتا ہے ۔

معجزات برخلاف عقل نہیں ہیں

(۱) مار بے صاحب نے اپنی کتاب ایٹ لیکچرز آن مرے کلز {Eight Lectures on Miracles} میں عالمانہ طرز پر یہ ثابت کی ہے کہ نیچر کے انتظام کی بے تبدیلی اور قوانین قدرت کی دائمی بے انقلابی کا اعتقاد جو ہمارے درمیان پایا جاتا ہے ہم اُس کا عقلی ثبوت نہیں دے سکتے ہیں۔ لہذا معجزات کو عقل کے خلاف نہیں کہہ سکتے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم سب یہ مانتے ہیں کہ جو کچھ آئندہ ہوگا وہ اسکی مانند ہوگا جو ہو چکا ہے۔ لیکن سوال برپا ہوتا ہے کہ کیوں ایسا ہوگا؟ اب اگر اس کے جواب میں یہ

ہم قوانین فطرت کی دائمی بے تبدیلی کا کوئی ثبوت یا دلیل نہیں دے سکتے

کہا جائے کہ یہ امر بدیہی ہے وہ ثبوت کا محتاج نہیں۔ تو یہ جواب تسلی بخش نہیں کیونکہ جو بات بدیہی ہوتی ہے اور ثبوت کی محتاج نہیں ہوتی۔ اُس کا عکس یا نقیض درست نہیں ہوتا۔ مگر قوانین کی بے تبدیلی کا عکس ذہن میں آ سکتا ہے یعنی جو کچھ اب ہو رہا ہے اگر اس کی نسبت یہ کہیں کہ وہ کل نہیں ہوگا تو عقل اس دعوے کو متناقض نہیں سمجھتی۔ مثلاً یہ کہنا کہ "آج سورج نکلا۔ مگر کل نہیں نکلیگا" نادرست نہیں پر یہ کہنا غلط ہے۔ کہ "آج سُورج نکلا اور آج سورج نہیں نکلا"۔

موجبات کی مداومت بھی ثابت نہیں ہو سکتی

پھر قوانین قدرت کی بے اعتدالی کی نسبت یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب کوئی واقعہ بار بار سرزد ہوتا ہے تو اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ وہاں کوئی دائمی سبب موجود ہے جو موجد اس کے وقوع کا ہے۔ مگر ہم پوچھتے ہیں کہ یہ بات کہاں سے نکالی کہ وہ سبب دائمی سبب ہے اور جیسا کہ کل اور پرسوں تھا ویسا ہی آیندہ رہے گا ۔

تجربہ بھی مداومت کی دلیل نہیں

پھر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ہم اسبات کے کہ قوانین قدرت جیسے پہلے بے تبدیل تھے ویسے ہی آیندہ بھی بے تبدیل رہیں گے اس لئے قائل ہیں کہ ہمارا تجربہ شہادت دیتا ہے کہ آیندہ ویسا ہی ہوگا جیسا گذشتہ تھا۔ لیکن اگر یہ سچ ہو۔ تو آیندہ ماضی بن جائے گا۔ کیونکہ تجربہ ہمیشہ ماضی کا ہوتا ہے۔ نہ کہ آیندہ کا اور جو یہ کہا جائے کہ جواب ماضی ہے وہ کسی وقت آیندہ تھا۔ اِس جواب سے بھی سوال حل نہیں ہوتا کیونکہ گو یہ سچ ہے کہ جواب ماضی ہے وہ کسی وقت آیندہ تھا۔ تاہم اس میں بھی شک نہیں کہ جواب آئندہ ہے وہ آئندہ ہی ہے وہ ماضی نہیں۔ لہذا اُس کا تجربہ ہم کو نہیں ہے۔ پس ہم کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ جیسا پہلے ہو چکا ہے ویسا ہی آگے ہوگا؟

نہ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ چونکہ یہ یقین جبلی ہے۔ اس لئے ثبوت کا محتاج نہیں۔ کیونکہ جبلی

تو یہی کہہ سکتے ہیں کہ غیر جبلی میں یہ فرق ہوتا ہے کہ جو اعتقادات مخلوط بالطبع ہوتے ہیں اُن کی ضد

یہ یقین جبلی ہے

کا تصور قایم نہیں ہو سکتا۔ مثلاً کوئی اصول متعارفہ لو اور سوچو کہ آیا اُس کی ضد قیاس میں آ سکتی ہے یا نہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ اُس کی ضد کبھی درست نہیں ہوگی۔ مگر ترتیب فطرت کی نسبت نہیں کہہ سکتے کہ جو کچھ ہوتا آیا ہے اگر ویسا کل نہ ہوا تو تضاد واقع ہوگا۔ فلاسفر اور اہل سائنس گواہی دے رہے ہیں کہ دنیا کا یہ موجودہ سلسلہ ایک دن ختم ہو جائے گا ہم پوچھتے ہیں کہ کیا اُس دن تجربہ کی دلیل پُرزور نہ ہوگی؟ لازم تو یہ ہے کہ اُس وقت آگے کی نسبت بہت ہی پرزور ہو کیونکہ قوتِ تجربہ بہ زیادہ زمانوں کے گذر جانے اور سلسلہ موجودات کے برابر قائم رہنے سے اور بھی بڑھ جائے گا۔ پر اگر فلاسفروں کا یہ خیال صحیح ہے کہ یہ سلسلہ ایک دن ٹوٹ جائے گا۔ تو پھر تجربہ کا کیا حال ہوگا؟ ✦

اس بے تبدیلی کے ماننے میں انسان اور حیوان میں فرق نہیں۔ پس یہ یقین عقلی ثبوت پر مبنی نہیں۔

علاوہ بریں ہم دیکھتے ہیں کہ جس طرح ہم قوانین نیچر کی تبدیلی کے قائل ہیں اُسی طرح حیوانات بھی اُن قوانین کی بے تبدیلی کے قائل ہیں جو اُن سے علاقہ رکھتے ہیں۔ مگر ہم جانتے ہیں کہ اُن میں عقل نہیں ہے بلکہ وہ صرف وہ طاقت رکھتے ہیں جسے اِن سٹنکٹ یعنی عقلِ حیوانی کہتے ہیں وہ نیچر کی بے تبدیلی کی کوئی دلیل نہیں دے سکتے اور اُن کی مانند ہم بھی کوئی عقلی ثبوت یا برہان نہیں دے سکتے کہ کیوں مستقبل ماضی کی مانند ہوگا بجز اس کے کہ ہمیشہ ایسا ہوتا آیا ہے مگر اسے دلیل نہیں کہتے۔ اب اس بحث کا تعلق معجزات سے یہ ہے کہ چونکہ ہمارا یہ یقین کہ سلسلۂ موجودات ہمیشہ یکساں رہے گا۔ کسی عقلی ثبوت کی بنیاد پر یعنی کسی دلیل پر مبنی نہیں لہٰذا وہ بات کٹ گئی جس کی بنا پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ معجزات سلسلہ موجودات کے برخلاف ہونے کی وجہ سے عقل کے برخلاف ہیں۔ عقل کے برخلاف وہ اُس وقت

اب جب یہ بے تبدیلی دلیل سے ثابت نہیں ہو سکتی تو معجزات خلاف عقل کیونکر ہوئے

مانے جاتے جب عقل کسی طریق استدلال سے یہ ثابت کر دیتی کہ جو پیچھے ہو چکا ہے وہی آگے ہوگا۔ اگر اِن دو دعووں میں کہ جو کچھ پہلے واقعہ ہُوا ویسا ہی آئندہ واقعہ ہوگا ہم کوئی عقلی ربط دیکھتے تو ہم کہہ سکتے کہ جو واقعہ ماضی کی مانند وقوع میں نہ آئے وہ ناممکن ہے پر اگر ہم کوئی ثبوت یا دلیل نہیں دے سکتے کہ کیوں ایسا ہوگا تو ہم غیر معمولی واقعہ کو عقل کے خلاف نہیں کہہ سکتے ✦

تنبیہ۔ یہ سمجھنا ضروری امر ہے کہ ترتیب نیچر کے کس پہلو پر بحث ہوتی رہی ہے

اس موقعہ پر ایک بات یاد رکھنے

سکے قابل ہے اور وہ یہ ہے کہ ہمارا یہ دعوے نہیں کہ ترتیب فطرت میں جو مطابقت اور مناسبت پائی جاتی ہے۔ اُس کا کوئی عقلی ثبوت نہیں دیا جا سکتا۔ ہم اس بات کو مانتے ہیں کہ جہاں جو مقدمات ہونگے وہاں وہی تالیات پیدا ہونگے جو اُن مقدمات سے خاص ہیں اور اسبات کو ہم نے عقل ہی سے دریافت کیا ہے۔ پر ہماری بحث اس اعتقاد سے ہے جو اس بات کا قائل ہے کہ جیسا گذشتہ میں ہوا ویسا ہی آئندہ میں بھی ہوگا۔ اس کا کوئی عقلی ثبوت نہیں دیا جا سکتا۔ پس یہ کہنا کہ معجزات خلاف عقل ہیں درست نہیں۔

معجزات کا اعلےٰ مطلب اُن کے امکان پر دلالت کرتا ہے

(۲) معجزات کے مقصد سے ظاہر ہے کہ وہ ان نیچرل نہیں ہیں وہ ایک اعلےٰ اور افضل نیچر سے علاقہ رکھتے ہیں۔ پس وہ اُس نظم قدرت کے جو ہماری آنکھوں کے سامنے موجود ہے برخلاف نہیں گو اُس سے برتر اور بلند ہیں اور انہیں ان نیچرل یعنی فطرت کا مخالف کہنا درست نہیں۔ کیونکہ یہ کہنا اُس وقت درست اور واجب ہوتا جب معجزات ترتیب عالم کو بگاڑتے۔ پر وہ تو اسی لئے اس دنیا میں قدم رکھتے ہیں کہ جس کمال کو انتظام موجودات نے کھو دیا ہے اُس کمال کی طرف اسے پھر رجوع کریں۔ وہ ایک اعلےٰ فطرت سے علاقہ رکھتے ہیں اور اُس دنیا سے آتے ہیں جس کی ترتیب اور انتظام میں کسی طرح کا فرق نہیں آیا تاکہ ہماری دنیا میں داخل ہو کر اُن ناموافقتوں اور خرابیوں کو دور کریں جنہوں نے اُس کے انتظام میں ابتری پیدا کر رکھی ہے اور اُسے الٰہی منشا کے مطابق بنا کر اس میں اور اعلےٰ دنیا میں اتحاد اور تطبیق پیدا کریں۔ کسی بیمار کو چنگا کرنا نیچر کے خلاف نہیں۔ کیونکہ صحت اصل منشائے نیچر کے موافق ہے۔ چنگا کرنا نیچر کے برخلاف نہیں۔ بیماری برخلاف ہے لہٰذا شفا بخشنا اصلی ترتیب کو پھر قایم کرتا ہے۔

قوانین قدرت ازل سے آزاد اور مختار کل نہیں ہیں

(۳) ہم اس بات کے دل و جان سے قائل ہیں کہ جہاں تک ہمارا علم کام کرتا ہے ہم نیچر کی کارروائی میں ایک قسم کی مناسبت اور پائداری دیکھتے ہیں۔ ہم اسباب و نتائج۔ مقدمات و تالیات۔ علت اور معلول میں ایک قسم کا محکم رشتہ معائنہ کرتے ہیں۔ مگر اس کے ساتھ ہی ہم اس بات کا بھی انکار نہیں کر سکتے۔ کہ یہ قوانین اور اُن کا عمل ایک اعلےٰ قانون اور ایک اعلےٰ قدرت کے تابع ہیں ہم نہیں مان سکتے کہ وہ آزاد ہیں اور ایسی شاہانہ قدرتیں ہیں جو قائم بالذات اور بے تبدیل ازلی و ابدی ہیں۔ ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ اگر خدا ہے تو اُس نے ان قوانین کو تجویز کیا ہے اور اگر وہ ان کا مجوز ہے تو وہ اُن پر مقدم بھی ہے اور

اپنی حکمت کے مطابق جیسا چاہتا ہے ویسا کرتا ہے خداوند مسیح نے فرمایا "میرا باپ اب تک کام کرتا ہے"۔ اور جب ہم اِن الفاظ کے عمیق مطلب کو سمجھ لیتے ہیں اور اس بات کو مان لیتے ہیں کہ دنیا اپنی ہستی اور موجودگی کے لئے خدا کی قادر مرضی پر منحصر ہے اور خدا اپنے کام سے علیحدہ نہیں ہو گیا بلکہ اُسے جاری رکھتا ہے اور احاطہ نیچر میں داخل ہونے کے لئے ہر جگہ ایک مدخل اُس کے لئے موجود ہے تو یہ اعتراض خاک میں مل جاتا ہے کہ خدا کے لئے معجزات دکھانا ناممکن ہے۔ سب معجزوں سے بڑا معجزہ خدا آپ ہے اور جب ہم نے اُسے مان لیا اور اُس کی تمام صفات کو قبول کر لیا تو پھر چھوٹے چھوٹے معجزوں کو ماننا کچھ مشکل نہیں۔

یہ اعتراض کہ معجزات رخنہ اندازی کرتے ہیں

پر اعتراض یہ ہے کہ معجزہ اس مقرری ترتیب میں رخنہ ڈالتا ہے جس کی بے تبدیلی اس بات کی سند ہے کہ دنیا ہمیشہ قایم رہے گی۔ اور کہ یہ ترتیب ایسی خاصیت رکھتی ہے کہ ذراسی مداخلت بھی اُس کو برباد کر دیتی ہے۔ سو اس مداخلت کو شگاف کہتا ہے۔ اس کے جواب میں اوّل تو ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم اس بات کے قائل نہیں کہ دنیا میں ہمیشہ موجودہ اسباب

نیچر معجزات سے پہلے بھی رخنوں سے آزاد نہیں ہے

و نتایج کا علاقہ ہمیشہ اسی طرح چلا آیا ہے۔ اور کہ اس میں کبھی مداخلت نہیں ہوئی۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ قوانین فطرت کی وہ بے تبدیلی جو اکثر معجزات کی مخالفت میں پیش کی جاتی ہے خود فطرت ہی کے حدود میں ٹوٹی ہوئی نظر آتی ہے۔ اب اگر ہم مادہ کی ازلیت کو نہیں مانتے بلکہ تخلیق عالم کے قائل ہیں یعنی اس بات کے قائل ہیں کہ عالم نیست سے ہست ہوا تو یہ سلسلہ شروع ہی میں موجود نہ تھا۔ اب چونکہ مخلوق دنیا سے خلق کرنے کا قانون مستنبط نہیں ہو سکتا اس لئے جس قدر خدا کا وجود معجزہ ہے اسی قدر دنیا کا ہست ہونا ایک معجزہ ہے۔ پر اگر مادہ کو بھی

دنیا کی پیدایش یا زندگی کا نمودار ہونا ایک رخنہ ہے

ازلی مان لیں تو بھی اس بات کا انکار نہیں ہو سکتا کہ موجودہ سائنس کے رو سے ایک ایسا زمانہ تھا جب کسی طرح کی زندگی دنیا کے طبقہ پر نہیں پائی جاتی تھی۔ اور قائم نہیں رہ سکتی تھی کیونکہ زمین کی حدت اس درجہ تک تھی کہ کوئی جاندار مخلوق زندہ نہیں رہ سکتا تھا۔ حتّٰے کہ ادنےٰ قسم کی زندگی بھی قایم نہیں رہ سکتی تھی۔ ایک فاضل کا خیال بالکل صحیح ہے کہ اس وقت فقط معجزانہ مداخلت بے جان مادہ سے جاندار مخلوق پیدا کر سکتی تھی۔ (ملر) اگر یہ دعوےٰ صحیح ہے (اور اس کی تردید کرنا سائنس کو جھٹلانا ہے) تو ایک آغاز۔ ایک ابتدا قایم ہوتی ہے جس کی شرح صرف خالقانہ معجزے سے ہو سکتی ہے۔ اور اس کے ساتھ یہ سوال

روح کا نمودار ہونا بھی ایک رخنہ ہے

بھی برپا ہوتا ہے کہ روح کس طرح اس دنیا میں داخل ہوئی؟ پہلے تو

اُس کا خلق ہونا ہی ایک معجزہ ہے۔ پر اگر ہم اُس کو بھی ازلی تسلیم کر لیں تو بھی اُس کا بے جان مادہ کے ساتھ وصل ہو جانا اور ضمیر کے قوانین سے مزین ہونا جو کہ تمام قوانین فطرت سے نرالے اور برتر ہیں ایک تیسرا معجزہ ہے ؛

معجزات ایسی تجاویز نہیں جو خدا کو بعد میں سوجھیں

پھر گویا یہ بھی خیال کیا جاتا ہے کہ معجزہ گویا ایسی تجویز ہے جو خدا کو بعد میں سوجھی تا کہ اخلاقی ابتری کو اس کے وسیلے دور کرے۔ اور اس سے یہ اعتراض قائم کیا جاتا ہے کہ اس سے انتظام موجودات کا نقص لازم آتا ہے۔ مگر یاد رہے کہ جو معجزات کے قائل ہیں اُن کا ہرگز یہ دعوے نہیں کہ معجزات ایسی تجویزیں ہیں جو خدا کو پیچھے سوجھیں۔ ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ معجزات خدا کے ازلی ارادہ میں شامل تھے اور جس ازلی مرضی نے اور مرضی کے ازلی قانون نے قوانین فطرت کو تجویز کیا۔ اُسی نے معجزات کو بھی اُس سلسلے میں داخل کیا۔ پس معجزات علیحدہ اور تنہا واقعات نہیں ہیں بلکہ عام انتظام موجودات کے حصے ہیں۔ اب اگر اُسکے جواب میں یہ کہا جائے کہ جو تعریف شروع میں قوانین فطرت کی تم پیش کر چکے ہو اُس کے مطابق معجزات قوانین فطرت میں داخل نہیں ہو سکتے تو ہمارا جواب ایجاب یہ ہے کہ وہ بار بار واقعہ نہیں ہوتے کیونکہ اگر ہوں تو اپنے اصل مطلب کو پورا نہ کرینگے۔ تاہم وہ بے قانون نہیں ہیں۔ بلکہ اُس قانون کے مطابق سرزد ہوتے ہیں جو الٰہی مرضی اور ارادے سے وابستہ ہے۔ اور ہم ذرا آگے بڑھ کر دیکھینگے کہ وہ قانون کس طرح بدون اور قوانین کے توڑنے کے اپنا عمل دکھا سکتا ہے ؛

وہ نظایر جو معجزہ پر دلالت کرتی ہیں

(۴) خلقت کے مشاہدہ سے کئی نظیریں ایسی ملتی ہیں جو ثابت کرتی ہیں کہ خوارق العادت یعنی معجزہ ناممکن نہیں۔ مثلاً اس دنیا میں دیکھا جاتا ہے کہ ادنےٰ درجہ کے قانون اعلےٰ درجہ کے قوانین سے روکے جاتے ہیں۔ جمادات اور نباتات اور حیوانات کے طبقوں میں درجہ بدرجہ یہ تصرف ملاحظہ سے گذرتا ہے۔ کیمیائی قوانین پر زندگی کے اصول غالب آتے ہیں اور جسمانی قوانین پر روحانی اور اخلاقی مسلط ہیں۔ کیمیائی اصول یہ ہے کہ جب کوئی مرکب تحلیل ہو جائے تو اُس میں سڑاہٹ پیدا ہو لیکن وہ قوانین بعض بعض حالتوں میں بیکار ہو جاتے ہیں مثلاً بعض حالتوں میں اُن کو نمک کی ذاتی خاصیتیں بگڑنے نہیں دیتی ہیں۔ اب اس عمل سے کیمیائی قانون فنا نہیں ہو جاتے بلکہ نمک کے ذاتی قوانین کے تابع ہو جاتے ہیں۔ انسان کی ساری طاقت اس بات میں صرف ہوتی ہے کہ وہ نیچر سے وہ پھل اور نتائج پیدا کرے جو وہ خود بخود پیدا نہیں کر سکتی۔ جب ہم اپنا بازو اوپر اٹھاتے ہیں تو ہم قانون ثقل کو معطل کرتے۔ جب کوئی پودا اپنی

چوٹی اوپر کی طرف اُٹھاتا ہے۔ تو وہ اس قانون کو توڑتا ہے۔ وہ طریقہ جس سے پمپوں کے وسیلے پانی اوپر چڑھایا جاتا ہے اس قانون کا مقابلہ کرتا ہے مگر پھر بھی کوئی نہیں کہتا کہ یہ کیا غضب ہوا قانون ثقل ٹوٹ گیا۔ اب تو دنیا فنا ہو جائیگی۔ پر اگر یہ کہا جائے کہ ایک ڈوبی ہوئی کلہاڑی کو خدا کا ہاتھ اُٹھا لایا اور وہ اُس ہاتھ کے سہارے سے پانی کی سطح پر اس طرح پھرتی تھی کہ گویا تیر رہی ہے تو اس شور سے قیامت برپا ہو جاتی ہے کہ یہ ناممکن ہے کیونکہ اس سے کشش ثقل کا قانون ٹوٹ جاتا ہے۔ اگر آدمی ایک لوہے کے ٹکڑے کو اپنے ہاتھ میں لیکر پانی میں ڈوبنے سے بچا سکتا ہے تو کیا خدا نہیں ایسا کر سکتا؟ فرق صرف اتنا ہے کہ اگر میں ایسا کروں تو میرا ہاتھ نظر آئیگا۔ لیکن

انبیازادوں کی کلہاڑی کا تیرنا

خدا کا ہاتھ یعنی اُس کی وہ قدرت جسنے انبیازادوں کی کلہاڑی کو تہ سے نکال کر سطح آب پر رکھ دیا نظر نہ آئی۔ اس موقعہ پر بُشنل صاحب کا خیال یاد آتا ہے جو ایک مرتبہ ہماری نظر سے گذرا اور وہ یہ ہے کہ آدمی کی مرضی بھی ایک صورت میں فوق العادت ہے اور نیچر پر حکمران۔ نیچر ہمارے لئے اشیاء پیدا کر دیتی ہے۔ سَن اگا دیتی ہے اور اور سینکڑوں چیزیں ہمارے لئے پیدا کرتی اور جمع رکھتی ہے۔ لیکن اُن سے نازک اور مہین کپڑے بنانا اور طرح طرح کے عجائبات کو پیدا کرنا انسان کا کام ہے۔ اب ہم خواہ یہ مانیں یا نہ مانیں کہ انسان کی مرضی فوق النیچر ہے تاہم اُس سے اتنا سراغ ملتا ہے۔ کہ جو اُس سے بڑی اور لامحدود مرضی ہے وہ بھی اس قابل ہے کہ اگر چاہے تو سلسلہ فطرت میں اپنا جلوہ دکھائے +

نیچر ہم پر یہ ظاہر کرتی ہے کہ جہاں خاص خاص اسباب موجود ہونگے۔ وہاں خاص نتائج پیدا ہونگے اور معجزہ اس قانون کے برخلاف نہیں اور نہ اُس کو توڑتا ہے مثلاً کلہاڑی کے تیرنے کے معجزے سے یہ بات بخوبی روشن ہے کہ لوہے کو ڈوبنے سے بچانے کے لئے اتنی قدرت یا طاقت کی ضرورت ہے جو اُسے غرق ہونے سے روکے۔ خواہ وہ طاقت خدا کی ہو۔ خواہ انسان کی خواہ اُس پتھر کی جو دریا میں پڑا ہے۔ اگر یہ روک موجود ہو۔ تو اُس لوہے کا پانی میں نہ ڈوبنا اتنا نیچر کے برخلاف نہیں جتنا ڈوب جانا اس کے خلاف ہے +

دو نتائج

جو ریمارکس ہم نے دلیل چہارم کے ضمن میں پیش کئے ہیں اُن سے دو نتیجہ برآمد ہوتے ہیں جو ہمیشہ یاد رکھنے چاہئیں +

(الف) اوّل یہ کہ ادنےٰ درجہ کی طاقتوں کے عمل سے اعلےٰ درجہ کی طاقتوں کی مداخلت

5897

کی نفی ثابت نہیں ہوتی۔ اور اس مداخلت کے انکار کو معجزات کے خلاف بطور ثبوت پیش کرنا صحیح نہیں کیونکہ یہ بات تو خود ثبوت طلب کرتی ہے کہ قوانین قدرت میں مداخلت نہیں ہو سکتی یعنی اگر کوئی یہ کہے کہ ان قوانین کی بنا پر اعلےٰ قدرتوں کی مداخلت ناممکن ہے تو گویا وہ یہ مانتا ہے کہ یہ قانون ہر جگہ اور ہر حال میں غیر متبدل ہیں پر یہی وہ بات ہے جو ثبوت کی محتاج ہے +

(ب) کہ اعلےٰ درجہ کی قدرتوں کی مداخلت سے قوانین قدرت زائل یا ساقط نہیں ہوتے بلکہ اپنے عمل کو جاری رکھتے ہیں اور کہ یہی بات خدا کی مداخلت پر صادق آتی ہے۔ اُس کی مداخلت سے بھی قوانین نیچر معطل نہیں ہوتے۔ بلکہ اُن کی پائداری برابر قائم رہتی ہے۔ اور کیوں؟ اسلئے کہ نیچر کی طاقتوں کو معجزے کے پیدا کرنے میں کچھ دخل نہیں اور نہ معجزات اپنے وقوع کے بعد ایسے علیحدہ رہتے ہیں کہ گویا وہ تنہا واقعات ہیں بلکہ وہ واقع ہونے کے

ضروری فرق

بعد نیچر کے عام سلسلہ میں داخل ہو جاتے ہیں اس جگہ ایک ضروری فرق پر غور کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ایک قسم کے وہ معجزے ہیں جو اپنے وقوع کے لئے محض خدا کی خالقانہ قدرت پر منحصر ہوتے ہیں اور دوسری قسم کے وہ ہیں جن کے وقوع میں نیچر کی طاقتیں اپنے معمولی عمل میں بڑھ جاتی ہیں۔ یعنی خدا کے حکم سے اپنے معمولی زور سے زیادہ کام کرتی ہیں اور اس معنی میں دوسری قسم کے معجزات ایک طرح نیچر سے مربوط ہوتے ہیں۔ مسیح کا بطن مریم میں آنا اور روٹیوں اور مچھلیوں کا بڑھ جانا پہلی قسم سے علاقہ رکھتے ہیں۔ اور ان میں ہم کو خدا کی قدرت کا وہ عمل نظر آتا ہے جو دنیا کے خلق کرنے سے مشابہت رکھتا ہے۔ خدا بلا واسطہ دیگر وسائل کے اس قسم کے معجزات کو انجام دیتا اور ایک نئے واقعہ کو جو پہلے فطرت میں موجود نہ تھا اُس کے سلسلہ میں داخل کر دیتا ہے۔ اب جو کچھ اُس نے ابتدا میں تمام عالم محسوسات کے متعلق کیا۔ اگر وہی پھر اُس کے کسی خاص حصّہ کے متعلق کرے تو یہ اُس کے لئے ناممکن

مسیح کی پیدائش کا معجزہ

نہیں ہے۔ گرسلب صاحب جن کی نادر کتاب سے ہم نے اس باب میں مدد لی ہے بڑی خوبصورتی سے دکھاتے ہیں کہ یہی حال اُس وقت سرزد ہوتا ہے جب کسی اچھے درخت کی قلم ادنےٰ قسم کے درخت میں پیوند کی جاتی ہے۔ وہ قلم بالکل اجنبی ہوتی ہے پر تاہم آئندہ زمانہ میں نئی حالتوں کے مطابق زندگی بسر کرتی ہے۔ اِسی طرح مسیح بھی ایک قلم ہے جو خدا کی خالقانہ قدرت کے مطابق انسانی نیچر کے درخت میں پیوند کیا گیا (یوحنا ۱ : ۱۳) اُس نے اس نیچر کی شرائط اور خصوصیات کو رد نہیں کیا بلکہ ہر حال میں اُن کی حفاظت کی مثلاً

اُس کے آنے میں تاریخ کے لازمی قوانین زائل نہیں ہوئے۔ تاریخ بھی بچوں کی طرح بڑھتی ہے۔ پس مسیح اُس وقت ظاہر ہُوا جو اُس کے لئے موزون تھا۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہیں کہ وہ جو سانپ کے سر کو کچلنے والا تھا اُس وقت تک ظاہر نہ ہُوا جب تک کہ وہ تمام شرائط پوری نہ ہوئیں جو اُس کے ظہور سے پہلے لازمی تھیں۔ چنانچہ لکھا ہے۔ کہ "جب وقت پُورا ہُوا تو خدا نے اپنے بیٹے کو بھیجا۔ (گلاتی ۴ : ۴) اسی طرح قوانین نیچر کی بھی رعایت کی گئی مثلاً وہ تیس برس کا جوان اور کل طاقتوں کی نشوونما کے ساتھ آسمان سے یک بیک نہیں اُترا۔ بلکہ جب وہ خدا کی خالقانہ قدرت سے ملکے شکم میں در آیا اُسی وقت سے پیدائش اور نمو کے معمولی قوانین کے بھی تابع رہا۔ اُس کی نسبت لکھا ہے کہ اُس نے ساری راستبازی پُوری کی۔ وہ اپنے باپ کا فرمانبردار تھا۔ اور اُس نے اپنی فرمانبرداری کو آزمائشوں اور مصیبتوں میں ثابت قدم رہ کر ثابت کیا۔ اب کون شخص کہہ سکتا ہے کہ نیچر ایسے واقعہ سے تباہ ہو جاتی ہے۔ جس کے متعلق نہ اُسے کچھ کرنا اور نہ کچھ نقصان اُٹھانا پڑتا ہے۔

وہ معجزات جن میں نیچر کی طاقتوں کا عمل معمول سے زیادہ تیز کیا جاتا ہے

لیکن جن معجزات میں خدا نیچر کی طاقتوں کو معمول سے زیادہ تیز کر کے فوق العادت اظہار نمایاں کرتا ہے (مثلاً طوفان اور مصر کی بعض آفتیں وغیرہ) اُن کی خصوصیت یہ ہے کہ جو کام وہ طاقتیں بہت عرصہ کے بعد کرتیں اُسے اپنے مزید عمل کے وسیلے فوراً وقوع میں لاتی ہیں اور یہ بھی کوئی ایسی بات نہیں جو خدا کے لئے ناممکن ہو بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ انسان بھی ایسا کرتا ہے۔ وہ بھی نیچر کی طاقتوں کو اپنے قابو میں لا کر ایسے نتائج اور ایسے واقعات پیدا کر لیتا ہے جو نیچر خود بخود پیدا نہ کرتی۔ ولایت میں طرفۃ العین میں انڈوں سے چوزے نکالے جاتے ہیں۔ اب ان انسانی واقعات اور الٰہی معجزوں میں یہ فرق ہے کہ معجزات خدا کی قدرت سے اور اُس کے نبی کے کہنے کے بموجب سرزد ہوتے ہیں اور کسی طرح کے معمولی وسائل ان کے وقوع میں استعمال نہیں کئے جاتے تھے۔

منکرانِ اعجاز پر کیا فرض ہے

اب وہ جو اعجاز کے منکر ہیں اُن پر فرض ہے کہ وہ ہمیں دکھائیں کہ جسے وہ نیچر کہتے ہیں اُس میں کیا کچھ شامل ہے اور نیچر کی طاقتیں کہاں تک تیز کی جا سکتی ہیں۔ اور اگر وہ یہ کہیں کہ وہ تیز نہیں ہو سکتی ہیں تو یہ ثابت کریں کہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ نیچر جو فوق النیچر سے ہمیشہ برآمد ہوتا ہے اُس کی مداخلت قبول کرنے کے لئے تیار نہیں کیا خدا ہی جو تمام قوانین کا سرچشمہ ہے اس لائق نہیں کہ اپنے گھر میں آنے جانے کا مختار ہو

خدا ایک مختار اور آزاد مرضی ہے۔ لہذا معجزہ نیچر کے عین مطابق ہے

(۵) پر سب دلائل کی سرتاج دلیل یہ ہے کہ خدا ایک ایسی شخصی مرضی ہے جو لامحدود اور مختار کل ہے۔ چونکہ پہلی دلیل کے ضمن میں اس پر اشارہ ہو چکا ہے لہذا اس جگہ اس پر زیادہ نہیں کہا جائیگا۔ اور ہم اس بات کو انہیں الفاظ کے ساتھ بند کرینگے جن الفاظ کے ساتھ مارٹے صاحب نے اپنی کتاب کا وہ باب بند کیا جس میں اُنہوں نے "نامعلوم قانون" پر بحث کی ہے"۔ کیا فعل مختاری انسان پر ختم ہو جاتی ہے یا انسان کے اوپر بھی آزاد مرضی کا کوئی دائرہ ہے جس میں انسانی مرضی کی طرح طبعی قانون نہیں بلکہ رُوح مادہ کو حرکت میں لاتی ہے؟ اور کیا وہ آزاد مرضی نامعلوم صورت میں تمام فطرت کے دائرہ میں داخل ہوتی ہے؟ اگر ایسا ہوتا ہے تو بائبل کا ہر معجزہ ایسا ہی نیچرل ہے جیسا کوئی کیمیائی تجربہ جسمانی دنیا میں ہُوا کرتا ہے۔ اور اگر ایسا نہیں ہوتا۔ تو اس خود مختار مرضی کا تخت خالی پڑا ہے۔ اور فطرت کوئی ایسا سردار نہیں رکھتی جو شخصیت کی صفات سے موصوف ہو۔ فقط انسان اُس حالت میں نردبان نیچر کا اعلےٰ زینہ ہے پر وہ بھی خود اس عظمت کے پایۂ سے گر جاتا ہے کیونکہ وہ خود ہونہار باتوں کے ہاتھ سے آزاد نہیں۔ یا تو تمام نیچر خدا کی طرف اوپر کو اُٹھتی ہے۔ یا قانون کی طرف نیچے گرتی ہے۔ پر اگر مادی اسباب کے اوپر خدا کی رزاقی اور پروردگاری کے لئے کوئی جگہ موجود ہے تو ظاہر ہے کہ نیچر کو حرکت میں لانے والی ایک عظیم ہستی موجود ہے جو آزاد مطلق ہے اور معجزات کا وقوع میں آنا عین نیچر کے مطابق ہے +

تیسرا باب

معجزات اور گواہی

دوسرا سُوال غور طلب یہ ہے کہ بائبل کے معجزات کی نسبت جو گواہی پیش کی جاتی ہے وہ قابل تسلیم ہے یا نہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ انسان تین طرح حقائق اشیاء کو دریافت کرتا ہے یا یوں کہیں کہ تین طرح کی شہادتیں موجود ہیں اور اُن میں سے کسی نہ کسی کے مطابق ہر شئے کی حقیقت اور صداقت ثابت کی جاتی ہے۔ اور وہ یہ ہیں +

(۱) حواس کی گواہی +

(۲) وہ ثبوت جو علوم ریاضی کے اصول کے وسیلے بہم پہنچتا ہے +

(۳) انسان کی گواہی +

اب ان تینوں میں سے ہر شہادت یا ثبوت اپنے اپنے خاص دائرہ میں کام کرتا ہے اور اپنے خاص دائرہ میں کافی سمجھا جاتا ہے۔ کسی زاویہ کی مقدار کہ آیا وہ قائمہ ہے یا منفرجہ۔ یا یہ دعوے کہ ہر مثلث کے دو ضلع تیسرے ضلع سے بڑے ہوتے ہیں۔ علم ریاضی کے مقرری اصول سے ثابت ہوتے ہیں۔ پر اگر ہم یہ ثابت کرنا چاہیں کہ جس گھر میں ہم بیٹھے ہوئے ہیں وہ موجود ہے یا نہیں تو اس ثبوت میں اقلیدس کے اصولوں کی ضرورت نہ پڑیگی۔ یہاں ہمارے حواس کی گواہی کام دیگی۔ اور اسی طرح جب ہم یہ کہتے ہیں کہ سنکھیا مہلک ہے۔ یا یہ کہتے ہیں کہ لندن سب شہروں سے بڑا ہے تو اس کے ثبوت بیان کرنے والے سے نہ ثبوت اقلیدس اور نہ شہادت حسی طلب کی جاتی ہے۔ بلکہ اُس کی گواہی فوراً قبول کی جاتی ہے +

ہر قسم کی شہادت اپنے اپنے دائرے میں کام کرتی ہے

یقینی اور امکانی شہادت

پہلی دو قسم کی شہادت کو یقینی ([illegible]) اور تیسری قسم کی شہادت کو اہل فلسفہ امکانی (Probable) کہتے ہیں ان لفظوں کے استعمال سے اکثر یہ مغالطہ پڑ جاتا ہے کہ امکانی یقینی گواہی کے مقابلے میں کمزور معلوم ہوتی ہے۔ لیکن یاد رہے کہ یہ فرق صرف اصطلاحی ہے۔ امکانی گواہی رد کرنے کے لائق نہیں۔ وہ اپنے حدود میں معتبر اور مستند ہوتی ہے۔ مثلاً یہ دعوے کہ ہم اس دنیائے فانی سے کوچ کر جائینگے۔ امکانی گواہی پر مبنی ہے تاہم کوئی شخص اُس کی سچائی پر شک نہیں لاتا بلکہ سب اُس کی صداقت کے معترف ہیں +

امکانی گواہی تردید کے لائق نہیں

معجزات پر انسانی گواہی کی قدر

اب وہ معجزات جو بائبل میں مرقوم ہیں۔ اگر ثابت ہو سکتے ہیں تو انسانی گواہی سے (جسے تواریخی گواہی بھی کہتے ہیں) ثابت ہو سکتے ہیں۔ اُن کے ثبوت میں نہ ہمارے حواس کی گواہی کام آئیگی کیونکہ ہم اُن واقعات سے کئی صدیاں دور نکل آئے ہیں۔ اور نہ اُن کو ریاضی کے اصول سے ثابت کر سکتے ہیں۔ کیونکہ اُن واقعات کا اس علم سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ اور مخالفوں نے بھی اس بات کو خوب پہچان لیا ہے۔ کہ معجزات کی صداقت اور لغویت تواریخی گواہی پر منحصر ہے۔ لہذا اُنہوں نے یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ انسانی یا تواریخی

گواہی اسبارے میں قبول کرنے کے لائق نہیں۔ اس قسم کے مخالفوں کے پیر اور اُستاد ڈیوڈ ہیوم ہیں اور اگر اُن کے اعتراض کا جواب دیدیا جائے تو اُن کے شاگردوں کے اعتراضوں کو رد کرنا مشکل نہ ہوگا +

مازلے صاحب نے اپنے مشہور لیکچر آن مریکلز (Lectures on Miracles) میں ڈیوڈ ہیوم کے اعتراض کو اُسی کے الفاظ میں نقل کر کے اس پر بحث کی ہے

ڈیوڈ ہیوم کا اعتراض

اُس کا اعتراض یہ ہے کہ فطرت کی بے تبدیلی کی نسبت جو اعتقاد ہم رکھتے ہیں۔ اُسکی جڑ ہمارا تجربہ ہے جو ہمیشہ یکساں رہتا ہے۔ (یا یوں کہیں۔ کہ غیر متبدل ہے۔ مترجم) اور وہ اعتقاد جو ہم انسانی گواہی کی نسبت رکھتے ہیں۔ اس کی جڑ بھی ہمارا تجربہ ہی ہے۔ لیکن یہ تجربہ تبدل پذیر ہوتا ہے کیونکہ انسانی گواہی نے بعض اوقات ہم کو دھوکا دیا ہے۔ لہٰذا ہم اُس غیر متبدل تجربہ کو جو معجزے کے برخلاف ہے۔ تبدل پذیر تجربہ پر جو معجزے کے ثبوت میں (بصورت گواہی) پیش کیا جاتا ہے ترجیح دیتے ہیں۔" ایک اور شخص اُسکی دلیل کا خلاصہ مطلب (Encyclopaedia Britannica) سے اس طرح نقل کرتا ہے۔ کسی شے کی حقیقت کی نسبت جو ثبوت ہمیں چشم دید گواہوں کی گواہی سے حاصل ہوتا ہے۔ وہ کسی اور اصول پر مبنی نہیں۔ سوائے اس تجربہ کے جو ہم انسانی گواہی کی صداقت کے بارے میں رکھتے ہیں۔ پر اگر وہ حقیقت جس پر گواہی دی جاتی ہے۔ معجزہ ہے۔ تو اُس سے دو متفرق تجربوں میں فساد برپا ہو جاتا ہے۔ یا یوں کہیں کہ ایک قسم کی شہادت دوسری قسم کی شہادت کے برخلاف برپا ہوتی ہے۔ اب معجزہ قوانین فطرت کے توڑنے کا نام ہے۔ مگر چونکہ ایک مضبوط اور غیر تبدیل تجربہ نے ان قوانین کو بے تبدیل ثابت کر دیا ہے۔ لہٰذا ان قوانین کا استحکام بجائے خود معجزوں کے برخلاف ایک ایسا کامل ثبوت ہے کہ کوئی اور دلیل اس سے بڑھ کر معجزہ کے برخلاف قیاس میں نہیں آسکتی۔ اور اگر یہ دعوے ٹھیک ہے۔ تو پھر یہ نتیجہ بھی ناگزیر ہے۔ کہ وہ ثبوت جو انسانی گواہی پر مبنی ہے۔ اس ثبوت کو رد نہیں کر سکتا" مطلب یہ ہے۔ کہ ہمارا تجربہ یہ ظاہر کرتا ہے۔ کہ قوانین قدرت کبھی نہیں بدلتے۔ لیکن انسان کی گواہی ہمیشہ یکساں نہیں ہوتی۔ بلکہ بدلتی رہتی ہے۔ لہٰذا ہم اپنے اُس تجربہ کو سچا سمجھتے ہیں۔ جو کبھی تبدیل نہیں ہوتا۔ پس معجزے ناممکن ہیں۔ کیونکہ اُن کے ثبوت میں صرف انسانی گواہی پیش کی جاتی ہے۔ مگر انسانی گواہی ہمیشہ معتبر نہیں ہوتی +

تجربہ سراسر [illegible] کا مصدر معیار نہیں ہو سکتا

اب ان اقتباسوں سے ظاہر ہے۔ کہ ہیوم نے گواہی کا

ماخذ اور مصدر تجربہ کو قرار دیا ہے - اور یہ ثابت کرنا چاہا ہے - کہ گواہی کا کذب اس قدر تجربہ کے برخلاف نہیں - جس قدر معجزوں کی صداقت تجربہ کے برعکس ہے - وہ دلیل متذکرہ بالا تحریر کر کے اپنے زعم میں معجزوں کا فاتحہ پڑھ بیٹھا - کیونکہ اُس نے اپنی دانست میں اصول استقراء کی بنا پر معجزوں کو دائرہ امکان سے خارج کر دیا - جبکہ یہ دکھا دیا - کہ وہ ہمارے غیر متبدل تجربہ کے برخلاف ہیں اور اسی طرح انہیں گواہی کے احاطہ سے بھی نکال دیا - جبکہ یہ ثابت کر دیا - کہ ہمارا تجربہ گواہی کی حیثیت کے بارے میں بدلتا رہتا ہے - یعنی گواہی کبھی سچی ہوتی ہے - اور کبھی جھوٹی ۔

بچے بغیر تجربہ ہماری گواہی قبول کرتے ہیں

لیکن یہ دعوے صرف اُسی وقت قابل تسلیم سمجھا جا سکتا ہے - جب وہ قضیے جن سے یہ دعوے بطور نتیجہ کے مستنبط کیا گیا ہے - صحیح تسلیم کئے جائیں - اوّل تو یہ امر مسلمہ نہیں ہے کہ گواہی کی حیثیت ہمیشہ تجربہ پر مبنی ہوتی ہے - اور کہ گواہی کا اعتبار یا عدم اعتبار تجربہ پر منحصر ہے - کیونکہ اس حالت میں کوئی تازہ خبر اور نئی بات گواہی کی شہادت پر قبول نہ کی جائیگی - لیکن برعکس اس کے ہم دیکھتے ہیں - کہ وہ جو تجربہ کے سرمایہ سے بے بہرہ ہیں - وہ گواہی کی صداقت پر زیادہ تر انحصار کرتے ہیں - مثلاً بچے گواہی کی صداقت کو بے چون و چرا قبول کر لیتے ہیں - جب ہم اُن کو زہر کی خبر دیتے ہیں تو وہ ہماری گواہی کو رد نہیں کرتے - اگر وہ ہم کو یہ جواب دیں کہ ہم نے ابھی سنکھیا کو اپنے تجربہ سے نہیں آزمایا - اور چونکہ انسانی گواہی کا تجربہ تبدیل پذیر ہوتا ہے - اسلئے ہم آپ کی بات کو قبول نہیں کر سکتے - لہٰذا ہم پہلے سنکھیا کو آزمائینگے - اور پھر آپ کی بات کو تسلیم کرینگے - ہاں اگر ہمارے بچے ہمارے ساتھ اس طرح حجت کریں - اور بات بات پر ہیوم کے اصول کو پیش کریں - تو اُن کا مآل کار کیا ہو؟ یہ کہ نہ وہ جیئیں - نہ وہ ترقی کریں - اور نہ دولت علم سے بہرہ اندوز ہوں ۔

انسانی گواہی کو بلا تجربہ قبول کرنا انسانی ذات کا جبلی خاصہ ہے - گواہی کا اصل معیار گواہ کی صداقت و دیانت ہے

اب اس سے کیا ثابت ہوتا ہے؟ کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا - کہ انسانی گواہی کو بلا تجربہ قبول کرنا ہماری ذات کا جبلی خاصہ ہے - اور ہم اُس بات کو جو انسانی گواہی کے زور پر ہمارے سامنے رکھی جاتی ہے - بدوں ملاحظہ اور امتحان کے قبول کر لیتے ہیں - ہماری رائے میں ہیوم کا اصول انسانی تجربہ کے برخلاف ہے ۔

پس معتبر گواہی کی پہچان کے لئے تجربہ کوئی معیار نہیں ہے۔ اُس کی سچائی اور جھوٹ کو پرکھنے کی کسوٹی کوئی اور ہی ہونی چاہئے۔ اب وہ کیا ہے؟ گواہی کے جھوٹ اور سچ کو پہچاننے کے لئے دو باتیں ضروری ہیں صدق اور لیاقت یعنی علم اگر وہ گواہ جو کسی بات کی خبر ہم کو دیتا ہے صادق اور دیانتدار ہے۔ اور نیز اُس بات کے ہر پہلو کو سمجھنے کی لیاقت کافی رکھتا ہے۔ اور اُس کا علم رکھتا ہے۔ تو اُس کی گواہی قبول کرنے کے لائق ہے ✦

> معجزانہ واقعات کی بیرونی صورت اور اُن کے اصل موجد میں امتیاز کرنا ضروری امر ہے

البتہ یہ ہم ملتفت ہیں۔ کہ معجزانہ واقعہ اور اُس کے موجد یا سبب میں امتیاز کرنا لازم ہے۔ اور بارنے صاحب نے بڑی خوبصورتی سے اس فرق کو ظاہر کیا ہے چنانچہ صاحب موصوف اس اعتراض کا کہ "انسانی گواہی فوق العادت کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتی یا یوں کہیں کہ انسانی عقل فوق العادت باتوں کو سمجھ نہیں سکتی"۔ جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ اگر اس سے یہ مراد ہے۔ کہ انسانی گواہی اُس موجد کو ثابت نہیں کرتی۔ جو معجزہ کا سبب ہے۔ تو ہم اس کو مان لیتے ہیں۔ کیونکہ گواہی کا یہ کام نہیں کہ وہ فوق العادت کو ثابت کرے۔

> پر معجزانہ وقعات کے وقوع کے متعلق جو گواہی ملتی ہے وہ رد نہیں کی جاسکتی۔

اس کا ثبوت دوسری قسم کی شہادت سے ہم پہنچتا ہے۔ مگر گواہی جو معجزانہ واقعہ کے وقوع کے متعلق پیش کی جاتی ہے اُس کو غیر معتبر سمجھ کر رد نہیں کرسکتے۔ یعنی اگر اس دعوے سے یہ مراد ہے۔ کہ جن واقعات کی خبر گواہ دیتے ہیں وہ اُس طرح جس طرح وہ بیان کرتے ہیں۔ سرزد نہیں ہوئے۔ لہٰذا اُن کی گواہی اُن کے وقوع کے متعلق تسلیم کرنے کے لائق نہیں۔ تو یہ دعوےٰ فلسفہ اور مذہب ہر دو صورتوں سے ناقص ہے۔ کیونکہ اگر کوئی حادثہ قوانین قدرت سے مختلف ہے۔ تو اُس سے یہ لازم نہیں آتا ہے۔ کہ وہ عقل کے بھی برخلاف ہے۔ اور جو شے برخلاف نہیں۔ وہ گواہی کے حدود سے خارج نہیں۔ مثلاً گواہی صرف اتنی بات بتاتی ہے۔ کہ ایک شخص چاروں کا مردہ تھا وہ مسیح کے کہنے سے قبر میں سے نکل آیا۔ اور یہ عجیب واقعہ کئی گواہوں کی آنکھوں کے سامنے سرزد ہُوا۔ وہ یہ دعوےٰ نہیں کرتی ہے۔ کہ خدا کی قدرت سے سرزد ہُوا۔ اس بات کا ثبوت دوسری شہادت پر موقوف ہے۔ اور وہ یہ کہ ہم اس واقعہ کا معجزہ ہونا اس ایمان کی بنیاد پر تسلیم کرتے ہیں کہ خدا موجود ہے۔ اور وہ عجیب کام کرنے والا ہے۔ اور سوائے اُس کے اور کوئی معجزوں کی مانند عجیب کام نہیں کرسکتا۔ مگر وہ اپنے سارے کام کسی نہ کسی علت غائی کو مدنظر رکھ کر کرتا ہے اور معجزہ دکھانے میں اُسے یہ مقصد زیر نظر ہے۔ کہ اپنے بندوں کو راہ راست پر لائے۔ پر اُس کے

جواب میں یہ کہا جاتا ہے۔ کہ ہم معجزانہ واقعات کو گواہی کی حدود سے خارج نہیں کرتے ہیں بلکہ اُس شرح کو رد کرتے ہیں۔ جو اُن واقعات پر چسپاں کی جاتی ہے اور جو انتظام موجودات کے برخلاف ہے پر یہ بات ثابت ہو چکی ہے۔ کہ جو تشریح ان واقعات کی کی جاتی ہے وہ اور ہی قسم کی شہادت پر مبنی ہے۔

معترض کی نئی تاویل کہ واقعہ کچھ اور تھا مگر اُس کی تاثیر رسولوں پر کچھ اور ہوئی

اصل غرض معترض کی یہ ہے۔ کہ اعجازی خاصیت کو نئی تاویل پیش کر کے دور کر دے۔ معترض معجزانہ واقعہ کی جگہ جو انتظام موجودات سے بظاہر مخالف معلوم ہوتا ہے ایک عجیب تاثیر فرض کرتا ہے جو دیکھنے والوں کے دل اور دماغ پر طاری ہوئی۔ اب اُس کو دوسرے لفظوں میں یوں ادا کر سکتے ہیں۔ کہ معترض یہ دعوے کرتا ہے۔ کہ انہوں نے دیکھا کچھ اور سمجھا کچھ اور۔ اب اگر یہ صحیح ہے۔ تو ہمیں یہ ماننا پڑیگا۔ کہ گواہی کے معاملہ میں انسانی فطرت کے اندر کوئی شے ہے جو نا معلوم اور نہایت تاریک اور غیر معمولی قسم کی ہے یعنی اُس میں دھوکے کی

یہ دعوےٰ نہیں مانا جاسکتا جب تک یہ ثابت نہ کیا جائے کہ اُن کی عقلی طاقتوں میں فتور تھا

جڑ مخفی ہے۔ یا عقل کی ساخت میں کسی طرح کی بدنظمی یا نقص چھپا ہُوا ہے۔ یا اُس ربط میں جو عقل اور حواس میں موجود ہے۔ کسی قسم کا عیب نہاں ہے جس کی وجہ سے یہ عجیب بات وارد ہوئی۔ کہ جنہوں نے درحقیقت کوئی واقعات نہ دیکھے تھے۔ اُنہوں نے ایسا کہا۔ کہ ہم نے اُنہیں دیکھا ہے +

ایک نظیر جس سے اس تاویل کا ضعف ظاہر ہوتا ہے۔

پر یہ تاویلیں کیسی بیجا ہیں۔ کیونکہ اُن کے وسیلہ ہمارے حواس جھٹلائے جاتے ہیں۔ فرض کیجئے۔ کہ ہمارے سامنے ایک شخص کی بصارت انسانی حکمت اور وسائل کے استعمال سے بحال کی جائے۔ کیا ہم اُسے معجزہ کہینگے؟ اگر ہم دوا کا استعمال اور حکیم کا علاج اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔ تو ہم کبھی ایسا نہیں کہینگے۔ پر اگر کوئی شخص ہمارے سامنے آئے۔ اور اپنی قدرت کے کلام سے بلا وساطت معمولی وسائل کے کسی اندھے کی کھوئی ہوئی بینائی کو فی الفور واپس کر دے تو کون اُس کے معجزہ ہونے پر شک لائیگا۔ اور کون یہ کہیگا۔ کہ میں نے دیکھا کچھ اور تھا۔ مگر میرے حواس پر تاثیر کچھ اور ہوئی +

ایک اور سوال اور اُس کا جواب

پھر ہمیں یہ بھی کہا جاتا ہے۔ کہ فرض کرو۔ کہ کوئی شخص تمہارے پاس آکر ایک عجیب الخلقت جانور یا فرضی حادثہ کی خبر دے۔ جس کا وجود اس کی قوت واہمہ نے مختلف تصورات کی ترکیب سے گھڑ لیا ہے۔ کیا تم اُسے مان لوگے؟ اب اس کا انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ انسان کی قوت واہمہ دور دور تک پرواز کر سکتی ہے اور اُس میں یہ طاقت ہے۔ کہ وہ مختلف خیالات کو باہم ترکیب دیکر ایسا نیا مخلوق پیدا کرے جو اعتبار کے لائق نہ ہو۔ لیکن معجزہ میں اور اس وہمی مثال میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

تو اب تو یہ بالکل ناممکن ہے - کہ معتبر گواہی ایسی لغو باتوں کے ثبوت میں پیش کی جائے کیونکہ جو لوگ صادق اور صاحب عقل ہیں - وہ کب ایسی باتوں کو قبول کرینگے - یا اوروں کو ایسی باتوں کے قبول کرنے کی ترغیب دینگے ؟ اور پھر ان لغو باتوں کا ماخذ انسان کی قوت تخیلہ ہے - مگر معجزہ کی طاقت کا سرچشمہ خدا ہے - اور جب ہم معجزوں پر غور کرتے ہیں - تو ہمیں معلوم ہوجاتا ہے کہ وہ ایسی صورت اور ایسی شرائط کے ساتھ وارد ہوئے کہ ان شرائط نے اُن کی رفتار کو فطرت کی راہ کے قریب قریب رکھا - اور اُسی قدر اُسے علیحدہ ہونے دیا - جتنا کہ الٰہی غرض کو پورا کرنے کے لئے کافی اور ضروری تھا *

گواہی کو گواہی ہی کاٹ سکتی ہے

البتہ ایک صورت ہے - جس میں معجزوں کی نسبت رسولوں کی گواہی قبول نہیں ہوسکتی ہے - اور وہ یہ کہ کوئی ایسا شخص پیدا ہو جو اگر اُن کی گواہی کے برخلاف یہ کہے - کہ لعاذر کبھی نہیں جلایا گیا کیونکہ میں وہاں موجود تھا - میں نے اُس کے مردہ بدن کو دیکھا - میں نے اُس کو دفن ہوتے دیکھا - اور پھر کئی مدت تک قبر میں سڑتے اور گلتے دیکھا - معجزوں کے بارے میں جو انسانی گواہی پیش کی جاتی ہے اُس کی صداقت میں اگر کوئی بات خلاف تجربہ پیش کی جاسکتی ہے تو صرف اسی صورت میں پیش کی جاسکتی ہے *

اگر ہم انسانی گواہی کو بجائے تجربہ کے مقابل بحث پر رد کریں - تو پھر کوئی نئی بات قبول نہیں کر سکینگے

پس معجزہ شخصی تجربہ کے خلاف ہے - و اگر مخالف کا مطلب شخصی تجربہ سے ہے ، کیونکہ اُس حالت میں یہ نتیجہ برآمد ہوگا کہ کوئی بات گواہی کی بنا پر قبول کرنے کے لائق نہیں - جب تک کہ اُس کا ذاتی تجربہ حاصل نہ ہو - ٹلوٹسن صاحب فرماتے ہیں - کہ اس اصول کے مطابق کوئی شخص جو منطقہ حارہ میں رہتا ہے - کبھی اس بات کا یقین نہ کریگا - کہ امریکہ کے بعض حصص میں سردی کے ایام میں پانی جم کر ایسا ، یخ ہوجاتا ہے کہ اُس پر گاڑیاں چل سکتی ہیں - اور اگر تجربہ سے سب بنی آدم کا تجربہ مراد ہے تو اس کے جواب میں ہماری عرض یہ ہے - کہ یہی معاملہ تو زیر بحث ہے - کیونکہ ہمارا یہی دعوے ہے کہ بہت لوگوں نے مختلف جگہوں اور مختلف زمانوں میں معجزات کو اپنی آنکھوں سے دیکھا - اور اُن کا تجربہ کیا - بشپ ٹلوٹسن صاحب نے اپنی کتاب میں جس کا حوالہ ہم اوپر دے چکے ہیں - بشپ واٹسن صاحب کی تصنیفات سے ایک مقام اقتباس کیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس اصول کو ماننا نہایت مشکل ہے -

ایک مثال اس بات کی کہ گواہی کو بلا تجربہ قبول نہ کرنا ایک امر ناممکن التعمیل ہے

وہ خیال مذکورہ صاحب کے اس خیال کی گویا تشریح ہے کہ گواہی بلا تجربہ قبول نہ کرنا - ایک امر ناممکن التعمیل ہے - بشپ واٹسن صاحب فرماتے ہیں - کہ ایک ایسا وقت تھا - جبکہ کوئی شخص مقناطیس کی خاصیتوں سے واقف نہ تھا مقناطیس

کی خاصیتیں کئی صورتوں میں قوانین ثقل کو روکتی ہیں۔ اب اگر تجربہ کے ثبوت پر فیصلہ مبنی ہوتا تو اُن کی بات کبھی نہ مانی جاتی جنہوں نے قوانین مقناطیس کی خصائص کو پہلے پہل دریافت کیا۔ مگر ان کو رد کرنا صداقت کو رد کرنا ہوتا۔ اب یہ تو ہم مانتے ہیں کہ لوہے کے ایک ٹکڑے کا زمین پر سے اُٹھنا اور ہوا میں سے بسرعت تمام اُڑتے ہوئے ایک آہن میں جا لگنا۔ اور وہاں بخلاف قانون ثقل معلق رہنا قوانین قدرت کے خلاف نہیں ہے مگر ایک ایسا وقت تھا۔ جبکہ یہ واقعہ گو قوانین قدرت کے برعکس نہ تھا مگر اس وقت تمام ملکوں اور ملکوں کے تجربہ عامہ کے مخالف تھا اسوقت ہیوم کی دلیل کے مطابق اُس آدمی یا آدمیوں کی گواہی کو رد کر دینا چاہیئے تھا۔ جنہوں نے یہ دعوے کیا تھا کہ ہم نے اس حادثہ کو بچشم خود دیکھا ہے اور وہ کونسے قوانین نیچر ہیں۔ جو اس مصنف (ہیوم) کی رائے کے مطابق ٹوٹ جاتے ہیں؟ کیا وہ مختلف لوگوں کے نزدیک اُن کی سمجھ اور لیاقت کے مطابق مختلف نہیں ہوتے؟ مثلاً اگر مقناطیس اور برقی قوانین فقط چند لوگوں کو معلوم ہوتے اور باقی ساری دنیا اُن سے بے خبر ہوتی تو اُن کے نتائج دنیا کی تاریخ میں نئے اور انسانی تجربہ کے خلاف ہوتے۔ اس لئے چاہیئے تھا۔ کہ کوئی اُن کو قبول نہ کرتا" اب خواہ وہ واقعات جو تجربہ سے بلند اور بالا ہیں اور جنہیں معجزات کہتے ہیں تجربہ کی مخالفت کریں خواہ وہ واقعات اُس کی مخالفت کریں جو گو قوانین نیچر کے خلاف تو نہیں مگر نئے ہونے کے سبب سے اُس وقت تک کے قوانین معلومہ کے برخلاف ہیں۔ بہر کیف تجربہ کی مخالفت ضرور ثابت ہو جاتی ہے۔ کیونکہ ہر دو حالت میں مخالفت تجربہ کی ہو گئی۔ لہٰذا کسی نئے واقعہ کو گواہی کے زور پر قبول نہیں کرنا چاہیئے۔

جھوٹی اور سچی گواہی میں فرق

البتہ گواہی کبھی کبھی جھوٹی بھی ہوتی ہے۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ گواہی ہمیشہ نادرست ہو۔ جھوٹی گواہی میں ہمیشہ فریب و دغا کی آمیزش ہوتی ہے۔ اُس میں عمداً اور قصداً دروغ کا عنصر ملایا جاتا ہے۔ حواس کے سہو و التباس کی غلطی کو اس سے کسی طرح کا سروکار نہیں ہوتا۔ اور جب حواس کی غلطی کا احتمال ہوتا ہے۔ تو راستباز گواہ اپنے بیان کو بڑی ہچکچاہٹ سے پیش کرتا ہے اور کبھی پختہ دعوے کے ساتھ اپنے خیال کو بیان نہیں کرتا اور اگر یہ لازم آتا ہے۔ کہ ہم تمام انسانی گواہی کو اسلئے رد کر دیں۔ کہ ہم نے بعض اوقات گواہی سے فریب کھایا ہے تو مسٹر ہیوم کے خیال کے مطابق یہ بھی لازم ہے۔ کہ ہم اپنی آنکھوں کو نکال پھینکیں۔ کیونکہ وہ بھی کبھی کبھی جھوٹی گواہی دیتی ہیں وہ ستارے جو آسمان پر درخشان نقطوں کی طرح بکھرے پڑے ہیں۔ ہماری آنکھوں کو کبھی اس قدوقامت کے ساتھ نظر نہیں آتے۔ جو وہ درحقیقت رکھتے ہیں۔

بات یہ ہے۔ کہ ہیوم کی اور اُس کے پیروؤں کی جو معجزے پر حملہ کرتے ہیں۔ اصل غرض کچھ اور

معجزات کے بعض مخالفوں کا اصل مقصد یہ ہے۔ کہ خدا کا وجود ثابت نہ ہو۔

ہی ہے۔ وہ معجزے کے اتنے مخالف نہیں جتنے مذہب کے کے ہیں۔ وہ خدا کے منکر ہیں۔ اور اسلئے فوق العادت ظہاروں کے بھی منکر ہیں اور اُن کے اعتقاد اور اغراض میں ایک قسم کی مطابقت پائی جاتی ہے۔ لیکن جو لوگ خدا کی ہستی کو مانتے ہیں نہ معلوم وہ کیوں معجزہ کے نام سے گھبراتے ہیں۔ شاید اسلئے کہ وہ ڈرتے ہیں کہ اگر انہیں مانیں تو ہمیں اپنے پُرانے مذہبوں کو چھوڑ کر مسیحی مذہب کو قبول کرنا پڑیگا۔ کیونکہ وہی ایک مذہب ایسا مذہب ہے جو اپنی تعلیم کی تصدیق میں معجزات کی گواہی پیش کرتا ہے اور اُسی کے معجزے قرین قیاس اور عقل کے موافق ثابت ہو سکتے ہیں۔ یاد رکھنا چاہئے۔ کہ خدا کی ہستی کی نسبت صرف ایک ہی خیال ایسا ہے۔ جو اپنے اعتقادات و مسائل کی مخالفت کئے بغیر فوق العادت کا انکار کر سکتا ہے اور وہ ویدانتی خیال ہے۔ جو خدا کو ہمہ اور ہمہ کو خدا مانتا ہے۔ کیا یہ خیال درست نہیں کہ جو لوگ شخصیت کے قائل ہیں وہ خدا کی معجزہ قدرت کے امکان کا انکار نہیں کر سکتے تاوقتیکہ اُس کی لامحدود محبت اور قدرت کا بھی انکار نہ کریں +

ہیوم کے ان الفاظ سے یہی بات ثابت ہے

اب دیکھئے کہ ہیوم کیا کہتا ہے۔ جو الفاظ ہم اِس وقت نقل کرنے پر ہیں اُن سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ اگر مذہب کا یہ مطلب ہے کہ ایک قادر اور پر محبت خدا موجود ہے جو واجب الوجود اور عبادت اور بندگی کے لائق ہے تو معجزہ کا انکار نہیں ہو سکتا۔ پر ہیوم نہیں چاہتا کہ ایسا خدا مانا جائے اور اسی لئے وہ معجزے کی مخالفت کرتا ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے "میری گذارش یہ ہے۔ کہ جب میں یہ دعوے کرتا ہوں کہ معجزات کبھی ایسی صورت میں ثابت نہیں کئے جا سکتے کہ کسی طریق مذہب کی بنیاد ٹھہریں۔ تو اس دعوے کے ساتھ جو قیود لازم ہیں اُنہیں بھی اس موقعہ پر سمجھا دینا چاہتا ہوں میں مانتا ہوں کہ مذہب کو چھوڑ کر اور صورت میں معجزات یعنی فطرت کے معمولی سلسلہ کا ٹوٹ جانا (Possible) ممکن ہے اور ایسی صورت میں ممکن ہے۔ کہ اُس کا ثبوت انسانی گواہی سے دیا جائے۔ مثلاً فرض کرو کہ تمام زبانوں کے سب مصنف متفق ہو کر کہیں کہ یکم جنوری سنہ ۱۶۰۰ء سے لیکر آٹھ دن تک تمام دنیا پر اندھیرا چھا گیا۔ اور فرض کرو کہ اس عجیب واقعہ کی روایت اب تک متداول اور زندہ ہو۔ ایسی کہ تمام سیاح جو غیر ممالک سے لوٹ کر آئیں۔ ہمارے پاس اُس روایت کی ایسی خبر لائیں۔ جس میں کسی طرح کا فرق اور اختلاف نہ پایا جائے۔ اگر ایسا ہو۔ تو ظاہر ہے کہ ہمارے موجودہ فلاسفروں کو بجائے اس بات پر شک لانے کے اُسے یقینی سمجھ کر قبول کر لینا چاہئے۔" اب اس عبارت کے ساتھ ان الفاظ کو بھی پڑھنا چاہئے۔ جو وہ ایک اور قیاسی معجزہ کی نسبت بیان کرتا ہے "پر اگر

مگر اُس کے الفاظ میں کیسا تناقض پایا جاتا ہے

معجزہ کسی نئے طریق مذہب کے ساتھ منسوب کیا جائے۔ تو یہی واقعہ فریب کا پورا پورا ثبوت ٹھیریگا۔ اور سب سمجھدار لوگوں کے نزدیک آپ ہی اسبات کا کافی ثبوت ہوگا کہ وہ اس کو رد کردیں اور بغیر امتحان کئے رد کریں۔ کیونکہ اس قسم کی فضول باتوں نے ہر زمانہ میں لوگوں کو دھوکا دیا ہے۔" غور کیجئے۔ کہ ان دعوؤں میں کیسا تناقض پایا جاتا ہے۔ ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ معجزات اُس وقت انسانی گواہی سے ثابت ہوسکتے ہیں۔ جبکہ کوئی خاص دینی مقصد اُن سے منسوب نہ کیا جائے۔ پر جب وہ مذہب کے ثبوت میں دکھائے جائیں۔ تب گواہی سے ثابت نہیں ہوسکتے اور یہی حال معجزات کے تمام مخالفوں کا ہے کیونکہ وہ اُن کی مخالفت چنداں اسلئے نہیں کرتے کہ وہ غیر متبدل فطرت سے مختلف ہوتے ہیں۔ بلکہ اسلئے کہ وہ الہامی تعلیم اور مسیحی مذہب کا ثبوت ہیں +

ہم ہیوم کی رام کہانی کو چھوڑ نہیں سکتے۔ جب تک یہ نہ دکھائیں کہ جو لوگ اپنی عقل اور فکر پر بھروسہ کرتے ہیں اور خدا کی ہدایت کے متلاشی نہیں ہوتے۔ وہ خود اپنے خیالات اور تصورات سے خاطر خواہ اطمینان حاصل نہیں کرتے۔ ملوین صاحب اُس کے الفاظ کو ایک جگہ اس طرح نقل کرتے ہیں "اُنہوں نے (یعنی فلسفانہ خیالات نے) اس قدر مجھ پر اثر کیا ہے اور میرے دماغ کو ایسا جلا رکھا ہے کہ میں ہر طرح کے اعتقاد

ہیوم پر اُس کی ملحدانہ حالت نے کیا اثر کیا

اور برہان کو ترک کرنے کے لئے تیار ہوں۔ میں کسی رائے کو زیادہ مضبوط اور ممکن سمجھ کر ترجیح دینے کو تیار نہیں۔ میں کہاں ہوں اور کیا ہوں؟ کونسے اسباب پر میری زندگی مبنی ہے؟ اور میں کونسی حالت کی طرف راجع ہوں؟ کس کی خوشی اور رضا کا جویاں ہوں۔ اور کس کی خفگی اور ناراضگی سے خایف ہوں؟ کونسی ہستیاں مجھے گھیرے ہیں۔ اور کن پر میں اپنا اثر ڈال رہا ہوں اور کون مجھ پر اثر ڈال رہے ہیں؟ میں ان سوالات سے حیران ہورہا ہوں۔ اور اپنے تئیں سخت افسوسناک حالت میں مبتلا سمجھنے لگ گیا ہوں۔ میں اپنے تئیں ایک گہری تاریکی سے محیط اور ہر عضو اور لیاقت کے استعمال میں عاجز پاتا ہوں" پھر آگے چل کر یوں کہتا ہے۔ کہ "میری خوش نصیبی سے ایسا ہوتا ہے کہ جب عقلی خیالات ان بادلوں کو دور نہیں کرسکتے۔ تو نیچر خود ان کو دور کرنے میں کافی ثابت ہوتی ہے۔ اور مجھے اس فلسفانہ خبط اور سردردی سے چھڑاتی ہے" اور پھر بتاتا ہے۔ کہ نیچر کیونکر اُسے زندگی کے مشغلوں اور دوستوں کی صحبت کے وسیلہ اس مصیبت

دلی آرام کا منبع فلسفہ نہیں بلکہ الہامی مذہب ہے۔

سے رہا کرتی ہے۔ اب اس سے دو باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ حقیقی دلی آرام کا منبع فلسفہ نہیں بلکہ مذہب ہے۔ دوئم یہ کہ جب یہ فلاسفر خود اپنے خیالات

کو سردردی اور خبط سمجھتا ہے۔ تو ہم کس طرح اُس کی دلائل اور براہین پر تکیہ کر سکتے ہیں؟ بلکہ اگر ہم بھی اُس کے فضول خیالات کو سردردی اور خبط تصور کریں۔ تو ہمیں گستاخی کے قصور کا مرتکب نہ سمجھنا چاہئے۔ یہاں معجزانہ مذہب کی خوبی اور فلسفانہ طریقوں کی کمزوری اور سقم صاف ظاہر ہو جاتا ہے۔ وہ تعلیم جو معجزانہ شہادت پر مبنی ہوتی ہے۔ وہ ایسے زور اور اختیار کے ساتھ پہنچائی جاتی ہے۔ کہ اُس کی سچائی پر کسی طرح کا ظن نہیں ہنا اور ہم اُسے سر تسلیم خم کر کے قبول کر لیتے اور اپنی زندگی کا دستور العمل سمجھ کر اس کے مطابق چلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن یہ خاصیت اُن طریقوں میں غیر حاضر ہوتی ہے۔ جو الہام ربانی کے منکر ہوتے ہیں۔ یا اگر اُس کے قائل ہوتے ہیں۔ تو صرف اس صورت میں کہ وہ ہر فرد بشر کو براہ راست اُس کی ضمیر کے ویسلے پہنچتا ہے۔ اور نیز ضمیر سے جُدا اور کوئی راہ الہام کے لئے ممکن نہیں ہے۔ ڈیوڈ ہیوم کا ایک گہرا دوست (lord charlemont لارڈ) کہتا ہے۔ کہ ہیوم کی طبیعت میں ہر قسم کی بات پر شک لانے کا افسوسناک

ہیوم کے متعلق اُس کے ایک دوست کی شہادت

عنصر عجیب طرح پر مخلوط تھا۔ اور مجھے پورا پورا یقین ہے کہ میں نے اس سے بڑھ کر سچا اور بے ریا منکر اور کوئی نہیں دیکھا۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنی موجودہ ہستی کا بھی قائل نہ تھا۔ اور یقین ہے کہ نہ اپنی آئندہ حالت کی نسبت کوئی پختہ رائے رکھتا ہوگا۔ ہوا خواہانِ عقل پر واجب ہے۔ کہ ان باتوں سے عبرت پکڑیں اور ہدایت ایزدی کے جویاں ہوں +

اب ہم آخر میں یہ دکھائینگے کہ جو گواہی معجزات کے ثبوت میں پیش کی جاتی ہے زمانہ کے گذرنے سے

وہ گواہی جو معجزات پر ملتی ہے اب تک کمزور نہیں ہوئی کیونکہ روایت کی صورت میں متداول نہیں رہی بلکہ تحریر کی صورت میں اگر ہمیشہ محفوظ رہی ہے۔

اپنے زور میں کم نہیں ہوتی۔ عموماً یہ گمان کیا جاتا ہے۔ کہ گواہی وقت کی رفتار کے ساتھ ضعیف ہو جاتی ہے۔ لیکن یہ خیال درست نہیں۔ البتہ اگر گواہی زبانی یا روایت کی صورت میں مروج ہو۔ تو اُس میں ضعف آجاوے یا اُس کے تبدیل ہو جانے کا احتمال واجب ہے۔ پر اگر گواہی قلمبند ہو کر تغیر و تبدل کے آسیب سے محفوظ رکھی جائے۔ تو پھر شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔ ملوین صاحب نے

انکی حفاظت کی ایک نظیر

جس نظیر سے اس نکتہ کو ثابت کیا ہے وہ نہایت دلکش اور موثر اور فیصلہ کن ہے۔ اُس کا خلاصہ مطلب یوں ادا کیا جا سکتا ہے۔ فرض کرو کہ یہ باب ینگ مِنس کرسچن ایسوسی ایشن میں پڑھ کر سنایا جائے اور اُس ایسوسی ایشن کی روئیداد (منٹوں) میں داخل کیا جائے۔ اور وہاں اُس کی حفاظت کی جائے اب اگر سو سال کے بعد ایسوسی ایشن کا کوئی ممبر روئیداد کی کتاب کو نکالے۔ اور اُس میں یہ تذکرہ پڑھے۔ کہ فلاں سال فلاں تاریخ فلاں مضمون پر یہ درس اس سوسائٹی کے سامنے دیا گیا تھا۔ تو وہ اُس پر شک نہ لائیگا۔ اور نہ کوئی اور اُس کی سچائی پر حجت کریگا۔ اسی طرح مسیحی کلیسئے کی سوسائٹی بھی اس وقت

موجود تھی۔ جب یہ معجزانہ واقعات قلمبند کئے گئے۔ نئے عہدنامہ کی کتابیں وہ منٹ وہ روئیداد ہے جس میں اس سوسائٹی کا کانسٹیٹیوشن (قانونی انتظام) اور اُس کی ابتدا اور قدیم تاریخ کا تذکرہ درج ہے اور پشت بہ پشت محفوظ چلا آیا ہے۔ البتہ اُس کے مختلف ممبر کوچ کر گئے ہیں مگر اُن کے کوچ کر جانے سے سوسائٹی پر کوئی نقص عاید نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ تو برابر موجود رہی ہے۔ وہی ان کتابوں کی محافظ اور ان نوشتوں کی لائبریرین ہے۔ ہمارے جسم کا ہر ذرہ کچھ عرصہ بعد بدل جاتا ہے مگر اُس کے ساتھ ہماری خودشناسی اور ہمارا وجود کالعدم نہیں ہوجاتا۔ ہمارا یقین موجود رہتا ہے کہ ہم وہی ہیں جو پہلے تھے۔ اسی طرح کو اس سوسائٹی کو قائم ہوئے بہت عرصہ گذر گیا ہے۔ تاہم وہ وہی ہے جو شروع میں تھی اور اُسے اپنے بچپن کے ایام کے جلیل القدر واقعات جو اُس کے موجد اور بانی کی ذات بابرکات سے صادر ہوئے اب تک یاد ہیں۔ جو باتیں اُس کے ممبروں نے بیان کی تھیں۔ اُن کو اُس نے بڑی خبرداری سے محفوظ رکھا ہے۔ اور اُس کے شرکاء انہیں اپنے معبدوں میں ہر جگہ اور ہر زمانہ میں اُس وقت سے لیکر جبکہ رسُولوں نے انہیں قلمبند کیا۔ آج تک برابر پڑھتے رہے ہیں۔ اُن کی گواہی آج بھی ویسی ہی یقینی ہے۔ جیسی اُس وقت تھی جس وقت اُسے پہلے پہل چشم دید گواہوں نے رقم کیا۔ کیا یہی اصول نہیں۔ جس کی بنا پر اب یہ بات مانی جاتی ہے کہ جولیس قیصر نے انگلستان پر حملہ کیا۔ اور ہنیبال نے ملک اٹلی پر۔ کلائیو نے ہندوستان کو فتح کیا۔ اور بونا پارٹ نے تمام دنیا کو ہلا دیا۔ اور کیا اسی اصول کی بنیاد پر یہ پرانی باتیں تاقیامت سچی نہیں مانی جائینگی؟ لوگ اس اصول کے منکر نہیں۔ اگر ہیں تو بائبل کے واقعات کے متعلق ہیں مگر یہ ہٹ دھرمی ہے۔ اگر یہ اصول صحیح اور درست ہے۔ تو اس کا پابند ہر جگہ ہونا چاہئے۔ جہاں سچی تاریخ کی شرائط موجود ہوں۔ خواہ واقعات دنیوی تاریخ سے تعلق رکھتے ہوں خواہ دینی تاریخ سے وابستہ ہوں۔ ہر دو حالت میں ہمارا فرض ہے۔ کہ ہم تواریخی گواہی کو قبول کریں۔

جس طرح دیگر تاریخی کتابوں کو قبول کرتے ہیں۔ چاہئیے کہ اسی طرح ہم انجیلوں کی تاریخ کو بھی قبول کریں۔

چوتھا باب

چند خیالات جو معجزات کی گواہی کی تواریخی صحت کی تائید کرتے ہیں

معجزات کی گواہی کے متعلق دو سوال۔ عقلی اور تواریخی

معجزات کی گواہی کے متعلق دو سوال برپا ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک عقلی اور دوسرا تواریخی ہے۔ ہم پہلے سوال کا جواب گذشتہ باب میں دے چکے ہیں۔ ہم نے وہاں دکھا دیا ہے کہ معجزات کے بارے میں جو گواہی اناجیل میں درج ہے۔ وہ اس سبب سے کہ بعض اشخاص معجزات کو تجربہ کے برخلاف سمجھتے ہیں رد نہیں کی جاسکتی۔ اس باب میں ہم دوسرے سوال پر غور کرنے کے لئے تیار ہیں اور یہاں ہم دیکھینگے کہ مسیح کے معجزات کے متعلق جو گواہی انجیلوں سے دستیاب ہوتی ہے اُس میں ایسی خاصیتیں موجود ہیں جو اُس کی تواریخی صحت پر دلالت کرتی ہیں ۔

انجیلی معجزات کی تواریخی گواہی رد نہیں کی جاسکتی

اس تواریخی گواہی کے متعلق انجیلوں کی اصلیت اور معتبری پر غور کرنا ضروری ہے

معجزات پر لکھنے والے اس موقعہ پر عموماً انجیلوں کی اصلیت اور قدامت اور معتبری ثابت کرنے کی کوشش کیا کرتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ پہلے اسبات کے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ آیا جن کتابوں میں مسیحی معجزات درج ہیں وہ اُنہیں اشخاص کی لکھی ہوئی ہیں جن سے اُن کی تصنیف منسوب کی جاتی ہے یا نہیں؟ ہم اس چھوٹے سے رسالے میں اس وسیع مضمون کا ذمہ نہیں لے سکتے تاہم اتنا کہنا ضروری سمجھتے ہیں کہ قدیم زمانوں میں کبھی کسی نے اناجیل کی قدامت اور معتبری پر اعتراض نہیں کیا تھا۔ بلکہ مخالف اور معلون سب ان کتابوں کو رسولوں کی تصنیف سمجھتے تھے۔ مگر متاخرین نے جب فوق العادت اظہارات اور معجزانہ واقعات کے امکان کا انکار کرنا شروع کیا تو یہ سوال برپا ہوا کہ انجیلوں کے ساتھ جن میں مسیح کے معجزات پر تواریخی گواہی موجود ہے کیا کیا جائے؟ اُنہوں نے دیکھا کہ اگر ہم انجیلوں کو اصلی مانتے ہیں تو ہم کو یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ مسیح کے معجزات برحق ہیں۔ پر یہ ہم نہیں کر سکتے پس اس دقت کو رفع کرنے کے لئے اُنہوں نے انجیلوں کی اصلیت اور قدامت ہی کا انکار کر دیا۔

انجیل کی قدامت پر اعتراض کرنے کا باعث

اور کہا کہ وہ متی اور مرقس اور لوقا اور یوحنا کی تصنیف ہی نہیں ہیں۔ بلکہ دوسری صدی کے آخری حصے میں کسی وقت لکھی گئیں۔ اور اُن کے مصنفوں نے مسیح کی شان اور نام بڑھانے کے لئے معجزانہ قصے اور کہانیاں بھی اُن میں شامل کر دیں۔ پروفیسر بروس صاحب کا یہ خیال بالکل صحیح ہے کہ اگر وہ معجزانہ عنصر جو اناجیل میں پایا جاتا ہے نکال دیا جائے تو پھر وہ لوگ جو اب انجیلوں کی اصلیت پر حملہ کرتے ہیں کبھی حملہ نہ کریں۔ بیشک انجیلوں کی اصلیت میں تو کسی طرح کا نقص نہیں پایا جاتا۔ پر وہ لوگ جو معجزات کے منکر ہیں مجبور ہیں کہ اُن کی اصلیت اور قدامت پر نقص چسپاں کریں ✦

گو ہم اس جگہ اناجیل کی قدامت اور اصلیت اور معتبری پر بہت کچھ لکھنے کو تیار نہیں۔ تاہم اتنا کہے بغیر خاموش بھی نہیں رہ سکتے۔ کہ مسیحی علما نے مخالفوں کے اعتراضوں کے جو جواب دئے ہیں وہ نہایت زبردست بلکہ فیصلہ کن ہیں ✦

انجیلوں کی اصلیت کے ثبوت میں جو دلیلیں مختصر طور پر پیش کی جاتی ہیں

انجیلوں کی اصلیت کے دو طرح کے ثبوت پیش کئے جاتے ہیں جو بیرونی اور باطنی کہلاتے ہیں۔ بیرونی ثبوتوں سے وہ گواہیاں مراد ہیں جو قدیم مسیحی بزرگوں اور بدعتیوں اور معترضوں کی تصنیفات اور دیگر خارجی اسباب سے ہم پہنچتی ہیں۔ مثلاً اگر ہم قدیم مسیحی بزرگوں کی تصانیف کو لیں اور سلسلہ تحقیقات شروع کریں تو ہم دیکھینگے کہ تیسری چوتھی صدی سے لیکر رسولی زمانہ تک ان بزرگوں کی گواہی برابر چلی جاتی ہے اور وہ اس طرح کہ وہ اپنی تصانیف میں ہماری موجودہ انجیلوں کے بے شمار مقام اقتباس کرتے ہیں۔ اور نیز ہم یہ دیکھینگے کہ وہ ان انجیلوں کو انہیں مصنفوں سے منسوب کرتے ہیں۔ جن سے ہم منسوب کرتے ہیں۔ زمانہ حال کے معترض اس ثبوت کے زور کو محسوس کرتے ہیں۔ پر اُسے نظر انداز کرنا چاہتے ہیں مگر کون بآسانی اس کو رد کر سکتا ہے؟ اگر ہمارے ناظرین اس مضمون کے متعلق کتاب زندہ مسیح اور اناجیل اربعہ کا مطالعہ فرمائیں تو اُن پر واضح ہو جائیگا کہ اناجیل کی اصلیت کے ثبوت میں یہ دلیل لاجواب ہے ✦

مسیحی مذہب کے قدیم مخالف انجیلوں کی اصلیت کے قائل ہیں

ماسوائے اس کے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ جو لوگ ان مسیحی بزرگوں کے مخالف تھے اور ان سے مذہبی بحث کیا کرتے تھے وہ بھی ان انجیلوں کی اصلیت اور معتبری پر شک نہیں لاتے۔ البتہ وہ مسیحی تعلیمات اور مسائل پر حملہ کیا کرتے تھے۔ مگر اس کا انکار نہیں کرتے تھے کہ متی کی انجیل کو متی نے اور مرقس کی انجیل کو مرقس نے اور لوقا کی انجیل کو لوقا نے اور یوحنا کی انجیل کو یوحنا نے تحریر کیا ہے ✦

انجیلوں کی باطنی خاصیت بھی اُن کی اصلیت اور قدامت کو ثابت کرتی ہے

لیکن زمانہ حال کے مخالفوں نے بیرونی شہادتوں سے کسی قدر روگردانی اختیار کی ہے اور اناجیل کی باطنی خاصیتوں کی نکتہ چینی پر زیادہ زور دیا ہے۔ چنانچہ طرز تحریر کے تفاوتوں۔ عبارت کی خاصیتوں اور لفظوں کی بحثوں اور اسی طرح کی کئی اور باتوں پر یہ دعوے قائم کیا ہے کہ یہ انجیلیں دوسری صدی میں تصنیف کی گئی تھیں لیکن مسیحی علماء نے انجیل کی عبارتوں اور لفظوں اور لوکل واقعات اور خصوصیات سے ثابت کر دیا ہے کہ یہ انجیلیں اصلی ہیں۔ انگریزی زبان میں بے شمار کتابیں اسی دلچسپ بحث کے متعلق موجود ہیں وہ یا تو خاص اسی مضمون پر لکھی گئی ہیں یا علم نظر و دکشن سے علاقہ رکھتی ہیں۔ شائقین ان کتابوں کو دیکھ کر اس مضمون کی نسبت خود فیصلہ کر سکتے ہیں +

نتیجہ اب نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جن کتابوں میں مسیح کے معجزات مندرج ہیں وہ اُنہیں لوگوں کی لکھی ہوئی ہیں جو ان معجزات کو بچشم خود دیکھنے والے تھے۔ اب ہم ان باتوں پر غور کرینگے جو یہ ظاہر کرتی ہیں کہ مسیح کے معجزات جو انجیلوں میں قلمبند ہیں وہ چشم دید گواہوں کی گواہی کی بنا پر قبول کرنے کے لائق ہیں۔ مگر اُن کا شمار پیش کرنے سے پیشتر ایک اور بات یاد رکھنے کے قابل ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ مسیحی مذہب کے سوائے اور کوئی مذہب ایسا نہیں جس نے اپنے دعووں اور تعلیموں کے ثبوت میں معجزات کی شہادت پیش کی ہو۔ یہ ہم مانتے ہیں کہ شاذ ہی کوئی ایسا مذہب ہوگا جس کے پیروؤں نے اپنے رہبر یا بانی سے کسی نہ کسی طرح کے عجیب کام منسوب نہ کئے ہوں مگر فرق یہ ہے کہ وہ اپنے بانیوں کے من جانب اللہ ہونے کے ثبوت میں معجزات کو اس طرح پیش نہیں کرتے جس طرح مسیحی مذہب کرتا ہے۔ یا یوں کہیں کہ اُن کے بانیوں نے کوئی ایسا معجزہ اپنے دعووں کے اشتہار کے ساتھ نہیں دکھایا جس کو لوگ اپنے حواس سے محسوس کرتے اور نقودیمس کی طرح بول اُٹھتے "اے ربی ہم جانتے ہیں کہ تو خدا کی طرف سے اُستاد ہو کر آیا ہے۔ کیونکہ کوئی یہ معجزے نہیں دکھا سکتا جب تک خدا اُس کے ساتھ نہ ہو"۔ ہم پھر کہتے ہیں کہ ہمارا یہ دعوے نہیں کہ مختلف مذاہب نے کبھی معجزوں کا دعوے نہیں کیا۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ بت پرست قوموں کی تاریخ جھوٹے معجزوں کے قصوں سے بھری پڑی ہے۔ پس جو ہمارا مطلب ہے وہ یہ ہے کہ دنیا کے مذاہب نے کبھی اپنے دعووں کی تصدیق کے

ایک بات یاد رکھنے کے قابل ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ مسیحی مذہب کے سوائے اور کسی مذہب نے اپنی الہامی تعلیموں کی تائید میں معجزات دکھانے کا دعوے نہیں کیا ہے

ہمارا مطلب یہ ہے کہ دوسرے مذہب معجزات کے وقوع پر مبنی نہیں بلکہ جو معجزات اُن سے منسوب کئے جاتے ہیں وہ اُن کے قائم ہو جانے کے بعد مشہور ہوئے

نے معجزات کو پیش نہیں کیا۔ بلکہ ان کے معجزات اُن کے قائم ہوجانے کے بعد شہرت پذیر ہوئے۔ یا یوں کہیں کہ اُن مذہبوں کا وجود اُن کے بانیوں کے معجزات پر مبنی نہیں۔ بلکہ اُن کے معجزات کا وجود اُن مذہبوں کے وجود پر مبنی ہے۔ یعنی جب وہ مذہب قائم ہوگئے اور لوگوں نے اُن کو قبول کرلیا تب معجزات نے بھی اُن مذہبوں کے متعلق رواج پایا۔ نہ کہ اُن مذہبوں نے معجزات کے وسیلے ہستی کی صورت دیکھی۔

محمدی مذہب اس دعوے کی ایک نظیر ہے

چند معجزانہ واقعات محمد صاحب سے بھی منسوب کئے جاتے ہیں۔ مگر اُنہوں نے اپنی رسالت کے ثبوت میں کسی طرح کے معجزوں کا دعوےٰ نہیں کیا بلکہ اُن لوگوں کو جو اُن سے نشانات طلب کرتے تھے۔ صاف کہدیا کہ خدا کہتا ہے کہ ہم نے تجھے اس واسطے معجزانہ نشانات نہیں دئے کہ اگلی قوموں نے ایسے نشانات کو فریب سمجھا۔ ایک اور موقعہ پر لوگ ان سے یہ کہتے ہیں کہ جب تک تو ہم کو کوئی نشان نہیں دکھائیگا ہم تجھ پر ایمان نہیں لائینگے اس کے جواب میں آں حضرت نے یہ کہا کہ اس قسم کے نشان دکھانا خدا کی قدرت میں ہے۔ اور وہ فرماتا ہے۔ کہ کیا یہ تمہارے لئے کافی نہیں کہ میں نے تم کو قرآن دیدیا ہے۔ تاکہ تم اُسے پڑھا کرو۔ ہم جانتے ہیں کہ محمد صاحب نے بعض فوق العادت باتوں کا دعوےٰ کیا۔ مثلاً معراج کے وسیلے عرش معلےٰ کی سیر کرنا۔ جبرئیل کی مخفی اور پوشیدہ ملاقاتوں کا حظ اُٹھانا اور غیر مخلوق فرقان کا وقت بوقت نازل ہونا اُن کے دعووں میں شامل ہے مگر ہم ان کو ایسے معجزات نہیں کہہ سکتے جن کی درستی یا نادرستی حواس کے وسیلے دریافت کی جائے۔ کیا آں حضرت اس بات سے واقف نہ تھے کہ معجزات کے سبب سے گذرے زمانہ میں مسیحی مذہب کو بڑی اقبالمندی حاصل ہوئی؟ ہاں وہ اس سے واقف تھے کہ معجزات کے سبب اُسنے ترقی پائی۔ کیا لوگ اُن سے معجزانہ نشانات طلب نہیں کیا کرتے تھے؟ ہاں کیا کرتے تھے۔ کیا وہ یہ نہیں سمجھتے تھے کہ اگر معجزانہ نشانات دکھائے جائیں تو نتیجہ حسب خواہش پیدا ہوگا؟ ہاں وہ خوب سمجھتے تھے کہ اگر معجزات دکھائے جائیں تو ایسا اثر ہوگا کہ بہت لوگ میرے دعووں کو قبول کرینگے۔ کیا اُنہوں نے فوق العادت سے بالکل کنارہ کشی کرنا مناسب سمجھا؟ نہیں اُنہوں نے کئی فوق العادت باتوں کا دعوےٰ کیا۔ مثلاً جبرئیل کی ملاقاتیں معراج اور غیر مخلوق قرآن کا نزول یہ سب باتیں خرق عادت پر دلالت کرتی ہیں اور وہ جانتے تھے کہ اگر یہ دعوے قبول ہوگئے تو عجیب قسم کی کامیابی نصیب ہوگی۔ یہ سب باتیں وہ جانتے تھے مگر پھر بھی اُنہوں نے کبھی ایسے معجزے کا دعوےٰ نہ کیا۔ اور نہ کوئی ایسا معجزہ دکھایا جس کے وقوع اور وجود کی تواریخی صحت چشم دید گواہوں کی گواہی پر مبنی ہوتی۔ گو محمد صاحب کے عجیب دعووں کو معجزات

نشانات کی شہادت کی ضرورت تھی۔ گو اُنہوں نے بعض بعض فوق العادت واقعات کا جن کا گواہ سوائے اُن کے اور کوئی نہ تھا دعوے بھی کیا۔ اور گو اُن کے معاصرین علم وتہذیب کے اعتبار سے ایسی لیاقت نہیں رکھتے تھے کہ حقیقی اور غیر حقیقی معجزات میں امتیاز کر سکتے۔ کیونکہ ملک عرب اُس وقت عجیب تاریکی میں ملفوف تھا۔ تاہم باوجود ان اسباب کے آں حضرت نے کبھی کوئی ایسا معجزہ نہ دکھایا جسے غیر لوگ دیکھتے اور اپنے حواس سے محسوس کرتے اور پھر اُس کی صحت پر گواہی دینے کے لئے جان پر کھیل جانے کو تیار ہو جاتے۔ ہم بڑے عجز اور انکسار سے عرض کرتے ہیں کہ کیا اس کا یہ سبب نہیں کہ آں حضرت جانتے تھے۔ کہ جبرئیل کی ملاقات اور معراج کی سیر اور قرآن کے فوق العادت نزول کا دعوے کرنا آسان ہے بہ نسبت ایسے معجزات دکھانے کے جن کی حقیقت سے عرب کے جاہل اور غیر مہذب باشندے بھی بوسیلے اپنے حواس کے بخوبی واقف ہو سکتے ہیں۔ پس بائبل ہی کا مذہب اکیلا وہ مذہب ہے جو اپنے دعوؤں کی تصدیق وتائید میں معجزات کی شہادت پیش کرتا ہے ہم ذرا آگے چل کر اس بات پر غور کرینگے۔ کہ جھوٹے معجزے کس طرح پیدا ہوتے ہیں۔ اور اُن میں اور مسیح کے معجزوں میں کیا فرق ہے۔ یہاں ہم اُن خاصیتوں کو ہدیہ ناظرین کرنا چاہتے ہیں جن کے ملاحظہ سے مسیح کی معجزانہ قدرت کی حقیقت ظاہر ہوتی اور اُس کے معجزانہ کاموں پر روشنی گرتی ہے۔ مسیحی علما نے ذیل کی باتیں اس خصوص میں پیش کی ہیں ✤

مسیح کے بہت سے معجزے ایسے ہیں جن کے وقوع کو فطرت کی طاقتوں سے منسوب نہیں کر سکتے

(۱) جو معجزانہ واقعات مسیح سے منسوب کئے جاتے ہیں اُن میں سے کئی ایسے ہیں جن کو کسی طرح فطری اسباب سے منسوب نہیں کر سکتے۔ یعنی اُن کی نسبت یہ نہیں کہہ سکتے کہ اُن میں سوپر نیچرل (فوق العادت) قدرت صرف نہیں ہوئی۔ بلکہ اُنہیں نیچر کی طاقتوں نے پیدا کیا اور مسیحیوں نے سہو سے اُن کو معجزہ مان لیا مثلاً اگر یہ درست ہو کہ پانچہزار اشخاص کو آسودہ کرنے سے پہلے واقعی سوائے پانچ روٹیوں اور دو مچھلیوں کے اور کچھ موجود نہ تھا۔ اگر یہ درست ہو کہ صوبہ دار کا خادم مسیح کے اُس کلمہ جاں بخش سے اچھا ہو گیا جو اُس کی زبان مبارک سے اُس وقت نکلا جبکہ وہ صوبہ دار کے گھر سے بہت دور کھڑا تھا۔ اگر یہ سچ ہو کہ ایک جنم کا اندھا فقط مٹی لگانے اور شیلوخ کے حوض میں نہانے سے بینا ہو گیا۔ اگر یہ صحیح ہو کہ لعاذر جو چار دن سے قبر میں مدفون تھا۔ مسیح کے کلام سے مردوں میں سے جی اٹھا تو یہ سب واقعات ایسے واقعات ہیں جو معجزانہ قدرت کے سوائے اور کسی طرح وجود میں نہیں آسکتے تھے۔ کیونکہ اُن کی شرح اور کسی بنا پر نہیں ہو سکتی۔ پس ہم دو نتیجوں میں سے ایک نتیجہ کو قبول کرنے

کے لئے مجبور ہیں یا تو ہم رسولوں کی گواہی کو رد کر کے ان واقعات کی معجزانہ خاصیت کا انکار کریں۔ یا یہ کہیں کہ یہ واقعات حقیقت میں معجزے ہیں +

مسیح کے معجزات حواس خمسہ سے پہچانے جاتے تھے

(۲) مسیح کے معجزات اس قسم کے تھے۔ کہ دیکھنے والے اپنے حواس کے وسیلے اُن کی حقیقت اور درستی پر رائے زنی کر سکتے تھے۔ معجزات کے لئے یہ لازمی امر ہے کہ دیکھنے والوں کو اُن کے وجود پر کسی طرح کا شک وشبہ نہ رہے۔ اور اس شناخت کے لئے علم اور تہذیب کی چنداں ضرورت نہیں۔ کیونکہ عالم اور جاہل سب اپنے حواس کے وسیلے اسباب کا فیصلہ کر سکتے ہیں کہ آیا وہ واقعہ جو ہم دیکھ رہے ہیں درحقیقت واقع ہو رہا ہے یا نہیں۔ مثلاً جب نائین

اس کی ایک مثال

کی بیوہ کے مردہ فرزند کا جنازہ قبرستان کی طرف جا رہا تھا اُس وقت عالم اور جاہل مرد اور عورت۔ دوست اور مخالف سب دیکھ رہے تھے کہ وہ مر گیا اور لوگ اُسے دفن کرنے کو لئے جا رہے ہیں۔ اُنہوں نے بیوہ ماں اور اُس کے ہمدرد دوستوں کو ماتم کرتے دیکھا۔ اُنہوں نے مسیح کو جنازہ ٹھیراتے اور اُس مردہ نوجوان کو اپنے کلام سے زندہ کرتے دیکھا۔ اور پھر اس کے بعد اس کو ایک مدت تک نائین شہر میں بود و باش کرتے دیکھا۔ اُنہوں نے اپنے حواس سے اس معجزے اور دیگر معجزات کی سچائی کو محسوس کیا +

ان معجزوں کو نہ صرف دوست بلکہ غیر بھی دیکھتے تھے۔

(۳) مسیح کے معجزات برملا طور پر دکھائے گئے۔ اُن کے دیکھنے والے نہ صرف مسیح کے شاگرد ہی تھے۔ بلکہ اغیار بھی تھے۔ اُس کے دشمن جو اُس کی اور اُس کے دعووں کی بیخ کنی کرنا چاہتے تھے اُن کو دیکھتے تھے۔ ارباب علم و فضل اور ناخواندہ اور جاہل صاحب مال و منال اور بے برگ و بے پر کنگال۔ فریسی اور کاہن صوبہ دار اور محصول لینے والے سب اُس کے معجزوں کو دیکھتے تھے +

ہر جگہ دکھائے جاتے تھے

وہ اپنے معجزے کونے میں گھسکر نہیں دکھایا کرتا تھا۔ اُس کی قدرت کے کرشمے جابجا جلوہ گر ہوتے تھے۔ وہ عبادت خانوں اور بازاروں۔ کھلے میدانوں اور لوگوں کے گھروں میں سرزد ہوتے تھے۔ بارہا یروشلم میں عیدوں کی تقریب پر جبکہ ہزارہا یہودی وہاں موجود ہوتے تھے مسیح کے معجزات وقوع میں آتے تھے +

تعداد میں بے شمار تھے

پھر یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اُس کے معجزات بے شمار تھے۔ کیونکہ اُس نے نہ صرف وہی معجزات نہیں دکھائے جن کا تذکرہ انجیل میں قلمبند ہے۔ وہ مشتے نمونہ از خروارے کا کام دیتے ہیں۔ کیونکہ ہم انجیلوں کے کئی مقامات سے سیکھتے ہیں کہ اُس نے ماسوائے اُن معجزات کے

جن کا مفصل ذکر اناجیل میں درج ہے اور بہت سے معجزات دکھائے۔ وہ شخص جو فریب سے کام
لیتا ہے وہ صرف دو یا تین ہتھکنڈوں پر اکتفا کرتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ جس قدر اُن کا شمار زیادہ
ہوگا اُسی قدر میری شرارت کے فاش ہو جانے کا اندیشہ زیادہ ہے۔ ہندوستان میں زود اعتقاد
لوگوں کے درمیان بارہا ایسے لوگ نمودار ہوتے ہیں
جو اپنی کرامات سے لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں مگر اُن کی کامیابی تھوڑے سے عرصے میں کافور
ہو جاتی ہے۔ کیونکہ وہ اپنی غداری کو بہت دیر تک چھپا نہیں سکتے۔ اگر مسیح بھی فریبی ہوتا اور نادانی
سے بہت سی کراماتیں دکھانے کے لئے چالاکی کو کام میں لاتا تو اُس کا نام اُس کے مرنے سے پہلے مٹ
جاتا۔ اور اگر وہ بہت ہوشیاری سے کام لیتا تو صرف دو تین اچنبھوں پر اکتفا کرتا۔ ماسٹر رام چندر بوس
کا یہ قول بالکل صحیح ہے کہ "مسیح کا بے شمار معجزات دکھانا اس بات کو بخوبی ثابت کرتا ہے کہ وہ نہ کوتہ اندیش
دھوکے باز اور نہ چالاک فریبی تھا۔ بلکہ خدا کا بھیجا ہؤا تھا۔ وہ اپنی فوق العادت قدرت سے بخوبی واقف
تھا۔ اور اُس کے عظیم الشان کام جنسے اُس نے اپنی رسالت کو ثابت کیا حقیقی معجزات تھے"۔

فریبی آدمی بہت معجزہ دکھانے کی کوشش نہیں کرتا

اور وہ موقعے بھی جن پر وہ اپنے معجزات دکھاتا تھا۔ مختلف اقسام کے ہوتے تھے۔ پس کوئی
یہ نہیں کہہ سکتا کہ اُن کے لئے پہلے ہی سے تیاری یا سازش کی
جاتی تھی۔ مثلاً جو کوئی بیماری سے شفا پانے کو آتا تھا۔ لوگ
اُس کی حالت سے پہلے ہی واقف ہوتے تھے۔ اور پھر اُس کے شفا پانے کے بعد اُس کے حالات
سے بخوبی آگاہ ہو سکتے تھے۔ جو لوگ مردوں سے زندہ کئے جاتے تھے وہ زندہ ہوتے ہی مر نہیں جاتے
تھے۔ اور نہ کسی ایسی جگہ چھپ جاتے تھے کہ اُن سے ملنا ناممکن ہوتا۔ بلکہ وہ جینے کے بعد
اپنے رشتہ داروں اور جان پہچانوں کے ساتھ برابر اُٹھتے بیٹھتے تھے۔ وہ مسیح کی قدرت کی ایک زندہ مثال
تھے۔ مثلاً لعاذر کی قبر کے اردگرد کئی یہودی جو یسُوع کی مسیحائی کے قائل نہ تھے موجود تھے۔ وہ
دریافت کر سکتے تھے کہ کیا وہ زندہ ہوا ہے یا جھوٹ موٹ یہ دعوے کیا جاتا ہے کہ وہ زندہ ہو گیا ہے؟
ہم دیکھتے ہیں کہ زندہ ہونے کے بعد وہ اُن کی نظروں سے غائب نہیں ہؤا بلکہ تھوڑی دیر کے
بعد بیت عنیا میں ضیافت کے موقعہ پر اُن کے ساتھ شامل ہؤا۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ کئی اور یہودی
اُس جگہ آئے تاکہ اُسے جو مردوں میں سے زندہ ہؤا تھا دیکھیں۔ علاوہ بریں ہم یہ بھی پڑھتے ہیں
کہ کاہنوں نے مل کر یہ منصوبہ باندھا کہ اُسے جان سے مار ڈالیں کیونکہ وہ خیال کرتے تھے۔ کہ
بہت سے یہودی اُسی کے سبب سے مسیح پر ایمان لائے ہیں۔

مسیح مختلف موقعوں پر فی الفور اپنے معجزات دکھاتا تھا لہذا سازش کے خیال کو جگہ نہیں ملتی

مسیح کے معجزے مختلف قسم کے تھے

(۴) لیکن ایک اور صفت مسیح کے معجزوں کی یہ ہے کہ وہ طرح طرح کے تھے۔ اُس نے فقط دو یا تین قسموں کی بیماریوں کو چنگا نہیں کیا بلکہ مختلف قسم کے امراض کو دور کیا۔ اُس کے کلام معجز نظام سے طرح طرح کے مریضوں نے شفا پائی۔ بلکہ مردے بھی اپنے قبروں سے جی اُٹھے جنم کے اندھے بے اُمید کوڑھی۔ اور وہ جو ماں کے شکم سے لنگڑے پیدا ہوئے تھے اور وہ جو سوکھ کر کانٹا ہو گئے تھے۔ وہ جو فالج کے پنجہ میں گرفتار اور دیوانہ پن کے شکار ہو گئے تھے سب اُس کے کلمۂ اعجاز اثر سے شفایاب ہوئے دو مرتبہ اُس نے ہزارہا اشخاص کو معجزانہ طور پر کھانا کھلا کر سیر و آسودہ کیا۔ تین مردوں کو زندہ کیا۔ سمندر اُس کا محکوم اور فطرت کی قوتیں اُس کی محکوم تھیں +

فی الفور وجود میں آتے تھے

اس موقعہ پر یہ بھی جتا دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ خداوند مسیح کے معجزوں کی ایک یہ عجیب خصوصیت تھی کہ جوں ہی کلام اُس کے مُنہ سے نکلتا تھا اُسی وقت مریض فائز المرام ہو جاتا تھا۔ نہ کبھی دیر لگتی اور نہ شفا میں نقص رہتا تھا۔ بلکہ شفا اعلےٰ طور پر اور علے الفور نمودار ہوتی تھی +

مسیح کبھی کسی معجزے کے قصد میں ناکام نہیں رہا

علاوہ بریں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ ایک دفعہ بھی معجزہ دکھانے کے قصد میں ناکام نہیں رہا۔ جس معجزے کا ارادہ اُس نے کیا وہی وجود میں آیا۔ کیا اُن فقیروں اور رمالوں میں یہی بڑا نقص نہیں ہوتا کہ جو کچھ وہ کہتے ہیں وہ کبھی کبھی پورا ہوتا ہے۔ لوگ منتیں مانتے اور مرادیں مانگتے ہیں اور اگر اتفاق سے کوئی بات پوری ہو جاتی ہے تو زود اعتقاد لوگوں کا اعتقاد اور بھی مضبوط ہو جاتا ہے۔ پر وہ اس بات کو بھی جانتے ہیں کہ اگر اُن لوگوں میں سچ مچ مرادیں عطا کرنے کی قدرت ہو تو اُن کی بات رائگاں نہ جائے بلکہ ایک ایک وعدہ تیر بہدف کا کام دے۔ اب اگر مسیح معجزانہ اظہاروں کے متعلق کبھی کبھی کامیاب ہوتا تو لوگ فوراً اس بات کو جان لیتے اور اُس کے فریب کا بھانڈا پھوڑ دیتے۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ مسیح کے مخالف اُس سے اکثر بحث کیا کرتے تھے۔ اور اُس کے بعد اُس کے شاگردوں اور شاگردوں کے شاگردوں کے ساتھ بحث کرتے رہے۔ اس بحث اور مناظرے کی کتابیں اب تک موجود ہیں۔ مگر کبھی کسی نے یہ الزام نہ لگایا کہ تمہارے ہادی نے فلاں وقت فلاں معجزہ دکھانے کی کوشش کی پر وہ کامیاب نہ ہُوا +

اب اگر یہ بفرض محال مان لیا جائے کہ وہ تمام معجزات جو کہ انجیلوں میں درج ہیں سب کے سب فریب پر مبنی ہیں تو ہماری رائے میں یہ بات بجائے خود ایک عجیب معجزہ ہو گی کہ باوجودیکہ مسیح کے تمام معجزات فریب پر مبنی تھے مگر پھر بھی وہ اس فریب دہی میں ایسا کامیاب نکلا کہ کبھی کسی

شخص نے ایک دفعہ بھی اُس کی ناکامیابی اور فریب کو نہ پکڑا۔ تعجب ہے کہ جن فریب آمیز اسباب کو وہ کام میں لایا کرتا تھا اُن کی کل کے پُرزے ایسے کارکن اور کارگر تھے کہ کبھی اُن میں نقص نہیں آتا تھا اور اُس کے فریب کا سکہ ایسا جم گیا تھا کہ عالم اور عاقل۔ نادان اور جاہل۔ دیندار اور بے دین سب کے سب اُس کے جل میں آجاتے تھے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ زود اعتقاد کون ہے؟ کیا وہ شخص جو مسیح کے معجزوں کا قائل ہے یا وہ شخص جو اُن کا انکار کرتا ہے۔

انجیلی معجزات کی گواہی کا فیصلہ کرتے وقت یہ بھی دیکھنا چاہئے۔ کہ وہ کتنے عرصہ میں دکھائے گئے

اسی کے ضمن میں ایک اور بات غور طلب ہے اور وہ یہ ہے کہ ہمیں مسیح اور اُس کے شاگردوں کے معجزات کی سچائی کا موازنہ کرتے وقت یہ بھی یاد رکھنا چاہئے۔ کہ اُس کے اور اُس کے شاگردوں کے معجزے کتنے عرصہ میں سرزد ہوئے۔ مسیح کے زمانہ سے لیکر اُس کے آخری شاگرد کی موت تک ستر سال کا عرصہ حائل ہے اور ہمیں اناجیل کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس تمام عرصہ میں معجزانہ صحت کا چشمۂ فیض برابر جاری رہا۔ اور ہم اوپر عرض کرچکے ہیں کہ جس قدر جو فروشی اور گندم نمائی زیادہ دیر تک اختیار کی جاتی ہے اُسی قدر شرارت کی پردہ دری کا زیادہ اندیشہ ہوتا ہے۔ اب کیا یہ حیرت کی بات نہیں کہ ستر برس تک مسیح اور اُس کے شاگرد اس مکاری اور عیاری کے کام میں مصروف رہے۔ پر کسی نے اُن کا منہ بند نہ کیا۔ اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی توجہ طلب ہے کہ وہ سب کے سب ایک ہی جگہ اکٹھے نہیں رہے بلکہ مسیح کی وفات کے چند دن بعد اِدھر اُدھر تتر بتر ہوگئے۔

اور کونسی جگہوں میں دکھائے گئے

نیز یہ یاد رکھیں کہ یہ معجزات چھوٹے چھوٹے گاؤں ہی میں نہیں دکھائے گئے جہاں لوگ چالاکی اور شرارت کو دریافت کرنے کی لیاقت نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ رومی سلطنت کے اُن بڑے بڑے شہروں میں دکھائے گئے جہاں علم و ہنر کی روشنی خوب چمکتی تھی۔ کیا ایسے ایسے شہروں میں بھی مسیح اور شاگرد اپنی چالاکی یا مکاری سے باز آئے واضح ہو کہ فریب دینے والے ایسا نہیں کرتے۔ کوئی بے وقوف ایسے کوتہ اندیش کام کرے تو کرے مگر بے وقوفوں کی بے وقوفی فوراً فاش ہو جاتی ہے۔

لوگ ان معجزوں کی حقیقت کو بخوبی جان سکتے تھے

(۵) ایک اور بات جو ہم ناظرین کے غور کے لئے پیش کرتے ہیں یہ ہے کہ لوگ مسیح کے معجزوں کی حقیقت سے اُسی وقت جبکہ وہ وقوع میں آتے تھے۔ بلکہ وقوع سے بہت مدت بعد بھی اُن کی حقیقت سے بخوبی واقف ہوسکتے تھے۔ یاد رہے کہ جھوٹے معجزے اُسی وقت بازار خریداری میں قیمت پاتے ہیں۔ جبکہ حاکم وقت اور صاحب اقتدار اشخاص کی

اگر یہ معجزے راست نہ ہوتے تو ان کی غلطی فوراً کھل جاتی کیونکہ چھوٹے بڑے سب مسیح کے مخالف تھے۔

اگر حکام کی رائے اور علم لوگوں کا خیال اُن کے حق میں نیک ہو پر اگر حکام کا سایہ سر پر نہ ہو اور لوگ مخالفانہ پہلو اختیار کریں اور وہی اتنے معجزے دکھائے جتنے مسیح نے دکھائے تو تھوڑے ہی دنوں میں فریب کی قلعی کھل جائے۔ اب اگر آپ تاریخ کا مطالعہ فرمائیں تو آپ کو معلوم ہوگا۔ کہ مسیح کے زمانہ میں بعینہٖ یہی حال تھا۔ اُس کی انجیل کو حاکم وقت کا سایۂ عاطفت کبھی نصیب نہ ہُوا۔ لوگوں نے کبھی ہمدردی نہ دکھائی تمام دنیا اُس کی مخالف تھی تاہم اُس نے اپنے معجزات اپنی مسیحائی کے ثبوت میں پیش کئے۔ اور ایسی جگہوں میں قوت اعجاز کے کرشمے ظاہر فرمائے جہاں خاص و عام جمع ہوتے تھے اور چونکہ انجیل کا مقصد یہ تھا کہ یہودی مذہب کی دینی حکومت ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے اور مسیحی مذہب کا پھریرا غیر قوموں کے بوسیدہ مذاہب کے کھنڈرات پر لہرائے۔ لہٰذا اُس کے ان دعووں کو دیکھ کر دنیا کی حکومت کی عداوت۔ یہودی اور بت پرست کاہنوں کی مخالفت۔ تمام لوگوں کے تعصبات کی روک سارے زور سے اُس کی انجیل کی مخالفت پر تُلی ہوئی تھیں۔ خصوصاً یہودی کاہنوں اور فریسیوں اور فقیہوں کے عناد اور بغض اور کینے کی تو کوئی حد ہی نہ تھی جوں جوں اس کے معجزات کو دیکھ کر لوگ اُس کی پیروی اختیار کرتے جاتے تھے اسی قدر اُن کی آتش حسد زیادہ بڑھتی جاتی تھی۔ کیا آپ قیاس کر سکتے ہیں۔ کہ ان لوگوں نے جو اُس کے مخالف تھے ان معجزات کی سچائی اور جھوٹ کے دریافت کرنے میں کوئی دقیقہ اُٹھا رکھا ہوگا۔

دشمنوں کے پاس ان معجزوں کو پرکھنے کے واسطے کافی موقع موجود تھا

واضح ہو کہ اس کے دشمنوں کے پاس معجزات کے سچ اور جھوٹ کو جاننے کے لئے عمدہ اور موزون موقعے موجود تھے لوگوں نے اکثر اپنے بزرگوں سے معجزات منسوب کئے ہیں مگر وہ دائرۂ تحقیقات سے ہمیشہ باہر پائے گئے ہیں مثلاً فرانسیس زیویر سے بھی کئی معجزات منسوب کئے گئے ہیں پر اگر پوچھا جائے کہ کہاں اور کب سرزد ہوئے تو ان سوالوں کے جواب اس صورت میں دئے جاتے ہیں کہ اُن کی نسبت تحقیق کرنا نہایت مشکل بلکہ محال معلوم ہوتا ہے کون اُن مشرقی ممالک میں گھومے جہاں جہاں زیویر گھوما۔ کون اُن لوگوں کو جمع کرے جو اُس وقت اُن جگہوں میں رہتے تھے۔ کون اُن سے پوچھے کہ تم زیویر کے معجزوں کی نسبت کیا کہتے ہو۔ کیا زیویر نے کبھی تمہارے سامنے معجزہ دکھانے کا دعوے کیا؟ پر مسیح کے معجزوں کی نسبت ایسا نہیں کہا جا سکتا رسُولوں نے اُن معجزوں کی اُنہیں جگہوں میں منادی کی جہاں وہ دکھائے گئے تھے۔ بلکہ برعکس اس کے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ کاہن اور فقیہہ اور فریسی اُس کے معجزات کے متعلق مشو

کرتے تھے اور جب دیکھتے تھے کہ ہم اُن کا انکار نہیں کر سکتے تو آخر کار بعل زبول سے منسوب کرتے تھے۔ مگر اُن کے وقوع کا انکار ہرگز نہیں کر سکتے تھے اس کے شاگرد بڑی دلیری اور بیباکی سے مسیح کے معجزات کی منادی سب لوگوں کے سامنے کیا کرتے تھے۔ چنانچہ دیکھئے کس طرح پطرس نے پنتکوست کے موقعہ پر ہزارہا لوگوں کی طرف متوجہ ہو کے جو جگہ جگہ سے یروشلیم میں آئے ہوئے تھے یہ کہا "اے اسرائیلی مردو یہ باتیں سنو کہ یسوع ناصری ایک مرد تھا جس کا خدا کی طرف سے ہونا تم پر ثابت ہُوا۔ اُن معجزوں اور اچنبھوں اور نشانیوں سے جو خدا نے اُس کی معرفت تمہارے بیچ میں دکھائیں"۔ اعمال ۲: ۲۲ وہ لوگ اسی قسم کی بار بار منادی کیا کرتے تھے۔ کیا آپ خیال کر سکتے ہیں کہ ایسے دعوے سُن کر لوگ خاموش بیٹھے رہتے تھے کسی طرح کی تحقیقات نہیں کیا کرتے تھے؟

اس کے ساتھ ساتھ اس خیال کی طرف بھی توجہ فرمائیے کہ وہ شخص کون تھے جن کے معجزانہ کاموں کا امتحان اور ملاحظہ اس طرح کیا جا سکتا تھا۔ اگر وہ لوگ زیور علم سے آراستہ ہوتے۔ اگر دولت کے ساز و سامان سے مالامال ہوتے یا یُوں کہیں کہ اگر ان کے پاس فریب دہی کے سب سامان اور اسباب مہیا ہوتے تو شاید اُن کی فتنہ پردازیوں کو پوست برکندہ کرنا مشکل ہوتا۔ پر مسیح اور اُس کے شاگرد کیا تھے جو فریب کاری میں بے روک ٹوک کامیاب ہوتے چلے جاتے انکو نہ اپنی سوسائٹی میں اور نہ علم و ہنر کی دنیا میں ایسا رتبہ حاصل تھا کہ اُن کے فریب کی پردہ دری نہ ہوتی۔ کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی معجزہ ہو سکتا ہے کہ ایک بے نوا بڑھئی جس نے کبھی کسی مدرسے یا سکول میں تعلیم نہیں پائی تھی۔ اپنے شاگردوں کے ساتھ جو گمنام اور اَن پڑھ سے مچھوے تھے اور سوائے ماہی گیری کے اور کچھ نہیں جانتے تھے ملکر ایک ایسا عجیب منصوبہ فریب کا باندھا کہ ہزارہا دشمنوں میں سے جو بخوبی اس کی اور اس کے شاگردوں کی شرارت کو دریافت کر سکتے تھے ایک بھی ایسا نہ نکلا جو اُن کے بھید سے واقف ہو کر اُن کی سازش کو طشت از بام کر دیتا!

(۶) پھر ایک اور قابل یاد بات ہے۔ کہ تاریخ بتاتی ہے کہ قدیم مسیحیوں کو لوگوں نے بہت پھسلایا اور دھمکایا کہ وہ اُس عقیدے کو جسے اُنہوں نے معجزوں کی شہادت کے زور پر قبول کیا تھا چھوڑ دیں لیکن اُنہوں نے اپنی جان دیدی مگر یہ نہیں کہا کہ ہم نے معجزے نہیں دیکھے بلکہ بڑا دھوکا کھایا ہے۔ ہاں ان میں سے کبھی کسی نے یہ نہ کہا کہ جن فوق العادت اظہارات کو درست سمجھ کر ہم نے انجیل کی تعلیمات کو قبول کیا تھا۔ وہ جھوٹ نکلے۔ دعوے یہ نہیں کہ کبھی کسی شخص نے قدیم زمانہ میں مسیحی عقیدے کو ترک نہیں کیا۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ کئی ضعیف ایمان لوگوں نے شکنجوں سے ڈر

آگ کے شعلوں اور تلوار کی دھار کے ڈر سے مسیح کے نام کا انکار کیا۔ مگر دعویٰ یہ ہے کہ ان میں سے کسی نے یہ نہ کہا کہ وہ معجزے جن کو ہم نے صحیح جانا تھا جھوٹے تھے وہ جو مسیح پر ایمان لاتے تھے اُن کو رسولوں کے پوشیدہ حال سے بخوبی واقفیت ہوجاتی تھی کیونکہ وہ مسیحی ہونے کے بعد مسیحی مذہب کے ہمدرد سمجھے جاتے تھے لہٰذا ان سے کسی طرح کا پردہ نہیں تھا۔ اگر مسیح اور اس کے شاگرد اپنے معجزات کے معاملے میں جھوٹے ہوتے اور اگر وہ کسی طرح چالاکی کو کام میں لاتے تو وہ لوگ جو اُن سے آملے تھے ضرور اُن کی چالاکی کو جان لیتے . . . .

. . . . اور ان میں سے وہ جنہوں نے پھر مسیح کا انکار کیا ضرور اگر کوئی چالاکی یا فریب ہوتا۔ تو افشائے راز کر دیتے اول تو وہ خود ہی عیسائیوں کے دھوکے سے تنگ آکر ایسا کرتے دوم مسیح کے دشمنوں کے سامنے ایسا کرنے سے بہت سا انعام بھی پاتے۔ اب یہ بات یہوداہ اسکریوطی کے حال سے بخوبی کھل جاتی ہے۔ وہ اُن بارہ شاگردوں میں سے تھا جو ہمیشہ مسیح کے ساتھ رہا کرتے تھے۔ وہ روپیہ پیسے کا حساب رکھا کرتا تھا۔ اگر مسیح کے کاموں پر کسی طرح کا پردہ پڑا ہُوا تھا تو یہوداہ اُس سے بخوبی واقف تھا۔ اگر یسوعؔ کسی فریب سے کام لیا کرتا تھا تو یہوداہ جانتا تھا کہ وہ فریب کیا ہے۔ اور اس فریب کو طشت ازبام کرنا بھی اُس کے لئے کچھ مشکل نہ تھا۔ کیونکہ جب اُس نے خود معجزے دکھانے والے (یعنی یسوعؔ) کو پکڑوا دیا تو اُس کے فریب کو اگر فریب اُس کے کاموں میں داخل ہوتا فاش کرنا اُس کے لئے ناممکن کام نہ تھا۔ ماسوائے اس کے ہم دیکھتے ہیں کہ اس کے لئے ہر طرح کی ترغیب موجود تھی کہ چھپے ہوئے رازوں کو فاش کر ڈالے۔ چنانچہ اگر کوئی فریب ہوتا۔ اگر کوئی چالاکی ہوتی اور وہ اُسے ظاہر کر دیتا تو ایسا کرنے سے اُسے زیادہ روپے اپنی خدمت کے صلے میں دستیاب ہوتے۔ پر ہم پوچھتے ہیں کہ کیا اُس نے کوئی ایسی بات مسیح کے دشمنوں کو بتائی جس سے یہ ثابت ہوتا۔ کہ مسیح کے معجزے چالاکی یا فریب کے ہتھکنڈے تھے؟ برعکس اس کے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ وہ مسیح کے بدن کو تو مصلوب ہونے کے لئے پکڑوا دیتا ہے۔ مگر اُس کی سیرت پر کسی طرح کا عیب نہیں لگا۔ وہ اُس کے کاموں کو فریب سے منسوب نہیں کرتا۔ اور نہ اُن کی حقیقت کا منکر ہے۔ آپ ذرا کائفا کے دربار کا ملاحظہ فرمائیں۔ مسیح وہاں بصورت مجرم موجود ہے۔ گواہ طلب کئے جاتے ہیں۔ کیا یہوداہ ان گواہوں کے درمیان موجود ہے؟ گواہ طلب کئے جاتے ہیں۔ اظہارات لئے جاتے ہیں۔ کیا یہوداہ ان گواہوں کے درمیان موجود ہے؟ جھوٹے گواہ تو حاضر ہیں۔ پر یہوداہ کہاں ہے؟ کیا وہ شخص جس نے اُس کے بدن

کو تیس روپیہ کو بیچ ڈالا۔ اب اُس کے برخلاف کچھ نہیں کہیگا؟ کیا کائفا اور دیگر مخالف اس نکتے کو نہیں سمجھتے کہ اس موقعہ پر یہودا کی گواہی اکیسر ہوگی؟ کیا یہودا نہیں جانتا کہ اگر ایک نقطہ بھی اس موقعہ پر اپنی زبان سے کہہ دوں تو جیب دِرموں سے پُر ہو جائیگی؟ ہاں۔ یہودا کی گواہی کی جو وقعت اس وقت ہو سکتی تھی اُسے یہودی اور یہودا بخوبی جانتے تھے ۔ تاہم یہودا نے کوئی الزام مسیح پر نہ لگایا۔ بلکہ اُس نے بڑے عجیب طور پر مسیح کی راستبازی اور اُس کے کاموں کی سچائی پر گواہی دی۔ یہودا بڑا لالچی اور طامع شخص تھا۔ اُس نے اپنی طمع کے سبب سے مسیح کو پکڑوایا مگر بعد میں جب ضمیر کی کاوش نے ستانا شروع کیا تو اُس نے وہ روپے جو مسیح کے دشمنوں سے لئے تھے پھینک دئے۔ اور کاہنوں اور بزرگوں کے روبرو اقرار کیا کہ "میں نے گناہ کیا کہ بے قصور کو قتل کے لئے پکڑوایا" یاد رہے۔ کہ یہودا جانتا تھا۔ کہ میری اس حرکت سے ان لوگوں کا نائرہ غضب مشتعل ہو جائیگا۔ مگر پھر بھی اُس نے مسیح کی بے گناہی کا اقرار کیا۔ پر اُس نے اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ ضمیر کی ملامت سے تنگ آ کر اپنے تئیں قتل کر ڈالا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ وہ روپیوں کو مقدس میں پھینک کر چلا گیا اور جا کر اپنے آپ کو پھانسی دی"۔ اگر ہم کسی بات کی صداقت اور راستی کی گواہی چاہتے ہیں۔ تو ہمیں اس سے بڑھ کر اور کوئی مضبوط گواہی نہیں مل سکتی +

اگر انجیلی معجزات فے الحقیقت وجود میں نہ آئے تو مسیح اور اُس کے شاگردوں نے جان بوجھ کر جھوٹ بولا

(۷) واضح ہو کہ ان معجزات کے متعلق دو باتوں میں سے ایک بات ضرور ماننی پڑتی ہے۔ یعنی یا تو ہم یہ مانیں کہ وہ معجزات جن کا ذکر انجیلوں میں درج ہے فے الحقیقت وجود میں آئے اور یا ہم یہ مانیں کہ کوئی معجزہ سرزد نہیں ہُوا بلکہ لوگوں نے جھوٹ موٹ کہہ دیا کہ معجزہ وقوع میں آیا ہے۔ اب اگر مسیح کے معجزات حقیقی معجزات نہ تھے ۔ اگر اُس کے رسُولوں کے معجزات حقیقی معجزات نہ تھے تو وہ لوگ جو معجزہ دکھانے کا دعوے کرتے تھے ۔ یعنی مسیح اور اُس کے رسُول جانتے تھے کہ جب ہم ان کاموں کو معجزہ کہتے ہیں تو ہم جھوٹ بولتے ہیں۔ پس وہ جانتے تھے کہ ہمیں خدا نے مقرر نہیں کیا اور نہ اُس نے ہم کو بھیجا ہے ۔ مگر پھر بھی ہم یہ دعوے کرتے ہیں کہ ہمیں خدا نے اپنا پیغام دیکر بھیجا ہے ۔ اب اگر یہ بات صحیح ہے تو وہ دیانت دار یا خدا پرست یا دیندار لوگ نہ تھے۔ کیونکہ اگر وہ دیانت دار اور دیندار لوگ ہوتے۔ اگر وہ صادق اور راستی پسند آدمی ہوتے تو ایسی جعلسازی کو کام میں نہ لاتے ۔ پھر سوال برپا ہوتا ہے کہ اُنہوں نے اس جعلسازی کو کس مقصد سے اختیار کیا ہے۔ کیا فائدہ نظر

اگر یہ سچ ہے تو اُنہوں نے یہ جعلسازی کسی نہ کسی لالچ کے لئے اختیار کی

تھا۔ کہ جو کام معجزے نہ تھے انہوں نے لوگوں کی نظروں میں انہیں معجزے بنا دیا؟
کیونکہ دغاباز اور دروغ گو لوگوں سے بھلائی کی توقع نہیں ہوسکتی اور نہ ہم اُسے بھلائی کہہ
سکتے ہیں جس کی بنا دغابازی اور جعلسازی پر قائم ہے۔ پس اُن کا مقصد سوائے اپنی حرص اور
لالچ کو پورا کرنے کے اور کچھ نہ تھا۔ اب اگر یہ دعوے درست ہو تو ہمیں یہ کہنا پڑیگا کہ اُنہوں نے
اپنے لالچ کو پورا کرنے کے لئے ایک ایسا طریقہ اختیار
کیا جس سے سوائے حماقت اور نقصان کے اور

پر لالچ کو پورا کرنے کے لئے یہ طریقہ بڑا ناقص طریقہ ہے
کیونکہ اس سے کوئی دنیاوی غرض پوری نہیں ہوتی

کچھ نہیں ٹپکتا کیونکہ ایسے طریقوں کے اختیار کرنے سے دنیاوی غرض کبھی پوری نہیں ہوسکتی
اب آپ تھوڑی دیر کے لئے یہ فرض کریں کہ وہ جھوٹے اور جعلساز آدمی تھے۔ کہ وہ اپنی مطلب
براری کے لئے معجزوں کا دعوے کیا کرتے تھے اور اُن کے معجزات کو نظر تعمق سے دیکھتے ہوئے
اُن میں کسی دنیوی غرض کا سراغ لگائیں۔ کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ آپ اُن میں یہ سُراغ
لگا سکینگے۔ کہ مسیح اور اُس کے شاگرد حریص اور دنیادار آدمی تھے؟ اگر آپ ان معجزات کا
ملاحظہ فرمائیں۔ تو آپ یہ دیکھ کر حیران ہونگے کہ گو مسیح کے معجزات بے شمار اور قسم قسم کے تھے
اور مختلف موقعوں اور حالتوں میں دکھائے گئے تھے تاہم اُن سے

پر اُن کی کوئی دنیاوی غرض نہ تھی

کوئی دنیاوی غرض نہیں ٹپکتی ہے۔ اب اگر ہم اُنہیں جھوٹے معجزے تصور کریں تو اور
بھی حیرت آتی ہے کہ اُن پر ایسی عجیب حکمت سے روغن کیا گیا ہے کہ دیکھنے والوں میں سے
ایک نے بھی اُن کے اصل مطلب کو نہ پہچانا۔ اب کسی ملک یا کسی زمانہ کے جھوٹے معجزوں کو
لیجئے اور تاریخی حالات دریافت کیجئے۔ آپ کو فوراً معلوم ہو جائیگا کہ اُن کے مدعیوں کا اصل مطلب
کیا تھا۔ پر اگر مسیح اور اُس کے شاگردوں کے معجزے جھوٹے تھے تو یہ ماننا پڑیگا۔ کہ
اُنہوں نے سب معجزوں سے انوکھا معجزہ یہ دکھایا کہ اپنی اصل غرض کو ایسی حکمت سے چھپایا
کہ کوئی شخص اُسے نہ جان سکا۔ بات اصل یہ ہے کہ اُن سے کسی طرح کی دنیوی غرض۔ کوئی
ادنےٰ مقصد مترشح نہیں ہوتا بلکہ اُن کی خاصیت سے خدائے تعالےٰ کی الہٰی شوکت
اُس کی پاکیزگی۔ اُس کا انصاف۔ اُس کا فضل۔ اُس کا رحم اور اُس کی محبت ظاہر ہوتی
ہے۔ ہاں مسیح کے معجزات اُس کی جلیل سیرت اور عالیشان عہدے سے مطابقت رکھتے
ہیں۔ وہ اُس کے عہدے کو ثابت کرتے اور اُس کی محبت بھری زندگی کو روشن کرتے ہیں۔ یا
یوں کہیں کہ اُن پر الہٰی تجلی اور بے غرضی اور محبت کی مہر لگی ہوئی ہے۔ اُن سے کوئی ایسی

بات نہیں ٹپکتی جس سے یہ ظاہر ہو کہ مسیح اور اُس کے شاگردوں نے یہ ساری کارستانی اپنی کسی مخفی غرض کو پورا کرنے کے واسطے اختیار کی دیکھئے کہ وہ جا بجا دشمنوں سے گھر جاتا ہے۔ وہ کبھی اُسے پتھراؤ کرنا چاہتے ہیں۔ کبھی پہاڑ پر سے گرانے کی فکر میں لگ جاتے ہیں۔ کبھی اُسے ٹھٹھوں میں اُڑاتے ہیں اور آخر کار بصد تحقیر و تکفیر اُسے صلیب پر چڑھا دیتے ہیں۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ گو وہ عجیب طرح کی قدرت رکھنے کا دعوےٰ کرتا ہے تاہم اُس سے کبھی کوئی ایسی حرکت سرزد نہیں ہوتی جس سے انتقام کی بو آئے۔ لوگ اُسے حقارت کی نظر سے دیکھتے اور رد کرتے ہیں مگر اُس کے معجزات سے نہ اشتیاقِ ناموری نہ حصولِ دولت اور نہ تمنائے عزت کی خواہش ظاہر ہوتی ہے۔ گو ہزاروں کو سیر کرتا ہے۔ مگر خود بے زر اور بے گھر ہے۔ وہ نیک گڈریے کی طرح دوسروں کی جانوں کی سلامتی ڈھونڈتا ہے۔ مگر اپنی جان کی پروا نہیں کرتا۔ انہیں دُکھ اور محتاجی سے رہائی دینے کو تیار ہے۔ مگر اپنی فکر مطلق نہیں کرتا۔ ان باتوں کو دیکھ کر کہنا پڑتا ہے کہ اگر مسیح کے معجزات جھوٹے تھے تو اُن کے جھوٹ کے سامنے سچائی ماند ہے اور یہ بھی ایک معجزہ ہے +

مسیحی مذہب کے قدیم مخالف ان معجزوں کے وقوع کے قائل ہیں

(۸) پھر آپ دیکھئے کہ مسیح کے مخالف اور دشمن بھی صاف اقرار کرتے ہیں کہ اُس کے معجزے فی الحقیقت وقوع میں آئے اور اُن کا یہ اقرار پہلے اس صورت میں ہمارے سامنے آتا ہے کہ اُس زمانہ کے تمام یہودی اور غیر قوم ایک لفظ بھی ان معجزات کے وقوع کے برخلاف نہیں کہتے اور نہ ان میں سے کبھی کسی شخص نے یہ دعوےٰ کیا کہ جو معجزات مسیح سے منسوب کئے جاتے ہیں وہ فریب کا ڈھکوسلا ہیں۔ ہم پھر منت کرتے ہیں کہ آپ اس بات کو نہ بھولیں کہ یہ معجزات حواس خمسہ سے محسوس کئے جاتے تھے اور روز روشن میں واقع ہوتے تھے اور جا بجا اُن کی شہرت ہو جاتی تھی۔ اب اگر آپ رُوح پاک کے معجزانہ نزول کا معجزہ لیں جو پینتیکوست کے دن وقوع میں آیا تو آپ دیکھینگے کہ اُس روز مسیح کے شاگردوں کو جو بالکل ان پڑھ تھے اور جن کو سب لوگ جانتے تھے کہ ان پڑھ ہیں مختلف زبانیں بولنے کی طاقت بخشی گئی اور لوگوں نے جو کریت۔ عرب۔ مسوپتامیہ اور دیگر ممالک سے آئے ہوئے تھے مسیح کے شاگردوں کو اپنی اپنی بولی میں خدا کے عجیب کاموں کی منادی کرتے سنا۔ اب آپ دیکھیں کہ یہ واقعہ نزدیک و دور مشہور ہو گیا تھا۔ اس کی منادی کی گئی تھی اور آخر کار اعمال کی کتاب کے وسیلے شائع بھی ہوا یوں اُس کی سچائی اور جھوٹھ کے پرکھنے کا موقعہ لوگوں کو ہر

طرح سے حاصل تھا۔ گویا اس معجزے کا اشتہار اس بات کا اشتہار تھا کہ اگر کوئی اُس کی سچائی کو جھٹلا سکتا ہے تو جھٹلائے۔ اگر اس معجزے میں کوئی کھوٹ ہوتا اور وہ اُسے چھپایا چاہتے تو اس کام کے لئے بھی معجزے کی ضرورت پڑتی۔ بیشک اگر انجیلی معجزات میں سے کسی میں بھی جھوٹ یا فریب کی آمیزش ہوتی تو تمام یہودیہ اور یونان نکتہ چینی سے گونج اُٹھتا اور یہودیوں اور غیر قوموں کی کتابوں میں جلی قلم سے وہ کھوٹ یا جھوٹ شائع کیا جاتا اور مابعد زمانہ کے مخالفان دین عیسوی اُس کو بڑی قدر کے ساتھ اپنی کتابوں میں اقتباس کرتے۔ پر کیا ایسا کیا گیا؟ یہودی اور یونانی اور رومی تاریخ کے ورق گردانی کیجیے اور دیکھئے کہ کہیں اس قسم کا اعتراض مسیح یا اُس کے شاگردوں کے معجزات کی نسبت نظر آتا ہے؟

تاریخ کھتی ہے کہ نہیں۔ اگر سچ پوچھا جائے تو مسیحی معجزوں کی صداقت کا یہ خاموش اقرار دشمنوں کی جانب سے اُن کے وقوع کا کافی اقرار ہے کیونکہ اس سے بڑھ کر ہم اُن لوگوں سے اس بارہ میں اور کوئی گواہی طلب نہیں کر سکتے۔ واقعی یہودیوں اور غیر قوموں اور بت پرست ہیاتوں اور موسوی کاہنوں اور یروشلم کے فقیہوں اور فریسیوں کا نیز اور روم اور افسس کے فلاسفروں کا اس معاملہ میں خاموش رہنا اور عیسوی معجزات کی صداقت کے برخلاف کچھ نہ کہنا اُن کی صداقت اور حقیقت کا ایک عمدہ ثبوت ہے۔ پر اگر یہ دیکھ کر بھی لوگ یہ کہیں کہ نہیں ہم کو مخالفوں کی گواہی انہیں کے الفاظ میں چاہیئے۔ تو ہم اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ گو آپ کی یہ درخواست ایک ناجائز درخواست ہے پر آپ کو خوش کرنے کے لئے ہم اس تقاضے کو بھی دور کرنے کو تیار ہیں۔ اب اگر آپ پہلے مسیح کے ہمعصر مخالفوں یعنی یہودیوں کی طرف متوجہ ہوں تو آپ دیکھینگے کہ وہ اُس کے معجزوں کی حقیقت کے مقر ہیں۔ ہم اوپر دیکھ چکے ہیں کہ انجیلوں کی تواریخی اصلیت اور معتبری کا انکار کوئی شخص نہیں کر سکتا لہذا جو تواریخی بیانات اُن میں درج ہیں وہ ہماری توجہ کے لائق ہیں۔ اب دیکھئے کہ وہ یہودی جو مسیح اور اُس کے شاگردوں کے مخالف تھے۔ اُن کے معجزوں کے حق میں کیا کہتے ہیں۔ مسیح کے معجزوں کی نسبت سردار کاہنوں اور فریسیوں کی گواہی اس طرح مرقوم ہے "پس سردار کاہنوں اور فریسیوں نے صدر عدالت کے لوگوں کو جمع کر کے کہا کہ ہم کیا کرتے ہیں؟ یہ آدمی بہت معجزے دکھاتا ہے"۔ (یوحنا ۱۱: ۴۷) اسی طرح اُس کے شاگردوں کے معجزے کی نسبت لکھا ہے کہ "انہوں نے کہا۔ کہ ہم ان آدمیوں کے ساتھ کیا کریں کیونکہ یروشلم کے سب رہنے والوں پر روشن ہے کہ اُن سے ایک صریح معجزہ ظاہر ہوا اور ہم اس کا انکار نہیں کر سکتے"۔ (اعمال ۴: ۱۶) پھر پطرس نے پنتیکوست کے روز دعوے

یہودی ان کے قائل ہیں

کیا کہ تمام اسرائیلی جماعت جو اُس کے سامنے حاضر تھی اسی بات سے واقف تھی کہ یسوع ناصری ایک ایسا شخص تھا۔ جس نے اپنا خدا کی طرف سے ہونا معجزوں اور عجیب کاموں اور نشانوں سے ثابت کیا۔ (اعمال ۲: ۲۲) یہودیوں نے کبھی مسیح کے معجزوں کے وقوع کا انکار نہیں کیا۔ وہ اگر حجت کرتے تھے تو یہ کہ اُس کے معجزے بعل زبول کی مدد سے وقوع میں آتے ہیں۔ اس اعتراض کو ہم ذرا آگے چل کر رفع کرینگے۔ فی الحال ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ یہودی ان کے وقوع کے قائل تھے اب اگر ہم نوشتوں کو چھوڑ کر یہودیوں کی غیر الہامی کتابوں کی طرف رُخ کریں تو وہاں بھی ہم اس اقرار کو اُن کے مُنہ سے سنینگے۔ مثلاً تالمد میں وہ ان معجزوں کے وقوع کو تسلیم کرتے ہیں گو وہاں بھی وہ یہی حجت قائم کرتے ہیں کہ یہ معجزات جادو کے وسیلے یا یہوداہ کے نام کو ایک خاص طور پر استعمال کرنے کے سبب سے وقوع میں آئے۔ ہم نے دیکھا کہ تمام یہودی انجیلی معجزات کے وجود

غیر قوم قائل ہیں

اور وقوع کے مقر رہتے۔ پر علاوہ یہودیوں کے غیر قوموں کے فاضل اور علما بھی ان معجزات

سیلسس

کے قائل تھے۔ مثلاً سیلسس جو دوسری صدی کے آخری حصہ میں موجود تھا اور جس نے مسیحی مذہب کے برخلاف اپنے قلم سے بہت سا کام لیا نہ صرف انجیل کے بڑے بڑے تواریخی واقعات کو صحیح سمجھتا تھا بلکہ اس بات کا بھی اقرار کرتا ہے کہ مسیح نے بہت سے معجزات دکھائے جن کے وسیلے اُس نے بہت سے لوگوں کو اپنا پیرو بنایا۔ وہ اپنی تحریر میں ان کے وجود یا وقوع کا انکار نہیں کرتا گو ان کو حقیقی واقعات تسلیم کر کے یہ دکھانے کی کوشش کرتا ہے کہ وہ جادو سے (جو اُس کے زعم میں یسوع نے مصر میں سیکھا تھا) دکھائے گئے

ہائیر اقلیز

ہائیر اقلیز جو بتھنیا میں حاکم تھا اور مسیحیوں کو سخت ایذائیں پہنچایا کرتا تھا ایک کتاب میں جو اُس نے مسیحی مذہب کے برخلاف لکھی تھی مسیح کے معجزوں کو مانا ہے البتہ وہ اس کتاب میں مسیح کے معجزوں کو ایک شخص کے معجزوں کے ساتھ جس کا نام اپالونی اس تھا اور جو غیر قوموں میں سے تھا اور ٹیانا کا رہنے والا تھا مقابلہ کرتا ہے۔ تاکہ یہ ثابت کرے کہ اور لوگوں نے بھی کرامتیں دکھائی ہیں اور یوں مسیحیوں کا منہ بند کرے اور انہیں مسیح کو خدا کہنے اور ماننے سے روکے لیکن اس شخص اپالونی اس کے تاریخی حالات پر ایسا پردہ پڑا ہوا ہے کہ ہم اُس کے معجزوں کی صداقت کی نسبت کچھ نہیں جان سکتے اسی طرح شہنشاہ جولین جو مسیحیوں کا جانی دشمن اور جو چوتھی صدی میں موجود تھا مسیح کے معجزوں کو مانتا ہے چنانچہ وہ کہتا ہے " یسوع نے کوئی کام شہرت کے لائق نہیں کیا اگر کیا ہے تو ان کے لئے کیا ہے جو یہ ماننے کو تیار ہوں کہ لنگڑوں کو

چنگا کرنا اور اندھوں کو آنکھیں دینا اور بیت صیدا کے گاؤں میں دیووں کو نکالنا بڑے بڑے کاموں میں داخل ہیں"۔ وہ مانتا ہے۔ کہ یسوع ناپاک روحوں پر بڑا اختیار رکھتا اور سمندر کی سطح پر چلتا تھا ؎

تعجب ہے کہ ان لوگوں نے ان معجزوں میں کوئی انہونی بات نہ دیکھی مگر آجکل ایسے بال کی کھال اُتارنے والے نکتہ چینی پیدا ہو گئے ہیں جنہوں نے دریافت کر لیا ہے کہ مسیح اور اُس کے شاگردوں نے کبھی اپنے دعووں اور تعلیموں کو معجزوں کے وسیلے ثابت نہیں کیا حالانکہ اُن لوگوں نے جو اُن کے زمانہ میں یا اُسی زمانہ کے آس پاس موجود تھے۔ اور جو ان کے مذہب سے سخت مخالفت رکھتے تھے اور جو صاحب علم بھی تھے اور سچ اور جھوٹ کو پرکھنے کی کافی لیاقت رکھتے تھے کبھی ان معجزوں کا انکار نہ کیا۔ تعجب ہے کہ سیلسس اور پارفری اور ہائیراکلیز اور جولین اور فقیہ اور فریسی کبھی معجزوں کے اصل بھید سے واقف نہ ہوئے حالانکہ وہ بڑے عالم اور پُرجوش مخالف تھے مگر ہمارے ہم عصر بھائیوں نے جو مسیح کے زمانہ سے بیس صدی دور نکل آئے ہیں اُس بھید کو پا لیا ؎

قدیم مسیحیوں نے انہیں قبول کیا ہے اور ان کی گواہی زیادہ وقعت رکھتی ہے

(۵) لیکن ہم آخر میں یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ ہمارے پاس مخالفوں کی گواہی کی نسبت بہتر گواہی موجود ہے اور وہ ایمانداروں کی گواہی ہے۔ فرض کیجئے کہ یہی سیلسس جس کا ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں اگر نہ صرف ان معجزات کے وقوع کا اقرار ہی کرتا بلکہ انکی گواہی کی صداقت کے زور کو محسوس کر کے بت پرستی چھوڑ دیتا اور طرح طرح کی اذیتیں سہکر اور موت کے خطروں میں پڑکر مسیح کی پیروی قبول کرتا اور اُس کی خدمت میں مصروف ہوتا۔ تو کیا اُس کی گواہی کا زور کم ہو جاتا یا اُس کی گواہی اور بھی زیادہ اعتبار کے لائق ٹھیرتی؟

جو دشمن مطیع ہو جاتا ہے اُس کی گواہی زیادہ معتبر ہوتی ہے

ہم پوچھتے ہیں کہ اگر وہ سچی معجزات کی گواہی کے زور کو محسوس کر کے مسیح کی پیروی قبول کر لیتا تو کیا ہم اُس کی گواہی کو یہ سمجھ کر کہ وہ مسیح کے ایک دوست کی گواہی ہے ناقص سمجھتے یا یہ جان کر کہ وہ ایک ایسے شخص کی گواہی ہے جو پہلے دشمن تھا زیادہ معتبر گردانتے؟ ؎

عقل اور انسانی دستور تو یہ کہتے ہیں کہ ہم اُس کی گواہی کو بڑا زور آور سمجھتے۔ اب اگر ہم اس قسم کے ہزارہا لوگوں کی نظیریں پیش کریں تو کیا آپ اس بات کو تسلیم نہ کرینگے۔ کہ اُن کی گواہی اُن مخالفوں کی گواہی سے جن کا ذکر اوپر کیا گیا زیادہ اعتبار کے لائق ہے؟ آپ اگر ذرا غور کریں تو آپ دیکھینگے

مسیح کے رسول اور قدیم پیرو اسی قسم کے لوگ تھے

کہ مسیح کے رسُول ایسے ہی آدمی تھے۔ مگر لوگ اُن کی

گواہی کو بے ریا گواہی نہیں سمجھتے کیونکہ وہ کہتے ہیں۔ کہ وہ تو مسیح کے دوست تھے۔ مگر ہم پوچھتے ہیں کہ آپ بتلایئے کہ وہ کیا بات تھی جس نے انہیں مسیح کا دوست بنایا؟ کیا وہ اور آدمیوں کی مانند آدمی نہ تھے؟ کیا وہ اور یہودیوں کی طرح یہودی نہ تھے؟ پولوس کی طرف دیکھئے کہ وہ کسی زمانہ میں عیسائیوں کے خون کا پیاسا تھا۔ اُسے کس بات نے مسیح کا دوست بنایا؟ ان تین ہزار لوگوں کی طرف متوجہ ہوجیئے جو پینتیکوست کے دن عیسائی ہوئے جو ایذا رساں یہودیوں میں سے تھے۔ اُنہیں کس بات نے مسیح کا دوست اور پیرو بنایا؟ کیا اس بات نے کہ وہ مصلوب مسیح کی پیروی سے دنیاوی عزت یا فائدہ کی توقع رکھتے تھے؟ یا کیا اس بات نے کہ وہ لوگوں کی ملامت کو پسند کرتے اور دکھ سے حظ اُٹھاتے اور موت کو عزیز جانتے تھے؟

یہ لوگ مسیح کے دوست کس طرح بنے

یا اس بات نے انہیں اس کا دوست بنایا کہ جب اُنہوں نے مسیح کے معجزات پر اور خصوصاً اُس کے جی اُٹھنے پر غور کیا تو ان معجزوں کو ایسا برحق پایا کہ ایذاؤں کا خوف اور مال و دولت اور خویش و اقارب کی جدائی کا خیال اُن کو مسیح کی پیروی سے روک نہ سکا۔ پھر اُن ہزارہا لوگوں پر غور کیجئے جو یہودیوں اور غیر اقوام میں سے رسولوں کے ایام خدمت میں مسیح پر ایمان لائے کہ وہ بھی کام اور کلام سے سخت عذاب اور موت کی حالت میں مسیح کے کاموں پر گواہی دیتے ہیں اب آپ بتلایئے کہ ان لوگوں کی گواہی کیسی وقعت رکھتی ہے؟ آپ کیا وجہ اُس تبدیلی کی بتا سکتے ہیں جو اُن کی عادات و جذبات اور اوضاع و اطوار میں مسیحی ہونے کے بعد وارد ہوئی؟ کیا

اُن کی تبدیلی کی اصل وجہ

اُس تبدیلی کی وجہ درحقیقت یہ نہیں تھی۔ کہ اُنہوں نے بڑی سنجیدگی سے مسیح کے کام اور کلام کو راست اور برحق قبول کیا؟ اور اگر کوئی یہ کہے کہ نہیں وہ دل سے ان باتوں کے قایل نہ تھے تو اُس کا یہ کہنا گویا یہ دعوےٰ کرنا ہے کہ اُنہوں نے بڑی بڑی خود انکاریاں بغیر کسی غرض یا ضرورت کے سہیں حالانکہ اُن کو بے ضرورت سہنا انسانی طبیعت کے سراسر برخلاف تھا۔ کیا وہ نہیں جانتے تھے کہ مسیحی ہوکر ہمارا مال ہم سے چھن جائیگا۔ دکھ سہنا اور موت کا شکار ہونا پڑیگا؟ پھر وہ کیوں عیسائی ہوئے؟ اور کیوں اُس وقت جبکہ عیسائی ہونے کے بعد لوگوں نے خلق کو ناچیز سمجھنا شروع کیا۔ جب وہ کوڑے کرکٹ سے بدتر سمجھے جانے لگے جب عیسائی نام سے بڑھ کر لوگوں کے نزدیک اور کوئی ذلیل نام نہ تھا۔ جب اس نام کے لوگوں کو عذاب دینا ہر جگہ ثواب کا باعث سمجھا جاتا تھا اور سپاہی اُن کو عذاب دینے کے لئے نئے نئے طریقوں اور تدبیروں کی سوچ میں لگے ہوئے تھے اور طرح طرح کی اذیتیں

اُن کو پہنچاتے تھے۔ جب ہزارہا اشخاص مسیح کے نام پر گواہی دینے کے لئے قتل کئے جاتے تھے ہم پوچھتے ہیں اُنہوں نے کیوں اُس وقت ثابت قدمی دکھلائی اور موت کا پیالہ پیا حالانکہ وہ فدا سے انکار سے اپنے تئیں بچا سکتے تھے؟ اس کا جواب اور کوئی نہیں سوائے اس کے کہ جس بات کی گواہی دیتے تھے۔ اُس کے دل و جان سے قایل تھے۔ پر کیا وہ مسیحی معجزات کے سچ یا جھوٹ سے ناواقف تھے؟ وہ تو معجزے دکھانے والوں کے زمانہ میں موجود تھے اور انہیں جگہوں میں رہتے تھے جہاں معجزات دکھائے گئے۔ پس اگر کوئی ان معجزات کی سچائی کو دریافت کر سکتا تھا تو یہ لوگ کر سکتے تھے۔ لہٰذا ان لوگوں پر ہر طرح ثابت ہوگیا تھا کہ جو معجزات مسیح سے منسوب کئے جاتے ہیں وہ فی الحقیقت وقوع میں آئے اور بہت سے ان میں سے ایسے بھی تھے جنہوں نے ان کو واقع ہوتے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ اب پہلی صدی میں ہزارہا اشخاص اس قسم کے موجود تھے۔ وہ پہلے مسیحیوں کو دُکھ دیا کرتے تھے وہ عیسائی مذہب کی بیخ کنی کے درپے رہتے تھے مگر جب اُنہوں نے انجیلی معجزوں اور دیگر حقیقتوں کو دریافت کر کے مسیحی مذہب کو قبول کر لیا تو اپنی جانیں سچائی پر تصدق کر دیں۔ عزیزو اگر ایسے لوگوں کی گواہی قابل اعتبار نہیں تو اس سے بہتر اور مضبوط تر اور گواہی پیش نہیں کی جا سکتی۔ پر اگر یہ گواہی رد کی جائے تو پھر تمام تاریخ اور تاریخی علم پر فاتحہ پڑھنا ایک لازمی امر ٹھیریگا ✦

جو دلائل اس بات میں پیش کی گئی ہیں اُن کی نظر ثانی

اس بات کے ثبوت میں کہ انجیلی معجزوں کی گواہی رد نہیں کی جا سکتی کیونکہ اس میں سچائی کا ہر ایک عنصر کامل انداز کے ساتھ موجود ہے۔ ہم کئی خیالات پیش کر چکے ہیں۔ مگر اس بات کو ختم کرنے سے پہلے ہم چاہتے ہیں کہ جو دلائل پیش کی گئی ہیں اُن پر آپ ایک مرتبہ پھر نظر ڈالیں تاکہ آپ اُن کے سارے زور کو ایکدم محسوس کر سکیں اور ایسا کرنے کے لئے آپ تھوڑی دیر کے لئے ان معجزوں کو وہمی افسانے اور اُن

اگر یہ معجزے جھوٹے تھے تو مسیح اور اُس کے شاگردوں نے ایسے کام کا بیڑا اُٹھایا جو ناممکن تھا۔ تاہم وہ اس میں کامیاب ہونگے

کے مدعیوں کو فریبی اشخاص تصور کریں اور دیکھیں کہ اس سے کیا نتیجہ برآمد ہوتا ہے۔ واضح ہو کہ اگر ہم یہ مانیں کہ یہ معجزے جھوٹے تھے تو ہم کو یہ بھی ماننا پڑیگا کہ یسوع مسیح اور اُس کے شاگردوں نے ایسے کام کا بیڑا اُٹھایا جو سراسر ناممکن تھا۔ ہاں ہم کو یہ ماننا پڑیگا کہ ان نادان اور دیوانوں نے جو بالکل اَن پڑھ اور ادنےٰ حیثیت کے یہودی اور بے اختیار اشخاص تھے ایک ایسا مذہب

قائم کرنے کی کوشش کی جو دنیا کی عادات اور دستورات۔ قواعد اور تعصبات کے بالکل برعکس تھا اور یہ اُمید بھی کہ ان کا نوساختہ مذہب دنیا کے مذاہب کو مسمار کرکے اُن کی جگہ لے لیگا اور اس پر طرہ یہ ہُوا کہ اس ناممکن الوقوع تجویز کو جاری کرنے کے لئے اُنہوں نے یہ پیچ کھیلا کہ اُن کاموں کے وسیلے جنہیں وہ معجزات کہتے تھے جن کو وہ اپنے دعووں کے ثبوت میں پیش کیا کرتے تھے اپنے دعووں کو ایسا آخر تک نبھایا کہ کوئی اُن کی چالاکی سے واقف نہ ہوسکا۔ بلکہ اُنہوں نے جھوٹے معجزوں کے وسیلے اپنے رسُولی عہدہ کی سچائی اور رتبہ کو پایہ ثبوت تک پہنچا دیا اور ساتھ ہی خدا کے جلال اور پاکیزگی پر بھی بٹہ نہ لگنے دیا۔

علاوہ بریں یہ ماننا پڑیگا کہ گو وہ فریبی تھے مگر بڑے بڑے علما بھی اُن کے فریب کو دریافت نہ کرسکے

ماسوا اس کے ہمیں یہ بھی ماننا پڑیگا کہ یسُوع اور اُس کے شاگرد ایسے بد تھے کہ اُنہوں نے دیدہ دانستہ فریب کا سلسلہ قائم کیا جس کے سبب سے انہیں ہمیشہ بددیانتی کے دلدل میں مبتلا رہنا اور خدا کی متواتر تحقیر اور تکفیر کا مرتکب ہونا پڑا اور لیکن مقصد سے کہ یا روپیہ ہاتھ آئے یا نام حاصل ہو۔ پر اس کے ساتھ یہ بھی ماننا پڑیگا کہ ستر سال کے عرصہ تک اُنہوں نے اپنے چال وچلن سے ایسی بےغرضی اور بے ریائی۔ ایسی نیکی اور پاکیزگی ظاہر کی کہ ان کی خودغرضی اور بدنیتی کا کچھ پتہ نہ لگا بلکہ برعکس اس کے لوگ ان کی کمال درجہ کی خود انکاری اور دیندارانہ علم اور پستی اور پاکیزگی اور رحم اور فیاضی کے قایل ہوگئے اور یہ باتیں اس درجہ کمال تک ظاہر ہوئیں کہ ان کے دشمن بھی جو اُن کی کمزوریوں اور عیبوں کے کھوج میں برابر لگے رہتے تھے۔ ان کے فریب اور دغابازی کو پہچان سکے

پھر یہ بھی ماننا پڑیگا کہ گو اس سے کوئی دنیوی فائدہ اُن کو میسر نہ ہُوا تاہم وہ اس فریب کو ایسا پیار کرتے تھے کہ اسکے سبب موت اور ذلت جھیلتے رہے

ماسوائے اس کے ہمیں یہ بھی ماننا پڑیگا کہ یسُوع کے رسُول دولت یا عزت یا اختیار یا کسی اور چیز کے ایسے عاشق تھے کہ وہ اُسے اوّل تو ایک ناممکن سی تدبیر کو اختیار کرکے ڈھونڈنے لگے۔ اور جب عزت حاصل کرنے کا موقعہ آیا تو اُنہوں نے عزت کو رد کردیا۔ اور پھر جب اُنہوں نے دیکھا کہ ہمارے دشمنوں نے مسیح کو مصلوب کرکے ایک قسم کی فتحمندی حاصل کی اور اب ہمارے حصہ میں بجز شرمساری اور افلاس اور ایذاؤں کے اور کچھ نہیں آئیگا تو اُس وقت بھی اپنے شکست خوردہ رہبر کی پیروی میں ثابت قدم رہے اور اُس کی تعلیموں کو سچا بتاتے رہے۔ اور پھر جب ایذا رسانیوں کے طوفان دن بدن زیادہ گہرے ہوتے جاتے تھے اور انہیں معلوم ہوتا جاتا تھا کہ ہماری ثابت قدمی ہمیں ضرور زاغ وزغن بنائیگی۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی

دیکھتے تھے - کہ اگر ہم اس راہ سے پھر جائیں تو ہماری جانوں کو کچھ آسیب نہ پہنچیگا - مگر پھر بھی وہ اپنی کسی نامعلوم مجذوبانہ خواہش کی پیروی میں ایسے لگے رہے کہ دکھ پر دکھ سہتے رہے شرمندگی پر شرمندگی اُٹھاتے رہے حتےٰ کہ انجام کار نہنگ موت کا لقمہ بن گئے اور پھر یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ وہ یہودی ہونے کے سبب سے اس عقیدے کے بھی معتقد تھے کہ ہمیں اس فریب اور سختی کے سبب سے ابدالآباد دوزخ کے عذاب میں گرفتار ہونا پڑیگا۔

اسی طرح ہمیں اور ناممکن باتیں بھی ماننی پڑینگی

ہمیں علاوہ اس کے یہ بھی ماننا پڑیگا کہ مسیح اور اُس کے رسول ایسے کم سمجھ تھے کہ اُنہوں نے اپنے دعووں کو رواج دینے کے لئے ایسے معجزانہ ثبوت پیش کئے جن کو جعلسازی سے پیدا کرنا سراسر ناممکن تھا - پھر اس سے بڑھ کر بیعقلی یہ کی کہ جس طرح اور فریبی اپنی فریب کاری کو چھپاتے ہیں اُنہوں نے کبھی اپنے جھوٹے معجزوں کو چھپانے کی کوشش نہ کی - بلکہ کھلے میدانوں اور بڑے بڑے شہروں اور ہر قسم کے لوگوں کے سامنے طرح طرح کے معجزے دکھاتے رہے اور پھر چند ایک میں کامیاب ہونے کو غنیمت نہ سمجھا بلکہ بڑی بے باکی سے سالہا سال تک دکھاتے رہے - معزز ناظرین ہم منت کرتے ہیں - کہ آپ انصاف کیجئے اور بتایئے کہ کیا درحقیقت ہم کو یہ نہیں ماننا پڑیگا - کہ مسیح اور اُس کے شاگردوں میں متضاد صفات کا اجتماع نظر آتا ہے کہ ایک طرف تو ناممکن تدبیروں کو ہاتھ لگانے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ایسے چالاک ایسے غدار اور فریب دہی میں ایسے مشاق اور بے مثال تھے کہ دنیا کو اُن کا لوہا ماننا پڑا - پھر کیا ہم کو یہ نہیں ماننا پڑتا کہ یہ کوتہ اندیش مگر نہایت ہشیار فریبی انسانی فطرت کو ایسی اچھی طرح سمجھتے تھے - دنیا کے حالات سے ایسے واقفکار تھے - یہودیہ اور یونان اور روم کے عالموں اور حاکموں کے مقابلے کے لئے ایسے عجیب طور پر مسلح تھے - اور اپنی تجویزوں کو پورا کرنے کے فن میں ایسے ماہر - اپنی حرکتوں کو عجیب لباس پہنانے کے ہنر میں ایسے اُستادکار - اور اپنے بھیدوں کو مخفی رکھنے کے علم میں ایسے بے نظیر تھے کہ گو اُن کے مخالفوں اور نکتہ چینوں کی آنکھ ہر دم اُن پر لگی رہتی تھی تاہم کوئی شخص اُن کی کارروائی میں سر مو نقص نہ پا سکا - کوئی یہ نہ کہہ سکا لوگو تم کیا غضب کرتے ہو جو ان فریبیوں کی بات کو سچ مانتے چلے جاتے ہو - یہ جھوٹ بولتے ہیں کیونکہ ان کے معجزوں سے نہ کوئی اندھا دیکھتا ہے - نہ کوئی لنگڑا چلتا ہے اور نہ کوئی مردہ جی اُٹھتا ہے؟ بلکہ برعکس اس کے بیت عنیا کے باشندوں نے ایسا دھوکا کھایا کہ وہ اسبات کے قائل ہو گئے کہ ہمارے گاؤں کا رہنے والا

لعاذر جو مرگیا تھا واقعی زندہ ہوگیا ہے۔ اور اسی طرح یروشلم کے باشندے بھی مسیح کے جال میں ایسے آ گئے کہ یہ ماننے لگ گئے کہ جو شخص جنم سے اندھا تھا اور ہمارے پاس رہا کرتا تھا۔ وہ اب مسیح کے طفیل سے بینا ہو گیا ہے اور اسی طرح پانچ ہزار اشخاص بھی دھوکے سے اس بات کے معتقد ہوگئے کہ یسوع مسیح نے ہم بھوکوں کو ایک اجاڑ پربت میں اپنی معجزانہ قدرت اور فیاضی سے سیر کیا ہے۔ اور یونی سریا کے باشندے بھی اس فریب میں آ گئے کہ وہ بیشمار جسے وہ یسوع کے پاس لائے تھے۔ جس میں طرح طرح کے مریض اور بیمار شامل تھے اپنے دکھوں اور بیماریوں سے رہا ہو کر واپس گئی۔ قصہ کوتاہ یہ کہ تمام یہودی اور بُت پرست دنیا ان حلیم اور سادہ لوح اور حقیر اور ستائے ہوئے چند یہودیوں کے جال میں اِس طرح آ گئی کہ اُسے اُن کے معجزوں کی سچائی کا اقرار کرنا پڑا۔ ایسا کہ گویا فلاسفروں اور دہریوں نے مسیح کے مذہب پر حملہ کیا مگر معجزوں کا انکار نہ کیا۔ بلکہ اُن میں سے کئی ایک نے اپنی کتابوں میں انہیں تسلیم کیا اور ہزارہا ہزار اشخاص نے جو بڑے بڑے خاندانوں اور مہذب شہروں سے علاقہ رکھتے تھے رسولوں کے ایام میں ان غریب اور کمزور لوگوں کی تعلیم سے مسخر ہو کر سب کچھ چھوڑنا گوارا کیا۔ اپنے تن من دھن کو قربان کر دیا۔ اپنے جسموں کو آگ اور تلوار اور خونخوار درندوں کے سپرد کیا۔ تاکہ معجزات دکھانے والے مسیح مصلوب کی پیروی اختیار کریں +

پیارے ناظرین مسیح کے معجزات کے متعلق ہمارے پاس یہ گواہی ہے۔ جو ہم نے آپ کے سامنے رکھ دی ہے۔ اب آپ اس گواہی کی خصائص کو پرکھ کر خود بتائیں کہ زود اعتقاد کون ہے۔ کیا وہ جو اس گواہی کو رد کرتا ہے یا وہ جو اسے قبول کرتا ہے ؟ +

پانچواں باب

جھوٹے اور سچے معجزے۔ آجکل معجزے کیوں نہیں واقع ہوتے

دو سوال غور طلب اس باب میں اُن دو سوالوں پر بحث کی جائیگی جو عنوان میں درج ہیں۔ اُن میں

پہلا سوال یہ ہے کہ جھوٹے اور سچے معجزات میں کیونکر امتیاز ہو سکتا ہے؟ ہم اس سوال کا جواب دینے کی ضرورت اس لئے محسوس کرتے ہیں کہ یہ سوال اکثر ہمارے اُن بھائیوں کی طرف سے کیا جاتا ہے جو معجزات کے قائل نہیں۔ وہ کہا کرتے ہیں کہ اگر معجزات مذہب کے منجانب اللہ ہونے کا ثبوت ہیں تو وہ تمام مذہب یا طریقے جو کسی نہ کسی طرح کے معجزات یا فوق العادت اظہارات کا دعوے کرتے ہیں خدا کی طرف سے ہیں۔ لہذا مسیحی مذہب اُن پر کسی طرح کی فوقیت نہیں رکھتا۔

پہلے سوال کے جواب دینے کی ضرورت

یہ سوال واقعی غور طلب ہے کیونکہ فوق العادت قدرت کے اظہاروں کا دعوے دنیا کے لوگوں نے طرح طرح کیا ہے۔

واقعی اگر دوسرے مذہبوں میں سچے معجزات پائے جاتے ہیں۔ تو وہ بھی ماننے کے لائق ہیں۔

یونان اور روم اور مصر اور ہند کی تھالوجی (علم الاصنام) اگر دیکھیں تو ہم وہاں نبوت کا دعوے بیماروں کو شفا بخشنے کا دعوے اور بد روحوں سے آزاد کرنے کا دعوے بافراط پائینگے۔ اسی طرح مسیح اور رسولوں کے زمانہ کے بعد مسیحی کلیسیا میں بھی بعض لوگوں نے معجزوں کا دعوے کیا اور زمانہ حال میں بعض لوگوں نے مذہب سے قطع تعلق کرکے ایک نئی راہ نکالی ہے۔ اور فلسفانہ بنیاد پر ایک عجیب قسم کی سورنیچرلزم قائم کرکے اندیکھی دنیا کے ساتھ راہ و رابطہ پیدا کرنے کا دعوے کیا ہے۔ اگر یہ سب باتیں صحیح ہیں تو پھر مسیحی مذہب کے لئے کوئی خصوصیت نہیں رہتی ۔

انجیلی معجزات کو چھوڑ کر باقی فوق العادت اظہارات کس طرح پیدا ہوئے

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کثیر معجزے اور کرامتیں جن کا دعوے اس دنیا میں کیا جاتا ہے کس طرح پیدا ہوئے؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ انسان طبعاً اسباب کا خواہشمند ہے کہ اُسے فوق العادت قدرت کا نظارہ نصیب ہو اور اس کے ساتھ ہی وہ یہ اُمید رکھتا ہے کہ جو تکلیفیں اُسے دنیا کی طاقتوں سے پہنچتی ہیں اُن سے رہا کرنے کے لئے خدا قوانین قدرت کے عمل میں دست اندازی کرتا ہے۔ پس کچھ تو جلوۂ الٰہی کی دید کا شوق اور کچھ دکھ اور بیماری سے چھوٹنے اور غیب کی باتوں کو جاننے کی خواہش وغیرہ باتیں قوت تخیلہ کی مدد سے قسم قسم کے معجزے اور طرح طرح کے فوق العادت اظہار پیدا کر لیتی ہیں۔ اور ان معجزوں یا فوق العادت اظہاروں کو موجودہ وقت کے اعتقادوں اور خیالوں اور علموں سے تقویت دیتی ہیں۔ یعنی کبھی مذہبی صداقتوں اور کبھی فطرت کے عجیب اظہاروں اور کبھی بعض بعض علوم کے مسئلوں کی آڑ میں فوق العادت کے لئے راہ کھول لیتی رہیں۔

معجزات اور پروردگاری کے عجیب کاموں میں فرق ہے

مسیحی مذہب کا یہ عقیدہ ہے کہ گو خدا اپنے بندوں کی دعا سنتا ہے اور اُن کے دُکھ اور سکھ میں اُن کے ساتھ رہتا اور اپنے عجیب پراویڈینس

ربِ پروردگاری سے اُن کی مشکلات حل کرتا اور اُن کی حاجات رفع فرماتا ہے تاہم معجزہ اپنے اصطلاحی معنوں کے مطابق صرف اُسی وقت وقوع میں آتا ہے جب خدا کو اپنے وہ ارادے ظاہر کرنے منظور ہوتے ہیں جنہیں انسان محض نیچر کی روشنی سے دریافت نہیں کر سکتا۔ لہذا معجزہ اُن فوق العادت اظہاروں سے جو اس غرض کے لئے واقع نہیں ہوتے فرق رکھتا ہے۔ اور وہ فرق مقابلہ سے فوراً

یہ لازمی امر ہے کہ سچے معجزے جھوٹے معجزوں سے امتیاز کئے جا سکیں

ظاہر ہو جاتا ہے اور عقلِ سلیم کو ماننا پڑتا ہے کہ انجیلی معجزات پر سچائی کی مہر لگی ہوئی ہے۔ ایک عالم نے خوب کہا ہے کہ حقیقی معجزات کو ایسا ہونا چاہئے کہ اگر اُنہیں بناوٹی معجزوں کے انباروں اور ڈھیروں میں پھینک دیں تو وہ اُن میں مل جُل کر غائب نہ ہو جائیں بلکہ اُن کے درمیان بھی اپنی صداقت کو ظاہر کریں اور بتائیں کہ وہ کس چشمہ سے برآمد ہوئے ہیں۔ اگر مسیحی معجزات ایسا نہیں کر سکتے تو وہ اپنے مقصد میں قاصر نکلینگے۔ پر جب ہم انجیلی معجزات کا مقابلہ اُن معجزانہ اظہاروں کے ساتھ کرتے ہیں جن کا دعوےٰ دنیا میں مختلف صورتوں میں کیا جاتا ہے تو دونوں میں زمین و آسمان کا فرق نظر آتا ہے۔ آؤ

اس فرق کو دریافت کرنے کے لئے مقابلہ کی ضرورت ہے

ہم تھوڑی دیر کے لئے بائبل کے سوپرنیچرل اظہاروں کا باقی سوپرنیچرل اظہاروں کے ساتھ مقابلہ کریں اور دیکھیں کہ حق کس طرف ہے۔

اس مقابلے میں پہلے یہ بات نظر سے گذرتی ہے کہ حالانکہ لوگ طرح طرح کی معجزانہ قدرتوں کے خود قائل ہیں۔ تاہم انجیلی معجزوں میں اور اپنے یہاں کے معجزوں میں فرق کرتے ہیں

(۱) اس مقابلے میں جو بات پہلے نظر سے گذرتی ہے وہ یہ ہے کہ جو لوگ فوق العادت اظہاروں اور طرح طرح کی کرامتوں کے وجود کے قائل ہیں وہ خود اس بات کا اقبال کرتے ہیں کہ مسیح کے معجزوں اور دنیا کے باقی فوق العادت اظہاروں میں بڑا فرق پایا جاتا ہے۔ مثلاً جب قدیم زمانہ میں لوگوں نے مسیح کے مردوں میں سے جی اُٹھنے کا حال سُنا تو اُنہوں نے فوراً کہا کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ اُن کے یہاں خود کرامتوں اور معجزوں کا دعوےٰ مسیحی معجزوں کے پہلو بہ پہلو جاری تھا۔ کیا وہ مسیح کے جی اُٹھنے کا انکار کرتے اور اُسے ناممکن ٹھیراتے اگر واقعی اُن کے درمیان فوق العادت طاقتوں کا عمل جاری ہوتا؟ اس کے ساتھ یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ بُت پرست یہ دعوےٰ نہیں کرتے تھے کہ سوائے ہمارے اور کسی کو فوق العادت قدرتوں کا نظارہ نصیب نہیں ہوتا۔ پھر کیوں اُنہوں نے مسیح

بُت پرست ہے کہ وہ قائل تھے کہ ہمارے معجزے مسیح کے معجزوں کو نہیں پہنچتے

کے جی اُٹھنے اور دیگر معجزات کو اپنی کراماتوں سے مختلف سمجھا؟ اس لئے کہ وہ جانتے تھے کہ ایک قسم کے معجزات حقیقی اور دوسری قسم کے معجزات

غیر حقیقی ہیں +

یہودیوں کا بھی حال تھا

اسی طرح یہودیوں کے درمیاں بھی فوق العادت اظہاروں کا اعتقاد پایا جاتا تھا۔ مگر وہ بھی اپنے معجزوں اور مسیح کے معجزوں میں ایک قسم کا فرق مانتے تھے۔ مثلاً جب مسیح نے

نظیر میں جنم کے اندھے کو بینائی بخشنے پر یہودیوں نے حجت کی

ایک جنم کے اندھے کی آنکھوں کو روشن کیا تو اُنہوں نے ایسا ظاہر کیا کہ گویا وہ معجزہ اُن اچنبھوں سے جو وہ دکھایا کرتے تھے بالکل مختلف تھا۔ اور اُنہوں نے اُس معجزے کی مخالفت اُسی زور شور سے کی جیسی معجزے کے منکر ہونے کی حالت میں کرتے

مسیح کے جی اُٹھنے پر اُنہوں نے حجت کی

پھر اُنہوں نے یہی مخالفت اُس وقت کی جبکہ خداوند نے اپنے جی اُٹھنے کی نسبت نبوت کی چنانچہ اُس کے مصلوب ہونے کے بعد اُنہوں نے حاکم سے کہا "اے خداوند ہمیں یاد ہے۔ کہ اس دھوکے باز نے اپنی زندگی میں کہا تھا کہ میں تین دن کے بعد جی اُٹھونگا" ہم پوچھتے ہیں کہ اُنہوں نے مسیح کو دھوکے باز کیوں کہا؟ اگر وہ اس بات کو سچ جانتے تھے کہ سوائے انبیا کے اور لوگ بھی معجزات دکھا سکتے ہیں۔ تو مسیح کے جی اُٹھنے کی پیشینگوئی کو دھوکا بازی کہنے سے اُن کو کچھ فائدہ نہ تھا۔ بلکہ ہماری رائے میں اُن کو زیادہ فائدہ اُس وقت پہنچتا جبکہ وہ یہ دعوے کرتے کہ مردوں میں سے جی اُٹھنا کوئی بڑی بات نہیں کیونکہ یہ تو ایک معمولی سی بات ہے۔ لہذا مسیحی مذہب کو مسیح کے جی اُٹھنے سے کوئی خاص فائدہ نہیں پہنچیگا۔ پس چاہئے تھا۔ کہ وہ مسیح کے جی اُٹھنے کی پیشین گوئی یا دعوے کو قبول کرتے مگر اُس نتیجے کو

مسیح کے جی اُٹھنے کا انکار کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ اپنے عام قسم کے مروجہ فوق العادت اظہاروں کی سچائی کے قائل نہ تھے

جو اُس کے جی اُٹھنے سے نکل سکتا تھا رد کرتے یعنی اس نتیجہ کو کہ وہ خدا کا بیٹا ہے۔ مگر اُنہوں نے ایسا نہیں کیا۔ اور ایسا نہ کرنے کے وسیلے اس بات کا اقرار کیا کہ اگر وہ فی الحقیقت جی اُٹھا ہے۔ تو وہ خدا کا بیٹا ہے۔ اب کیا اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ وہ اس بات کے قائل تھے۔ کہ جو فوق العادت عنصر خدا کے رسولوں اور نبیوں کے کاموں میں ہوتا ہے۔ وہ ان کراماتوں اور اچنبھوں میں نہیں پایا جاتا جن کا دعوے بے علم لوگ کرتے ہیں +

قدیم کلیسیا کے بزرگ گو خدا کی پروردگاری کے عجیب کاموں کے قائل ہیں۔ مگر حقیقی معجزوں کے بارے میں اقرار کرتے ہیں کہ وہ رسولی زمانہ میں ختم ہوگئے

پھر جب ہم مسیحی کلیسیا کے قدیم زمانہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ مسیحی بزرگ بھی اُس فرق کو مانتے ہیں۔ اس بات پر غور کرتے وقت ہم دیکھتے ہیں۔ کہ قدیم مسیحی جو سچائی اور راستبازی کے عاشق تھے یہ مانتے تھے کہ اُن کے زمانہ

ہیں بھی معجزانہ قدرت اپنا کام کرتی تھی - اور ہم اُن کی نیکی اور راستبازی اور سچّائی کو دیکھ کر اُن کی بات کو جھوٹ نہیں کہہ سکتے - مگر تاہم جو بات یاد رکھنے کے لائق ہے وہ یہ ہے کہ جسے وہ معجزانہ قدرت کہتے ہیں وہ معجزانہ قدرت نہ تھی بلکہ وہ خدا کی وہ قدرت تھی جو اُس کے عجیب پروردگاری کے کاموں کے وسیلے جلوہ نما ہوتی ہے - اور وہ خود اقرار کرتے ہیں کہ گو خدا کی عجیب قدرت کے کام جو ساوی معجزات کے تھے ان کے زمانہ میں واقع ہوتے تھے مگر اصل معجزے رسولوں پر ختم ہوگئے تھے ۔

ہمارے ہندوستانی بھائی بھی مختلف صورتوں میں فوق العادت کے قائل ہیں - مگر انجیلی معجزوں کو قبول کرنے کو تیار نہیں -

اور اگر آپ آج ہندوستان کے عام لوگوں کو دیکھیں اور اُن کی حالت پر غور کریں تو آپ فوراً معلوم کر لینگے - کہ وہ کیسے زود اعتقاد ہیں - جادو ٹونے گنڈے تعویذ وغیرہ استعمال کرتے ہیں - پتھر پوجتے - مرادیں مانگتے ہیں - قبروں سے حصول مدعا کی اُمید رکھتے ہیں - پرندوں اور چرندوں کے آگے گر کر سجدہ کرتے ہیں - تاکہ اُن کے وسیلے اُن کی مرادیں بر آئیں پر اگر اُن سے مسیح کے معجزوں یا جی اُٹھنے کا ذکر کیا جائے تو اُس پر لاکھ اعتراض کرتے ہیں - اس کا یہی باعث ہے کہ وہ جانتے ہیں

اسلئے کہ وہ جانتے ہیں کہ انجیلی معجزات ایسی اعلےٰ قسم کے ہیں کہ اگر ہم اُن کو مان لیں تو مسیحی مذہب کو بھی ماننا پڑیگا -

کہ جس قسم کی فوق العادت قدرت کے ہم ماننے والے ہیں وہ ناقص ہے - اور جس فوق العادت قدرت کے معجزوں کا مسیحی ذکر کرتے ہیں اور جس کے ثبوت میں وہ معقول گواہی بھی پیش کرتے ہیں اگر صحیح مانے جائیں تو لازمی نتیجہ یہ بھی ہوگا کہ اُن کا مذہب برحق سمجھا جائے - اب ہم نے دیکھا کہ جب ہم مسیحی معجزوں کا مقابلہ اُن کراماتوں یا اچنبھوں کے ساتھ کرتے ہیں جو دنیا میں مانے جاتے ہیں تو پہلا فرق جو ہماری آنکھوں کے سامنے آتا ہے یہ ہے کہ دوسرے اقسام کے اچنبھے یا کرامات خود اسبات کا اقرار کرتے ہیں کہ ہمارے اور مسیحی معجزوں کے درمیان بڑا فرق ہے -

(۲) اب اگر آپ تھوڑی دیر کے لئے خاص اُن واقعات پر جنہیں لوگ کرامتیں کہتے ہیں غور کریں - تو اُنہیں دیکھ کر بھی آپ کو ماننا پڑیگا کہ واقعی مسیحی معجزوں میں اور اُن میں ایک گہرا فرق پایا جاتا ہے - چنانچہ آپ دیکھینگے کہ ان واقعات میں ایمان کی کمی نظر آتی ہے بلکہ

مقابلے سے ہوتی ہے کہ دنیا کے معجزات ذو معنی اور ایمان میں کم بلکہ بعض اوقات الحاد سے پُر ہوتے رہیں

اکثر الحاد اپنا رنگ دکھاتا ہے - اور کہ وہ کبھی ادنےٰ درجہ کے طبقے سے اوپر نہیں اُٹھتے - اور عموماً ذو معنی اور ایک ہی قسم کے ہوتے ہیں - اب ان باتوں سے اُن کا نقص صاف ثابت ہو جاتا

ہے۔ مثلاً وہ جو چھوٹی سی میز پر ہاتھ دھر جا کر دوسری دنیا کے باشندوں سے باتیں کرواتے ہیں۔ وہ سوائے اس کے اور کوئی معجزانہ کلام نہیں دکھا سکتے ۔ وہ جانتے ہیں کہ ہم کیا کر سکتے ہیں لہٰذا اپنے حدود کے اندر اندر ہمیشہ کام کرتے ہیں۔ یا جو ہندوستان میں گنڈے تعویذوں سے بیماروں کو چنگا کرنے یا بدروحوں کو نکالنے کا دعوے کرتے ہیں وہ ہمیشہ اسی قسم کے کام کیا کرتے ہیں اور اُن کو چھوڑ کر اور کسی طرح کا معجزہ دکھانے کی کوشش نہیں کرتے ۔ اب ان حرکتوں کو معجزہ ثابت کرنا بڑا مشکل کام ہے۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ ایسے کام کبھی فی الفور واقع نہیں ہوتے اور ایسے دعوے کرنے والے سب کے سب خائب المرام ہوتے ہیں۔ اور اگر پوچھا جائے کہ تم نے الحاد کی بوان کاموں میں کہاں سے پائی تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو کام خدا کو عزت نہیں دیتے وہ سراسر الحاد پر مبنی ہیں۔ کیا وہ لوگ جو دوسری دنیا کی رُوحوں سے باتیں کرواتے ہیں۔ اپنے کاموں اور حرکتوں کو خدا کی قدرت سے منسوب کرتے ہیں یا کسی اپنے مقرر کردہ طریقے سے؟ کیا وہ جو تبروں اور منتروں اور گنڈے تعویذوں سے اپنا کام لیتے ہیں فی الحقیقت خدا کی عزت کرتے ہیں؟ اگر جواب نفی میں ہے تو ہم کس طرح مانیں کہ یہ کام خدا کی طرف سے ہیں۔ بات اصل یہ ہے کہ اس قسم کی باتوں میں اوّل تو خود ہی مبالغہ کا عنصر موجود ہوتا ہے اور پھر بیان کرنے والے بھی اپنی مبالغہ آمیز نشتروں سے اُن پر اعجاز کا روغن پھیر دیتے ہیں۔ مگر جب وہ ان باتوں کو مسیحی معجزات کے ساتھ امتحان کی کسوٹی پر کستے ہیں تو اُنہیں ماننا پڑتا ہے۔ کہ ان میں اور انجیلی معجزات میں بڑا فرق ہے۔ چنانچہ پُرانے زمانہ کے بت پرستوں نے اس بات کو خوب محسوس کیا کہ اگر یسُوع مسیح فی الحقیقت مردوں میں سے خدا کی قدرت کے وسیلے جی اُٹھا ہے تو یہ واقعہ لاریب ایک سچا معجزہ ہے کیونکہ اُس میں اور اُن معجزوں میں جو اسقیولیپیس کے مندر میں واقع ہوتے ہیں بڑا فرق ہے۔ اسقیولیپیس کے مندر میں ہزاروں بیمار آتے تھے مگر شفایاب فقط معدودے چند ہی ہوتے تھے۔ اب پُرانے بت پرست دیکھتے تھے کہ اس میں کچھ بھید ہے کیونکہ سب بیمار شفا نہیں پاتے۔ اب ہزاروں میں سے چند ایک کو چنگا کرنے کا معجزہ تو ہر شخص دکھا سکتا ہے بشرطیکہ اُس کو یہ اختیار دیا جائے کہ جب اُس کا جی چاہے تب اُن میں سے بعض کو چنگا کر دے ۔ پر کبھی کوئی صاحب عقل اس قسم کی شفاؤں کو معجزہ نہیں کہیگا۔

رومن کیتھلک کلیسیا کے معجزے

رومن کیتھلک کلیسیا کے لوگوں نے بھی معجزانہ اظہاروں کا دعوے کیا ہے۔ مگر جو کام وہ بطور معجزات پیش کرتے ہیں اُن پر بھی یہی حجت قائم ہوتی ہے ۔ اس موقعہ پر یہ کہنا ضروری

معلوم ہوتا ہے کہ اکثر اوقات جھوٹ موٹ معجزانہ دعوے دو باتوں کے سبب سے کیا جاتا ہے ✚

دو باتوں سے پیدا ہوئے

(الف) کسی تعلیم کو رواج دینے کے مقصد سے ✚

(ب) کسی شخص کی بزرگی کو ثابت کرنے کی غرض سے ✚

جو تعلیم عقل اور اخلاقی اصول کے برخلاف ہے وہ خدا کی طرف سے نہیں لہذا خدا اُسکی تائید میں معجزات نہیں دکھا سکتا۔

پہلی بات کی نسبت ہم یہ عرض کرتے ہیں۔ کہ اگر تعلیم عقل اور اخلاقی اصول کے برخلاف ہے تو ہم اُسے خدا کی طرف سے نہیں مان سکتے۔ اور اگر وہ منجانب اللہ نہیں۔ تو خدا کی معجزانہ قدرت سے مدد نہیں پا سکتی۔ یاد رکھنا چاہئے۔ کہ ممکن ہے کہ کوئی مسئلہ یا تعلیم ہماری سمجھ سے بالا یا باہر ہو مثلاً تثلیث یا الوہیت مسیح یا کفارہ مسیح وغیرہ مگر یہ نا ممکن ہے کہ کوئی تعلیم جو خدا کی طرف سے ہونے کا دعوے کرتی ہے نیکی یعنی (Morality) کے برخلاف ہو۔ اس کا ذکر ہم ذرا آگے بڑھ کر مفصل طور پر کرینگے۔ یہاں ہم اس کا اشارہ فقط اسبات کے لئے کرتے ہیں۔ کہ معلوم ہو جائے۔ کہ اکثر اوقات دھوکا بازوں نے خواہ وہ عیسائی ہوں یا کسی اور مذہب کے ہوں اپنی مطلب براری کے لئے جھوٹی تعلیموں کو رواج دینے کے واسطے معجزات کا دعوے کیا ہے۔ مگر اُن کی تعلیموں کا نقص ظاہر کرتا ہے کہ اُن کی امداد میں الہٰی قدرت استعمال نہیں کی گئی۔ کیونکہ خدا ایسی گندی یا ناقص تعلیموں کا بانی نہیں ہو سکتا ✚

پر جو تعلیم عقل سے بلند اور اخلاق کی درستی کا موجب ہے اُس کی تائید میں معجزات دکھلائے جاتے ہیں۔

کسی شخص کی اخلاقی خوبی یا بزرگی کے ثبوت کے لئے بھی معجزات کی ضرورت نہیں۔

اور پھر جیسا ہم نے اوپر کہا یہ بھی دیکھا جاتا ہے۔ کہ بعض اوقات کسی شخص کی عزت یا شان بڑھانے کے لئے یا اس کی پاک زندگی کے ثبوت میں معجزانہ دعوے کئے گئے ہیں۔ پر جب ہم اسبات پر غور کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ سیرت کی خوبی یا پاکیزگی کے ثبوت کے لئے معجزانہ اظہاروں کی تائید کی ضرورت نہیں کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ ہم ہزاروں اشخاص کو عزت دیتے ہیں اور اُن کی نیکی اور بزرگی کے قائل ہیں۔ حالانکہ اُنہوں نے کبھی کوئی معجزہ ہم کو نہیں دکھایا۔ سیرت کی خوبی معجزانہ کسوٹی سے نہیں پرکھی جاتی اُس کے پرکھنے کا معیار اور ہی ہے۔ پس اکثر اوقات لوگوں نے دھوکا کھا کر یا دھوکا دینے کے لئے گذرے ہوئے لوگوں کے ساتھ معجزانہ قدرت کو مربوط کیا ہے۔ مگر وہ اس کا کوئی ثبوت پیش نہیں کر سکتے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے رومن کیتھلک بھائیوں پر شاید اور فرقوں کے لوگوں پر بھی یہ دو نو باتیں بہت درجہ تک صادق آتی ہیں ✚

جن معجزوں کو ہم نے ذومعنی کہا ہے۔ اُسی قسم کے معجزے مسیح نے بھی دکھائے ہیں۔ کیا اُن پر وہی اعتراض نہیں ہو سکتے جو دوسروں کے معجزوں پر کئے گئے ہیں؟

پر قبل ازیں کہ ہم اس خاص پوائنٹ کو چھوڑ کر آگے بڑھیں ہم ایک اور اعتراض کا جواب دینا چاہتے ہیں جو اس موقع پر کیا جا سکتا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ شاید کوئی ہم سے یہ کہے کہ تم نے شفا دینے اور بدروحوں کے نکالنے اور آنے والی باتوں کی خبریں دینے کو ذومعنی اور ملحدانہ واقعات کہا ہے۔ اب اگر یہ صحیح ہے تو کیا یہی اعتراض مسیح کے معجزوں پر نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ اگر مسیح بھی شفا دیتے وقت

نہیں کیونکہ اُن کی خاصیتیں اُن کی سچائی پر دال رہیں۔

یا بدروحیں نکالتے وقت یا نبوت کرتے وقت ذومعنی کلمات استعمال کرتا۔ اگر وہ بھی کبھی کامیاب ہوتا اور کبھی معجزہ دکھانے میں ناکامیاب رہتا۔ اگر اُس کی بات بجائے فے الفور وقوع میں آنے کے مدتوں تک انتظار کھچواتی اور پھر بھی واقع نہ ہوتی۔ اگر اُس کی معجزانہ طاقتیں جو شفا اور نبوت اور بدروحوں کے نکالنے میں ظاہر ہوئیں انسان کی بھلائی اور باپ کے جلال کے لئے نہ ہوتیں تو ہم اُس کے اس قسم کے معجزوں کو بھی اُس ناقص زمرہ میں شمار کرتے۔ ماسوائے اس کے یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جو معجزات دنیا ان باتوں کے متعلق ہمارے سامنے رکھتی ہے وہ اُس ادنےٰ طاقت کے پائے سے جو ان معجزات کے وقوع کے لئے ضروری سمجھی جاتی ہے اور جس میں طرح طرح کی نیچرل تاویلوں کو جگہ ہے۔ کبھی اوپر نہیں اُٹھتے۔ سو جب ہمیں مسیح کے معجزوں کا فیصلہ کرنا منظور ہو تو لازم ہے کہ ہم اُس کے اُن معجزات پر غور کریں جن کی تشریح کسی طرح نیچرل تاویلات کی بنا پر نہیں ہو سکتی۔ مثلاً اُس کا پانچ ہزار کو پانچ روٹیوں اور دو مچھلیوں سے آسودہ کرنا۔ اُس کا چار دن کے مرے ہوئے اور دفن کئے ہوئے مردے کو زندہ کرنا۔ اُس کا آپ تیسرے دن مردوں میں سے جی اُٹھنا۔ اُس کا آسمان پر چڑھ جانا ایسے معجزات ہیں جن کے ظہور کے لئے اعلےٰ الہٰی قدرت کے فعل کی ضرورت تھی۔ اب اگر یہ معجزات صحیح اور راست ہوں

نیز مسیح کے اعلےٰ درجہ کے معجزے اُس کے چھوٹے چھوٹے معجزوں کی سچائی کو پایہ ثبوت تک پہنچاتے ہیں۔

تو اُس کے ادنےٰ درجہ کے معجزات بھی ان اعتراضوں سے بری ہونگے جو اس قسم کے جھوٹے معجزات پر عاید ہوتے ہیں۔ یا یوں کہیں کہ بڑے بڑے معجزات کی روشنی میں اُس کے چھوٹے چھوٹے معجزات بھی سچے ظاہر ہوتے ہیں +

دنیا کے معجزانہ اظہاروں کی اخلاقی خاصیت بھی غور طلب ہے

(۳) پھر اس مقابلہ میں ہمارا یہ بھی غرض ہے۔

کہ ہم ان واقعات کی اخلاقی خاصیت پر بھی بخوبی غور کریں اور دیکھیں کہ کیا ایسے کام خدا کی قدرت سے وقوع میں آسکتے ہیں۔ خصوصاً ہم ان سوالوں پر غور کریں۔ کیا وہ واقعات جو بطور معجزات پیش کئے جاتے ہیں۔ فی نفسہٖ پاک ہیں یا ناپاک ہیں؟ کیا وہ عظیم الشان اور جلیل ہیں۔ یا ہلکے اور تمسخر انگیز ہیں؟ کیا اُن سے حکمت اور دانائی ٹپکتی ہے۔ یا حماقت اور لڑکپن کی حرکتوں کی بو آتی ہے؟ اور یہ تو ہم سب جانتے ہیں کہ خدا اپنی قدرت فضول طور پر صرف نہیں کرتا۔ اور نہ وہ ناپاکی اور گناہ کا بانی ہے۔ اب اگر ہم ان معجزات پر جو یونانیوں اور رومیوں کے قصّوں میں درج ہیں غور کریں تو ہم دیکھینگے کہ اُن میں بے شمار ایسے ہیں جو بالکل پاکیزگی اور حکمت اور حقیقی عظمت کے برخلاف ہیں۔ ہندوؤں کے یہاں جو دیوتا مانے جاتے ہیں اور اوتار تسلیم کئے جاتے ہیں اُن سے بڑے بڑے کام منسوب کئے گئے ہیں۔ پر جب ہم اُن پر غور کرتے ہیں تو صاف معلوم ہوجاتا ہے۔ کہ یا تو وہ سراسر ناپاکی سے بھرے ہوئے ہیں۔ یا اُن سے حماقت ٹپکتی ہے یا اُن پر ہنسی آتی ہے۔ اکثر ہندو اوتاروں کو مانتے ہیں۔ پر جب ہم یہ دریافت کرنے لگتے ہیں کہ ایشور نے کیوں۔ کچھ اور بارہ اور نرسنگ وغیرہ کا اوتار لیا تو اس کے جواب میں ایسی وجوہات بتائی جاتی ہیں کہ انسان سُنکر حیران رہ جاتا ہے۔ کرشن۔ ہنومان۔ برہما۔ وشن اور مہیش سے ایسے اچنبھے منسوب کئے جاتے ہیں۔ جن کو عقل ہرگز ہرگز قبول نہیں کرسکتی۔ پس وہ تمام واقعات جو معجزات ہونے کا دم بھرتے ہیں مگر جن سے ناپاکی اور ہلکاپن اور انتقام اور شہوت کی بو آتی ہے وہ کبھی خدا کی فوق العادت قدرت سے واقع نہیں ہوسکتے۔

مصنوعی معجزات میں ہزارہا اس قسم کے ہیں جن سے ناپاکی اور نادانی اور حماقت ٹپکتی ہے۔

علاوہ بریں معجزانہ واقعات کی گواہی پر بھی غور کرنا لازمی امر ہے

(۴) پھر اس مقابلہ میں گواہی کو بھی بڑا دخل ہے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ ہم انجیلی معجزات کو دیگر معجزانہ اظہارات کے ساتھ مقابلہ کرتے وقت اس بات پر بھی غور کریں کہ مؤخر الذکر کیسی گواہی اپنے ثبوت میں پیش کرتے ہیں۔ ہم یہ دریافت کریں کہ جو لوگ اُن کے وقوع پر گواہی دیتے ہیں کیا وہ معجزہ دکھلانے والے یا والوں کے ہمعصر تھے؟ کیا وہ دعوے کرتے ہیں کہ ہم نے اُن معجزات کو اپنی آنکھوں سے دیکھا؟ اور کیا اُن کی گواہی اُسی زمانہ میں قید کتابت میں آئی یا صدیوں بعد بصورت روایت مشہور ہوئی؟ اور خاص کر ہم یہ دریافت کریں کہ گواہوں نے اپنی گواہی کی سچائی کیلئے کہاں تک تکلیفیں سہیں

خصوصاً اسبات پر کہ گواہ ہوئے اپنی گواہی کے متعلق کیسی کیسی تکلیفیں سہی ہیں

ضروری امر نہیں کہ گواہ ہمیشہ طرح طرح کی تکلیفیں اُٹھائے ۔ تو بھی ہمیں شک نہیں کہ فوق العادت کی گواہی کو ہماری نظر میں اُس وقت عجیب قسم کی وقعت حاصل ہوتی ہے جس وقت ہم کو یہ معلوم ہو جاتا ہے ۔ کہ گواہ نے اپنی گواہی کے لئے اپنا سر تک بھی دیدیا ۔ مگر اُس سے انکار نہ کیا ۔

پر سب سے زیادہ غور طلب جو پوائنٹ ہے کہ جن معجزات کا دعوےٰ دنیا کرتی ہے اُن سے کون سے عجیب نتائج پیدا ہوئے

(۵) پر سب سے بڑی بات جو اس مقابلہ میں غور طلب ہے یہ ہے کہ ہم یہ دریافت کریں ۔ کہ انجیلی اور غیر انجیلی معجزات سے کیا کیا نتائج پیدا ہوئے ؟ کونسا پھل اُن میں لگا ؟ ہم پوچھیں کہ مسیح کے معجزات کو چھوڑ کر باقی جو فوق العادت واقعات دنیا میں مانے جاتے ہیں اُنہوں نے دنیا کے لئے کیا کیا ؟ کیا اُنہوں نے اس دُنیا میں کوئی ایسی تعلیمیں پھیلائیں جن سے دنیا کی حالت اور مزاج میں فرق پیدا ہُوا ؟ اور بنی آدم کو ایسی دائمی بھلائی دستیاب ہوئی جسے کوئی طاقت زائل نہیں کر سکتی ؟ کیا اُن معجزوں کی بنا پر کوئی ایسی مذہبی سوسائٹی قائم ہوئی جو تا قیامت زندہ رہنے کے آثار پیش کرتی ہے ؟ اگر آپ ان اہم سوالوں پر غور کریں تو آپ پر فوراً روشن ہو جائیگا کہ سوائے مسیحی مذہب کے اور کوئی مذہب نہیں ہے جس کی نسبت یہ کہا جائے ۔ کہ اُس کی تعلیمات نے معجزات سے ثابت ہو کر تمام دنیا کی حالت کو تبدیل کر دیا ہے ۔

مسیحی مذہب کی بنیادی تعلیمیں جن کے ثبوت میں معجزات دکھائے گئے

مسیحی مذہب کی بنیادی تعلیمیں یہ ہیں کہ خدا کا بیٹا مجسم ہُوا ۔ گنہگاروں کے کفارے کے لئے مارا گیا مردوں میں سے جی اُٹھا ۔ آسمان پر چڑھ گیا اور وہاں باپ کے دہنے ہاتھ بیٹھ کر گنہگاروں کی سفارش کرتا ہے ۔ اور اپنی روح پاک کے وسیلے اپنے لوگوں کو پاکیزگی کی ایک منزل سے دوسری منزل تک پہنچاتا ہے ۔ یہی ہیں وہ الٰہی تعلیمیں جن کی تصدیق اور ثبوت کے لئے معجزات دکھائے گئے ۔

وہ عظیم الشان نتائج جو ان تعلیموں سے پیدا ہوئے ہیں

کیا ان تعلیموں نے دنیا میں کچھ بھی نہیں کیا ؟ ۔ اگر آپ انصاف کریں تو آپ کو ماننا پڑیگا کہ انہیں تعلیموں نے ہمیں یہ سکھایا کہ خدا ہمارا باپ ہے اور انسان ہمارا بھائی ہے ۔ انہیں کی طفیل سے انسان نے انسانیت کے اصل جوہر کو پہچانا ۔ انہیں کے وسیلے خدا کی محبت اور پاکیزگی کا جمال اور جلال ظاہر ہُوا ۔ انہیں تعلیموں نے اصل تہذیب اور سوشل ترقی کی بنیاد ڈالی ۔ اور جہالت اور بطالت اور ظلم اور ستم کی اینٹ سے اینٹ بجادی ۔ ہمارے پاس وقت نہیں کہ ہم زیادہ تفصیل کے ساتھ دکھائیں کیونکہ

مذہبی اور عقلی اور علمی اور سوشل دنیا میں ان تعلیموں نے اپنے نیک اثر سے عجیب عجیب قسم کی تبدیلیاں پیدا کی ہیں۔ پر یہ تعلیمیں اُنہیں معجزوں کے وسیلے سچی ثابت کی گئیں جن پر آج لوگ طرح طرح کے اعتراض کرتے ہیں۔ کیا دنیا کے مشہور معجزات بھی اسی قسم کے دیرپا اور فیض رساں نتائج کے ساتھ وابستہ ہیں؟ اگر اُن سے بھی ایسے بڑے بڑے نتیجے پیدا ہوئے ہیں تو وہ بھی خدا کی طرف سے ہیں ورنہ نہیں۔ پر تاریخ ہم کو بتاتی ہے کہ مسیحی مذہب کے سوا اور کوئی مذہب ایسا نہیں جس کے مصنوعی معجزات نے ایسے نتیجے پیدا کئے ہوں۔ اب اگر ہم اُس وقت جبکہ انجیل کے معجزات کا دنیا کے مصنوعی معجزات کے ساتھ مقابلہ کیتے ہیں مذکورۂ بالا خیالات کو مدنظر رکھیں تو ہم فوراً اس بات کے قائل ہو جائینگے۔ کہ فقط بائبل ہی کے معجزات سچے ہیں اور باقی سب معجزے ناقص اور ناقابل یقین ہیں

دوسرا سوال کہ اب معجزات کیوں نہیں دکھائے جاتے

دوسرا غور طلب سؤال یہ ہے کہ اب معجزے کیوں نہیں ہوتے؟ اس سوال کا جواب چند لفظوں میں اس طرح دیا جا سکتا ہے۔ کہ اب ضرورت نہیں۔ اس بات کو مفصل طور پر بیان کرنے میں ہم کو پھر اُنہیں باتوں کو رقم کرنا پڑیگا جو ہم ابواب ماقبل میں عرض کر چکے ہیں۔ پر یہاں اُمید ہے کہ ہمارے روشن ضمیر ناظرین نے ان باتوں سے جو ہم معجزے کی غرض اور مقصد پر تحریر کر چکے ہیں خود بخود یہ نتیجہ نکال لیا ہوگا کہ اب معجزات کی ضرورت نہیں رہی۔ مگر پھر بھی یہاں چند خیالات ہدیۂ احباب کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ معجزات کی اب کوئی ضرورت نہیں رہی +

اسلئے کہ خدا بغیر اشد ضرورت کے معجزانہ طاقت کو استعمال نہیں کرتا

(۱) جو کچھ ہم اوپر لکھ چکے ہیں اُس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ گو مسیحی مذہب معجزات کے وجود اور وقوع کا قائل ہے۔ تاہم وہ اس بات کا بھی معترف ہے کہ بغیر اشد ضرورت کے خدا اپنی سوپرنیچرل طاقت کو کام میں نہیں لاتا۔ وہ لوگوں کے اشتیاقِ عجائبات کو پورا کرنے کے لئے۔ یا اُن کی حاسدانہ اغراض کو پورا کرنے کے لئے۔ یا اُن کو آنے والی باتوں کی غیر ضروری خبریں دینے کے لئے یا شہوانی خواہشوں کو پورا کرنے کے لئے۔ یا کسی انسان کی عزت اور جلال کے واسطے اپنی معجزانہ قدرت کو کام میں نہیں لاتا۔ اور عقل سلیم اور رائے صائب اس بات کو تسلیم کرتی ہیں۔ پس معجزوں کی ضرورت کسی خاص موقعہ پر ہوتی ہے +

(۲) اب مسیحی مذہب بتاتا ہے اور عقل اسے قبول کرتی ہے۔ کہ جب خاص موقعہ پر

وہ اشد ضرورت یہ ہے کہ وہ تعلیمات جو بذریعہ الہام تبلیغ کی جاتی ہیں سچی ثابت ہوں۔

خدا معجزات دکھانا روا رکھتا ہے وہ وہ موقعہ ہے جبکہ وہ اپنی مرضی کا ایسا مکاشفہ عطا فرماتا ہے۔ جسے انسان اپنی نیچرل طاقتوں سے معلوم نہیں کر سکتا۔ مثلاً خداوند مسیح یہ بتانا چاہتا تھا کہ میں زندگی اور قیامت ہوں۔ پر اس بات کے ثابت کرنے کے لئے یہ ضروری امر تھا۔ کہ وہ ایک ایسا معجزہ دکھائے جو دیکھنے والوں کو مجبور کرے کہ اُس کے دعوے کو قبول کریں۔ جب لعازر کی قبر پر آ کر اُس نے اُس مردے کو اپنے کلام کی طاقت سے زندہ کر دیا۔ تب یہ بات روشن ہو گئی کہ وہ زندگی کا سرچشمہ ہے۔ اور کہ جو اُس پر ایمان لاتے ہیں وہ ہرگز فنا نہیں ہوتے بلکہ ہمیشہ کی زندگی

مسیح نے ایسی تعلیمات اپنی نسبت بیان فرمائی ہیں جو بغیر معجزات کے اور کسی طرح قبول نہیں کی جا سکتی تھیں۔

کے وارث بن جاتے ہیں۔ اُسے منظور تھا کہ لوگوں کو بتائے کہ مجھے گناہ معاف کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ پر کون اُس کی بات کو مانتا اگر وہ یہ کہکر کہ اے بیٹا تیرے گناہ معاف ہوئے۔ اُس مفلوج کو کھٹولا اُٹھا کر چلنے کی طاقت نہ دیتا؟ اسی طرح خدا کے مجسم ہونے اور کفارے کے کام کو پورا کرنے اور انسان کی رُوح اور جسم کے بچ جانے کی تعلیمیں ایسی ہیں کہ اُن کے ثبوت کے لئے معجزات کی ضرورت تھی۔ پس معجزے کی غرض اور مقصد سے صاف ظاہر ہے کہ ہر زمانہ اور ہر فرقے میں معجزات کے واقع ہونے کی ضرورت نہیں ہوتی +

شاید اس جگہ کوئی یہ کہے کہ بہت سی تعلیمیں دنیا میں مروج ہیں اور اُن کے ماننے والے بھی

جن مذاہب کی تعلیمات نیچرل ہیں وہ معجزات کی حاجت نہیں رکھتے۔ کیونکہ اُن کی تعلیمات انسان کی عقل سے بلند و بالا نہیں ہیں

بکثرت ہیں۔ اور وہ تعلیمیں اپنی ذات میں نیک اور پسندیدہ ہیں۔ مگر اُن کے ثبوت میں کوئی معجزہ نہیں دکھایا گیا۔ مثلاً بودھ مذہب اور محمدی مذہب میں کئی ایسی تعلیمیں پائی جاتی ہیں اب ہمارا یہ مطلب نہیں کہ ہر ایک بات کے لئے معجزے کی ضرورت ہے۔ بلکہ ہم تو یہی دکھا رہے ہیں کہ ہر بات کے لئے خواہ وہ سچی ہی کیوں نہ ہو معجزے کی ضرورت نہیں پڑتی بودھ کی تعلیمیں اور محمدی مذہب کی تعلیمیں بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ تمام تعلیمیں جو انسان کی نجات کو اُسی کے اعمال پر چھوڑتی ہیں نیچرل ہیں۔ اُن میں کوئی بات سوپر نیچرل نہیں لہذا اُنہیں سپر نیچرل واقعات کے ثبوت کی ضرورت نہیں گو اُنکے معتقدوں نے سوپر نیچرل واقعات اُن سے منسوب کر دئے +

پس معجزے کے مقصد سے ظاہر ہے کہ اب معجزے کی ضرورت نہیں۔

پس جب ہم معجزے کے مقصد اور غرض پر غور کرتے ہیں۔ تو ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ سوائے خاص خاص موقعوں کے اور سوائے

اشد ضرورتوں کے معجزات وقوع میں نہیں آتے +

پھر انجیل کے کامل مکاشفہ سے بھی یہ ثابت ہے کہ اب معجزات کی ضرورت نہیں

(۳) اب آخری بات جو ہم اس سُوال کے ضمن میں ہدیۂ ناظرین کرنا چاہتے ہیں یہ ہے کہ مسیحی مکاشفہ ہمارے ایمان اور عمل کے لئے کامل ہے اب چونکہ ہماری نجات کے لیئے نئے مکاشفہ کی ضرورت نہیں۔ اسلئے معجزوں کی بھی ضرورت نہیں رہی +

مسیحی مذہب کی وہ تعلیمیں جن پر ہم کو ایمان لانا چاہئیے کامل ہیں

مذہب کے دو پہلو ہیں۔ اُن میں سے ایک ایمان کا اور ایک عمل کا پہلو ہے۔ اب مسیحی مذہب ان دونو پہلوؤں کی شرائط کو کامل طور پر پورا کرتا ہے۔ مثلاً جو کچھ وہ ہم کو خدا اور انسان کی نجات۔ اور دوزخ۔ اور بہشت کی بابت بتاتا ہے۔ وہ ہمارے لیئے کافی ووافی ہے۔ اور کوئی دوسرا مذہب ان معاملات میں اُس سے بڑھکر صحیح اور کامل تعلیم نہیں دیتا +

وہ ہم کو خدا کی ذات وصفات کی اور اُس رشتہ کے متعلق جو خدا انسان اور یونیورس سے رکھتا ہے پُوری پُوری خبر دیتا ہے۔ پھر وہ ہم کو مکمل طور پر بتاتا ہے کہ گناہ کیا ہے اور اُس کا تعلق خدا اور انسان کے ساتھ کیا ہے۔ وہ ہم کو سکھاتا ہے کہ نجات دہندہ کون ہے اور اُسے کیسا ہونا چاہئیے وغیرہ وغیرہ۔ اگر یہ سب باتیں ہم کو صحیح اور کامل طور پر معلوم نہ ہوتیں۔ تو ہمارا ایمان ناقص رہتا۔ پر مسیحی مذہب نے ان اہم امور پر ایسی لائح روشنی ڈالی اور ہماری موجودہ ضرورتوں کے بموجب اِن کو ایسی کامل صورت میں پیش کیا ہے۔ کہ اب ایمان والی تعلیموں میں کسی طرح کے اضافے یا زیادتی کی ضرورت نہیں رہی +

اسی طرح مسیحی مذہب کی وہ ہدائتیں اور نصیحتیں جو عملی زندگی سے متعلق ہیں کامل ہیں

اسی طرح جب ہم اس مذہب کے عملی پہلو پر غور کرتے ہیں تو وہاں بھی ہم کو یہی نظر آتا ہے کہ جو کچھ درستی عمل کے لئے ضروری ہے وہ سب کچھ انجیل میں ہمارے لئے موجود ہے اور ایسی بلیغی کے ساتھ کہ اور کسی جگہ سے وہ علم دستیاب نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ وہ ہمیں احسن طور پر بتاتا ہے کہ خدا کی اطاعت وبندگی خدا کی رضاجوئی اور فرمانبرداری کیا شئے ہے۔ اور کیسی نیت کے ساتھ اُسے بجالانا چاہئیے۔ وہ ہمیں بتاتا ہے کہ انسان کو انسان کے ساتھ کیسا برتاؤ کرنا چاہئیے۔ ماباپ کو اپنے بچوں سے۔ بچوں کو اپنے ماباپ سے۔ مالکوں کو اپنے خادموں سے۔ خادموں کو اپنے آقاؤں سے۔ پڑوسی کو اپنے پڑوسی سے کیونکر پیش آنا چاہئیے۔ اُس کے اخلاقی کمالات کا اعلےٰ زینہ وہ محبت ہے جو خدا اور انسان کی خدمت میں

اپنے تئیں قربان کرنا جانتی ہے۔ غرضیکہ اُس کی تعلیمات اور اخلاقی ہدایات ایسی کافی ہیں۔ کہ ہم نئے مکاشفہ کے محتاج نہیں۔ اب چونکہ وہ مکاشفہ الٰہی جو اناجیل کے وسیلے ہم کو پہنچا جس کی تائید و تصدیق میں خداوند نے معجزات کر دکھائے کافی ووافی ہے۔ اور چونکہ خدا نجات کے بارے میں جو کچھ ہمیں بتانا چاہتا تھا بتا چکا ہے۔ لہٰذا اب معجزوں کی ضرورت نہیں رہی۔ اور اسی لئے معجزے دکھائے نہیں جاتے۔

پس نتیجہ یہ ہے کہ چونکہ وہ کام جس کی انجام دہی کے لئے معجزات کی ضرورت تھی ہو چکا ہے اس لئے اب معجزات کی ضرورت نہیں رہی

چھٹا باب

خُداوند مسیح کا مُردوں میں سے جی اُٹھنا

ہم پچھلے بابوں میں اُن مختلف مضامین پر جو معجزے سے علاقہ رکھتے ہیں بحث کر چکے ہیں چنانچہ ہم نے دکھا دیا ہے کہ معجزے کی کیا غرض ہے اور وہ قوانین قدرت سے کیا تعلق رکھتا ہے۔ اور کہ جو گواہی انجیلی معجزات کے ثبوت میں پیش کی جاتی ہے وہ رد کرنے کے لائق نہیں۔ علاوہ بریں ہم یہ بھی دیکھ چکے ہیں کہ مسیح اور اُس کے شاگردوں کے معجزوں میں اور اُن اچنبھوں میں جن کا دنیا دعوے کرتی ہے کیا فرق ہے۔ اس باب میں ہم ایک خاص معجزے کو ناظرین کے ملاحظہ کے لئے پیش کرتے ہیں اور ہماری منت ہے۔ کہ وہ بے تعصبی اور انصاف سے ان چند سطور پر غور فرمائیں۔ اور ہم اُمید کرتے ہیں کہ اگر ایسا کیا جائیگا تو ضرور یہ امر روشن ہو جائیگا کہ مسیح کا مردوں میں سے جی اُٹھنا ایسی محکم دلائل پر مبنی ہے جن کو کسی طرح کی منطق غلط نہیں ٹھہرا سکتی۔

مسیحی نوشتوں کا یہ دعوےٰ ہے کہ مسیح مصلوب ہونے کے بعد تیسرے دن مردوں میں سے جی اُٹھا۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے۔ کہ اُس کا مصلوب ہونا اور پھر تین دن بعد مردوں میں سے جی اُٹھنا مسیحی مذہب کی جان ہے۔ چنانچہ پولوس رسول قرنتیوں کے پہلے خط میں مسیح کے جی اُٹھنے کے بارے میں یوں لکھتا ہے۔ "اگر مسیح نہیں جی اُٹھا تو

مسیحی نوشتوں کا دعوےٰ ہے کہ مسیح مردوں میں سے جی اُٹھا ہے اور یہ عقیدہ مسیحی مذہب کی جان ہے جیسا کہ پولوس کے کلام سے ثابت ہوتا ہے

تو ہماری منادی عبث ہے۔ اور تمہارا ایمان بھی عبث۔ بلکہ ہم خدا کے جھوٹے گواہ بھی ٹھیرے کیونکہ ہم نے خدا کی بابت گواہی دی کہ اُس نے مسیح کو جلایا ہے"۔ اور پھر دوسری جگہ یوں کہتا ہے"۔ اگر ہم صرف اسی زندگی میں مسیح سے اُمید رکھتے ہیں تو ہم سارے آدمیوں سے کم بخت ہیں" (۱ قرنتی ۱۵ : ۱۴ - ۱۵ و ۱۹) ان مقاموں سے صاف ظاہر ہے کہ مسیح کا مردوں میں سے جی اُٹھنا مسیحی مذہب کی بنیادی تعلیم ہے۔ پولوس کے نزدیک یہ واقعہ ایسا ضروری تھا کہ وہ کہتا ہے کہ اگر وہ سرزد نہیں ہُوا تو سب رسُول اور گواہ جھوٹے ہیں اور جو اُن کی گواہی سے مسیح پر ایمان لاتے ہیں وہ درجہ اول کے بدبخت اور بدنصیب ہیں +

پولوس کو کیوں ایسے الفاظ لکھنے پڑے

پولوس کو یہ الفاظ غالبًا ایسے زور سے اس واسطے تحریر کرنے پڑے کہ شہر کارنتھ میں جہاں اُن دنوں فلسفہ کا دور دوران تھا ایسے مسیحی پیدا ہو گئے تھے جو مُردوں کے جی اُٹھنے پر شک لانے لگ گئے تھے۔ یہ تو ثابت نہیں ہوتا کہ وہ مسیح کے جی اُٹھنے کے بھی انکاری ہو گئے تھے۔ مگر رسُول اس بات کو سُن کر کہ وہ قیامت کا انکار کرنے پر آمادہ ہوتے جاتے ہیں اُن کو لکھتا ہے کہ اگر مُردے اپنے جسموں کے ساتھ نہیں اُٹھینگے تو مسیح بھی نہیں اُٹھا پر اگر مسیح نہیں جی اُٹھا تو ہماری منادی عبث ہے اور تمہارا ایمان بھی عبث وغیرہ"۔ شاید ان قرنتیوں میں سے بعض یہ کہتے تھے کہ اگر قیامت ناممکن ہے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ ہم مسیح کی پیروی نہیں چھوڑینگے۔ اُس کی تعلیم اور اُس کا نمونہ ہمارے لئے غنیمت ہے۔ کیونکہ انسان اُس کی تعلیم اور اُس کے نمونہ کے وسیلے اپنے فرائض کو ادا کرنے کی تحریک پاتا۔ نامناسب جذبات کو اپنے قابو میں رکھنا سیکھتا۔ اور اپنے خدا کی عبادت اور خدمت میں مصروف رہتا ہے۔ پولوس اُن کی غلط فہمی کو دور کرتا ہے اور ایسے الفاظ ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر مسیح نہیں جی اُٹھا تو اُن کا ایمان لانا عبث ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے۔ کہ مسیحی مذہب بالکل جھوٹا ہے +

مسیحی دین کے مخالف اثبات کو بخوبی سمجھتے ہیں

اور مخالفان دین عیسوی نے اس بات کو خوب پہچانا ہے۔ یعنی وہ جانتے ہیں کہ اگر مسیح کا مردوں میں سے جی اُٹھنا مان لیا جائے تو پھر اس کے ساتھ اور بھی بہت کچھ ماننا پڑیگا۔ لہذا مخالفوں نے طرح طرح کے اعتراض کئے ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ قبل ازیں کہ ہم اس تواریخی واقعہ کی گواہی پیش کریں اور وہ دلائل جو منصف مزاجوں کے نزدیک کافی و وافی ہیں ہدیہ ناظرین کریں اُن اعتراضوں یا مختلف تاویلوں

پر غور کریں جو معترضوں نے اپنے واہمہ سے تجویز کی ہیں اور وہ پانچ مختلف صورتوں میں پیش کی جاتی ہیں اُن تاویلوں کے وجود میں آنے کی اصل وجہ یہ ہے کہ نکتہ سنج لوگوں نے اس واقعہ کے حقیقی وزن کو خوب محسوس کیا ہے۔ چنانچہ وہ جانتے ہیں کہ مسیحی عقیدوں میں یہ عقیدہ ایک ایسا عقیدہ ہے جو سب سے پُرانا ہے۔ اور کہ اُس نے مسیحی مذہب کو زندہ رکھنے اور دور دور تک پھیلانے میں بڑی مدد دی ہے۔ لہٰذا باتوں باتوں میں اس کو اڑانا مشکل کام ہے۔ مثلاً باؔر صاحب جنہوں نے انجیلوں کے بیانات کی تاویل عقلی طور پر پیش کرنے کا بیڑا اُٹھایا تھا جانتے تھے کہ مسیحی مذہب بغیر اس اعتقاد کے دنیا کو فتح کرنے کیلئے ایک قدم نہیں اُٹھا سکتا تھا۔ گو بار صاحب انجیلی بیانات اور معجزات کی وہی تاویلیں پیش کرنے میں عجیب دعووں اور مجبوریوں کو اختیار کرتے ہیں مگر مسیح کے جی اُٹھنے کے معاملے میں خاموش ہیں۔ اس خاموشی کو دیکھ کر سٹراس صاحب جن کا ذکر اوپر کئی بار ہو چکا ہے کہتے ہیں کہ باؔر صاحب اس سخت سوال کو ہاتھ نہیں لگاتے بلکہ اُسے ایک ایسا واقعہ تصوّر کر لیتے ہیں کہ اُس پر بحث نہیں ہو سکتی۔ اور یوں اُس سے درگذر کرکے صرف اُس کے تواریخی نتائج کا سراغ لگانے پر اکتفا کرتے ہیں۔ ممکن ہے کہ بار صاحب کی خاموشی کسی قدر تجاہل عارفانہ کی صورت رکھتی ہو۔ مگر اس کے ساتھ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اس واسطے خاموش رہے کہ وہ جانتے تھے کہ مسیح کے جی اُٹھنے پر جو جو حملے اور اعتراض ہو چکے ہیں وہ ناقابل اطمینان ہیں۔ مگر بار صاحب کی سی دور اندیشی کی توقع ہر معترض اور منکر سے نہیں کی جا سکتی۔ لہٰذا ان لوگوں نے مسیح کے جی اُٹھنے کی مختلف تشریحیں اور تاویلیں پیش کی ہیں تا کہ یہ ثابت کریں کہ وہ کبھی مردوں میں سے زندہ نہیں ہُوا۔ پر اس باہمی جنگ و جدل میں یہ تماشا دیکھنے میں آتا ہے کہ جو شرح ایک شخص پیش کرتا ہے۔ دوسرا اُس کو کاٹ ڈالتا ہے۔ اب ہم اُن تاویلوں پر غور کرینگے۔ وہ یہ ہیں +

تاویلیں ۱۔ کہ مسیح کا جی اُٹھنا محض ایک بنائی ہوئی بات ہے جس کی بنا جھوٹ اور چوری پر قائم ہے +

۲۔ کہ مسیح صلیب پر مرا نہیں تھا بلکہ بے ہوش ہو گیا تھا۔ اور جب ہوش میں آیا تو اپنے شاگردوں کو کئی بار ملا۔ اور پولوس سے ملاقات کرنے کے وقت تک زندہ رہا۔ بعد ازاں کسی کنج تنہائی میں یا جس طرح بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کاشمیر میں جا کر مر گیا +

۳۔ کہ مسیح کبھی جسم کے ساتھ دکھائی نہیں دیا۔ اُس کے نظارے محض ذہنی یا وہمی تھے۔ چونکہ شاگرد اپنے اُستاد کی مفارقت سے بیکل ہو رہے تھے اور اُن کا دھیان اُسی طرف لگا ہُوا تھا اور یہ خواہش دامنگیر ہو رہی تھی کہ اُس کے چہرہ کو دیکھیں۔ یہ خیال اُن کے دل پر ایسا جما کہ وہ یہ سوچنے لگ گئے کہ ہم نے مسیح کو حقیقت میں دیکھ لیا ہے۔ اُن کا یہ کہنا جھوٹ بولنا نہ تھا کیونکہ اُنھوں نے اپنے وہم کے تصویر خانہ میں اُس کی صورت کو ایک طرح ضرور دیکھا۔ گو وہ صورت حقیقی مادی صورت نہ تھی بلکہ ایک وہمی عکس تھا۔ پس یہ لوگ دھوکا خوردہ تھے ✣

۴۔ کہ مسیح کی وفات کے بعد اُس کے بدن کے جو نظارے شاگردوں کو نصیب ہوئے وہ کلیۃً طور پر وہمی نہ تھے بلکہ اُن میں کچھ کچھ حقیقت بھی تھی۔ یا یوں کہیں کہ جو کچھ اُنھوں نے دیکھا وہ مسیح کا مادی بدن نہ تھا۔ بلکہ وہ اُس کی جلالی رُوح تھی جس نے اپنے تئیں شاگردوں پر ظاہر کیا تاکہ اُن کے مجروح دل تسلی اور آرام پائیں۔ گویا یہ آسمانی نظارے تار کی خبریں تھیں جن کا یہ مقصد تھا کہ شاگردوں کو پتہ لگ جائے۔ کہ سب کچھ ٹھیک ہے ✣

۵۔ کہ نہ مسیح کا بدن دکھائی دیا اور نہ اُس کی رُوح دکھائی دی۔ بات اصل یہ تھی۔ کہ مسیح کے مصلوب ہونے کے بعد شاگرد یہ منادی کیا کرتے تھے کہ وہ اب بھی زندہ ہے پر وہ اس بات پر ایسا زور دیا کرتے تھے کہ اُن کے مبالغہ آمیز کلام سے آخر کار وہ قصہ پیدا ہو گیا جسے اُس کا مردوں میں سے جی اُٹھنا کہتے ہیں۔ اب ہم نے دیکھا کہ یہ پانچ تاویلیں مسیح کے جی اُٹھنے کے متعلق پیش کی گئی ہیں۔ کیا مناسب نہیں کہ ہم تھوڑی دیر کے لئے اِن پر ترتیب وار غور کریں اور دیکھیں کہ ان میں کہاں تک راستی پائی جاتی ہے ✣

پہلی تاویل کہ مسیح زندہ نہیں ہُوا۔ بلکہ اُس کی لاش چرائی گئی

ان میں سے پہلی تاویل یہ بتاتی ہے کہ مسیح تو کبھی مردوں میں سے نہیں اُٹھا تھا۔ بلکہ وہ مرنے کے بعد قبر میں پڑا رہا۔ پر اُس کے شاگردوں نے اُس کی لاش چُرا لی اور مشہور کر دیا۔ کہ وہ مردوں میں سے جی اُٹھا ہے۔ واضح ہو کہ یوروپ کے تمام منکروں نے اس تاویل کو ناقص بلکہ گندی سمجھ کر ترک کر دیا ہے۔

یوروپ کے منکروں نے اس تاویل کو ناقص سمجھ کر رد کر دیا ہے

اور شاید بہتر ہو تاکہ ہم بھی اس کے کمینہ پن

سے کے سبب سے اس کو یہاں جگہ نہ دیتے۔ مگر اس خیال سے کہ شاید کوئی یہ کہے کہ تم نے اس کا جواب دینے کی کوشش اس واسطے نہیں کی کہ تم جانتے ہو کہ تمہارے پاس کوئی معقول جواب نہیں ہے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ ہم چند سطور اس پر تحریر کریں۔ اس الزام کی مدافعت کے لئے ذیل کے دلائل غور طلب ہیں ۔

اس تاویل کی تردید

(۱) ہم پوچھتے ہیں کہ لاش کو چُرائے جانے میں شاگردوں کو کونسا فائدہ مدنظر تھا؟ کونسی ضرورت دامنگیر تھی؟ اگر وہ یہ مانتے تھے کہ وہ خود بخود اپنی طاقت سے جی اُٹھیگا تو انہیں

لاش چُرانے سے اُن کو کچھ فائدہ نہ تھا

اس بات کی حاجت ہی نہ تھی کہ اُس کی لاش کو چُرا لائیں۔ پر اگر وہ یہ نہیں مانتے تھے تو اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اُس کے جی اُٹھنے کی انتظاری بھی نہیں کرتے تھے۔ اور اگر اس بات کی انتظاری نہیں کرتے تھے تو کیا ضرورت تھی کہ اُس کی لاش کو چُرا لائیں ۔ جس طرح اور مُردے دفنائے جاتے ہیں۔ اُسی طرح وہ بھی دفن کیا گیا تھا۔ جس طرح اور لوگ اس دنیا سے کوچ کرتے ہیں وہ بھی کوچ کر گیا تھا۔ پھر اُس کی لاش کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے میں کیا بہتری مدنظر تھی؟ اس کا جواب صرف ایک ہی ہو سکتا ہے۔ اور وہ یہ کہ اُس کے شاگرد دنیا کو فریب دینے پر کمربستہ تھے۔ لیکن ہم پوچھتے ہیں کہ ایسا کرنے سے اُن کو کونسے نفع کی اُمید تھی؟ یہودیوں کو غصہ دلانے اور گورنمنٹ کا قصور کرنے میں کیا فائدہ متصور تھا؟ کیا وہ روپے یا زر یا عزت کے بھوکے تھے؟ سوائے ان باتوں کے اور کوئی معقول وجہ اُن کے فریب کے لئے نظر نہیں آتی۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ ان چیزوں میں سے کوئی چیز ان کو دستیاب نہ ہوئی۔ جیسا ہم اوپر ایک جگہ دکھا چکے ہیں حکام وقت اُن کے برخلاف تھے۔ یہودی سردار اُن کی جان کے درپے تھے۔ ارباب علم و فضل اُن کی بیخ کنی میں لگے ہوئے تھے اور عام لوگ اُن کو حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ تاج کے عوض صلیب۔ فارغ البالی کی جگہ تنگدستی۔ عزت کے لئے بے عزتی اُن کو نصیب ہوئی وہ کونسا لالچ تھا جس کی خاطر اُنہوں نے دین اور دنیا دونو کھو دئے؟ ۔

کیا اُن میں ایک بھی فریب سے آزاد نہ تھا

پھر یہ بھی ثابت کرنا چاہئے۔ کہ وہ سب کے سب فریبی اور مکار تھے۔ کہ اُن میں ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جو راستی کا طالب ہوتا۔ کیا اُن میں کوئی بھی ایسا نہ تھا جس نے مسیح کی باتوں کو اُس کے وعدوں کو اور اُس کی نبوتوں کو برحق سمجھ کر اُس کی پیروی اختیار کی تھی؟ اور اگر ہم یہ کہیں کہ اُن میں ایسے بھی تھے جو راست گو اور

سچائی کے طالب تھے۔ تو ہم پوچھتے ہیں کہ وہ کب اس فریب میں شامل ہوتے؟ ناظر ہم آپ سے منت کرتے ہیں کہ آپ تھوڑی دیر کے لئے فرض کیجئے کہ آپ بھی اُس کے شاگردوں میں شامل ہیں اور یہ مانتے ہیں۔ کہ وہ اپنے قول کے مطابق تیسرے دن مردوں میں سے جی اُٹھیگا فرض کیجئے

ناظر آپ اپنے تئیں تھوری دیر کے لئے اُس کے شاگردوں میں شمار کریں

کہ آپ بھی محبت یا تعظیم کی راہ سے دیگر شاگردوں کے ساتھ ملکر اُس کی لاش کو قبر سے نکال لاتے ہیں اور اُسے بڑے ادب اور عزت کے ساتھ کسی جگہ رکھ دیتے ہیں۔ فرض کیجئے کہ آپ اُس کی باتوں کو سچ جاننے کے سبب سے اسبات کے منتظر ہیں کہ وہ مردہ لاش جو آپ کے سامنے پڑی ہے۔ تیسرے دن آپ اُٹھ کھڑی ہوگی۔ فرض کیجئے کہ تیسرا دن آتا اور گذر جاتا ہے مگر لاش نہیں اُٹھتی۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ اس مایوسی کی حالت میں آپ کیا کرینگے؟ کیا آپ یہ اشتہار دیتے پھرینگے کہ مسیح مردوں میں سے جی اُٹھا ہے یا اُس لاش کی طرف متوجہ ہوکر روتے اور نالہ کرتے ہوئے یہ کہینگے۔ اے یسوع یا تو تونے خود دھوکا کھایا یا تونے ہمیں قصداً دھوکا دیا۔ دونو حالتوں میں تونے ہم کو سخت نقصان پہنچایا۔ ع

گئے دونو جہاں کے کام سے ہم نہ ادھر کے ہوئے نہ اُدھر کے ہوئے

تیری پیروی کے سبب سے ہم ملکی افسروں اور مذہبی لیڈروں اور اپنے خویش واقارب کی نظروں سے گر گئے۔ اب سوائے ندامت کے اور کچھ ہمارے حصہ میں نہیں۔ تیرے وہ وعدے کہ میں آسمان کی بادشاہت قائم کرونگا کہ میں مردوں میں سے جی اُٹھونگا کہاں ہیں؟ اور اب یہ لاش جس میں ذرا حس وحرکت نہیں پائی جاتی سوائے طعمۂ زاغ وزغن ہونے کے اور کسی لائق نہیں +

ناموری کا خیال بھی فریب کا موجب نہیں ہوسکتا تھا

پھر کیا آپ اسلئے اس فریب میں شامل ہوتے کہ آپ کا نام تمام دنیا میں مشہور ہوجائے بیشک دنیا میں کوئی ملک ایسا نہیں جہاں پطرس اور یوحنا اور پولوس کا نام مشہور نہیں۔ پر اُن کو اس عزت سے یا اس شہرت سے کیا فائدہ؟ کیا اب مرنے کے بعد وہ اپنی تعریف کو سُنتے۔ اور سُن کر خوش ہوتے ہیں؟ اگر وہ فریبی تھے اور اگر مرنے کے بعد روح زندہ رہتی ہے اور اگر اُن کی روحیں زندہ ہیں۔ تو اپنی شہرت اور ناموری سے خوش ہونے کی بجائے وہ اب عقوبت دوزخ میں گرفتار ہیں اور ہائے ہائے کہہ کر اپنے اپنے فریب پر ماتم کرتے ہیں۔ پر کوئی شخص شہرت کو دنیا کی بےعزتی اور عاقبت کے عذاب سے نہیں خریدتا +

وہ اُس کی لاش کو چرا ہی نہیں سکتے تھے

(۲) پھر ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ کسی طرح اس کی لاش کو چرا ہی نہیں سکتے تھے۔ ہاں اگر وہ سب مل کر اسباب کی کوشش بھی کرتے تو تو بھی کامیاب نہ ہوتے۔ غور فرمائیے +

کیونکہ اُن کا شمار تھوڑا اور وہ پہلے بزدل تھے

(الف) شاگرد اس وقت شمار میں بہت تھوڑے سے تھے اور خود اُن کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت وہ بڑے بزدل اور کم حوصلہ تھے۔ جب مسیح گرفتار کیا گیا اس وقت وہ سب اُس کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ پطرس نے تین بار اُس کا انکار کیا۔ صرف یوحنا صلیب تک ساتھ گیا۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ یہودیوں کے ڈر کے مارے یہ شاگرد کئی دن تک باہر نہ نکلے جب خداوند ایک مرتبہ بند کمرے میں اُن کے درمیان کھڑا ہُوا اُس وقت وہ اُسے بھوت سمجھ کر ڈر گئے وہ اس بند کمرے میں اس واسطے جمع ہو رہے تھے کہ یہودیوں کے حملے سے ڈرتے تھے۔ کیا ایسے لوگ سپاہیوں کے پہرہ کا مقابلہ کرنے کی جرات رکھتے تھے۔ شاید اُن میں ایک آدھ ایسی جرات کرتا تو کرتا مگر وہ سب کے سب اس سازش میں نہیں مل سکتے تھے۔ اور پھر کیا اُن کو اسبات کا خطرہ نہ تھا۔ کہ اگر ہم میں سے کسی نے راز فاش کر دیا۔ تو ہم سب گرفتار ہو جائینگے +

علاوہ بریں قبر کی نگہبانی کے لئے سپاہیوں کا پہرا موجود ہے۔

(ب) پر اگر بفرض محال ہم یہ بھی مان لیں کہ ان چند کم حوصلہ آدمیوں نے لاش چرانے کی سازش کر لی تھی تو ایک اور مشکل پیش آتی ہے۔ اور وہ یہ کہ قبر کی نگہبانی کے لئے سپاہیوں کی ایک گارد موجود تھی۔ اب سپاہی ان کو لاش چرانے کی کب مہلت دینے لگے تھے؟ اگر یہ کہا جائے کہ وہ سو گئے تھے تو یہ ماننا ناممکن ہے۔ کیونکہ رومی قانون کے مطابق جو سپاہی نگہبانی کے کام میں غفلت کرتے تھے وہ سخت سزا پاتے تھے یاد رہے کہ اس وقت ساٹھ سپاہیوں کا پہرا موجود تھا۔ کیا وہ ساٹھوں کے ساٹھوں سو گئے؟ چند سال بعد پولوس اور سیلاس فلپی کے قید خانہ میں ڈالے گئے۔ اور جب معجزانہ طور پر اُن کی زنجیریں کٹ گئیں اور جیل کے دروازے کھل گئے تو داروغۂ جیل خودکشی کے لئے تیار ہو گیا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا۔ کہ قیدیوں کا اُس کی غفلت سے نکل جانا اُس پر سخت سزا لائیگا۔ مشہور ایچ۔ پی۔ لڈن صاحب اپنے ایسٹر سرمنوں کی پہلی جلد میں پطرس کی زنجیروں کے معجزانہ طور پر کٹ جانے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہیرودیس سنتریوں سے ایسا ناراض ہُوا کہ اُن کو جان سے مار ڈالا۔ تعجب ہے کہ جو سنتری یا سپاہی مسیح کی محافظت کے واسطے تعینات کئے گئے ایسے نڈر تھے کہ سب کے سب سو گئے۔ اور سوئے بھی گھوڑے بیچ کر۔ قبر پر سے ایک بڑا بھاری پتھر جس پر مہریں لگی ہوئی تھیں سرکایا جا رہا ہے۔ خاصہ شور ہو رہا ہے خاصی

دیر لگ رہی ہے۔ مگر وہ ایسی لمبی تانے پڑے ہیں۔ کہ کروٹ تک نہیں بدلتے۔ کون اس بات کو مانیگا؟ اب اگر یہ کہا جائے کہ اگر سپاہی واقعی اپنی غفلت کے سبب سے سزا پاتے تھے۔ اور اگر وہ سپاہی بھی جو مسیح کی قبر کے نگران تھے غافل ہونے کی وجہ سے معرض خطر میں آسکتے تھے تو اُنہوں نے یہودیوں سے رشوت کیوں لی کیونکہ متی کہتا ہے کہ سردار کاہنوں نے "بزرگوں کے ساتھ جمع ہو کر اور صلاح کر کے سپاہیوں کو بہت روپے دئیے اور بولے تم یہ کہنا کہ رات کو ہم سوتے تھے اس وقت اُس کے شاگرد آکر اُسے چُرا لے گئے اور اگر یہ بات حاکم کے کان تک پہنچیگی تو ہم اُسے سمجھا کر تمہیں اندیشے سے بچا لینگے۔ پس اُنہوں نے روپے لے کر جیسے سکھائے گئے تھے ویسا ہی کیا۔ اور یہ بات آج تک یہودیوں میں مشہور ہے"۔ (متی ۲۸: ۱۲-۱۵) اب اگر اُنہوں نے اپنے خطرے کو جان بوجھ کر یہ عہد کر لیا کہ ہم کہہ دینگے۔ کہ ہم سو رہے تھے۔ اور اُس کے شاگرد آکر اُس کی لاش کو چُرا لے گئے۔ تو اُنہوں نے قصداً اپنے اوپر وہ جرم لیا جس کی سزا موت تھی۔ یا یوں کہیں کہ وہ جان بوجھ کر اپنی مرضی سے دہان اجل میں جا پڑے۔ پر اس کے جواب میں ہم یہ عرض کرتے ہیں کہ متی کی اس عبارت کے پڑھنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہودیوں نے یہ رشوت اسواسطے نہیں دی تھی کہ سپاہی حاکم کے سامنے جا کر یہ کہیں۔ بلکہ اسلئے کہ عام لوگوں کو جو اُنہیں سزا دینے کا کچھ اختیار نہیں رکھتے تھے یہ کہیں کہ اُس کی لاش کو اُس کے شاگرد چرا لے گئے ہیں۔ چنانچہ وہ رشوت دیتے ہوئے خود کہتے ہیں"۔ کہ اگر یہ بات حاکم کے کان تک پہنچیگی تو ہم اُسے سمجھا کر تمہیں بچا لینگے" جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ جب سپاہیوں نے روپیہ لیا تو اُس وقت اُن کو یقین تھا کہ یہ بات حاکم تک نہیں جائیگی۔ پس ہم روپے کیوں ہاتھ سے جانے دیں۔ اور کچھ تعجب نہیں کہ اُن کا یہ بھی خیال ہو کہ اگر اس معاملے کی حاکم کے سامنے باز پرس ہوئی تو ہم اسی طرح سارا حال صحیح صحیح طور پر اُس کے سامنے بھی بیان کر دینگے۔ (دیکھو متی ۲۸: ۱۱) +

پس صاف ظاہر ہے کہ ان سپاہیوں کے پہرہ میں سے مسیح کی لاش اُڑا لے جانا ناممکن بلکہ محال تھا +

پھر یہ بھی یاد رہے کہ یہ عید کا موقعہ تھا کئی لاکھ آدمی موجود تھے۔

(ج) پھر اس بات پر بھی غور کیجئے کہ یہ موقعہ ایک بڑی عید کا موقعہ تھا۔ کہتے ہیں کہ بیس تیس لاکھ یہودی اس موقعہ پر یروشلم میں جمع ہوا کرتے تھے۔ اور وہ سب اپنے دینی رہنماؤں اور پیشواؤں سے پوری پوری ہمدردی

رکھتے تھے۔ وہ مسیح کی پست حالی کے سبب سے اُسے مسیح موعود نہیں جانتے تھے ان لوگوں سے یروشلم کے گلی کوچے بھرے پڑے تھے۔ تعجب ہے کہ ان میں سے بھی کسی نے اُن کو لاش چراتے نہ دیکھا۔ اور نہ سے جاتے دیکھا۔ نہیں یہودی خود جانتے تھے کہ لاش چرائی نہیں گئے۔ چنانچہ جب پطرس اور یوحنا نے مسیح کے جی اُٹھنے کی منادی کی تو انہوں نے اُن کو کوڑے لگائے پر یہ نہیں کہا کہ ہم تم کو اسلئے مارتے ہیں کہ تم نے مسیح کی لاش چرائی اور جھوٹ سے یہ بات مشہور کردی کہ وہ مردوں میں سے جی اُٹھا ہے۔ انہوں نے استفنس کو سنگسار کیا۔ اور اور مسیحیوں کو ستایا مگر اُن پر کبھی یہ الزام نہ لگایا کہ تم چور ہو۔ تم یسوع کی لاش چرالے گئے۔ اور تم نے جھوٹ موٹ یہ بات مشہور کردی کہ وہ جی اُٹھا ہے۔ اب مذکورہ بالا باتوں سے صاف ظاہر ہے کہ وہ تاویل

پس ناممکن ہے کہ مسیح کی لاش چرائی گئی ہو

جو یہ کہتی ہے کہ مسیح کبھی زندہ نہیں ہوا بلکہ اُس کے شاگردوں نے اُس کی لاش چرا کر یہ مشہور کردیا کہ وہ زندہ ہوگیا ہے بالکل بے بنیاد ہے۔ بلکہ ناپاک ہے کیونکہ وہ اُن لوگوں پر جنہوں نے سچائی کے لئے اپنی جانیں دیدیں جھوٹ اور فریب کا الزام لگاتی ہے ✦

دوسری تاویل

دوسری تاویل جو ہم اوپر بیان کر آئے ہیں یہ ہے کہ مسیح مرا نہیں تھا بلکہ بیہوش ہوگیا تھا۔ پھر جب کچھ عرصے کے بعد اُس کو ہوش آیا تو وہ اپنے شاگردوں کو ملا۔ اور چند دن زندہ

طرز استدلال

رہ کر پھر مرگیا اس تصور کے ماننے والے اس طرح استدلال کرتے ہیں۔ صلیبی موت میں خواہ ہاتھوں اور پاؤں میں میخیں بھی گاڑی جائیں تاہم خون بہت ضائع نہیں ہوتا۔ اور مصلوب کچھ بھوک کے مارے اور کچھ غش سے تڑپ تڑپ کر دیر بعد مرتا ہے اب اگر مسیح صرف چھ گھنٹے کے بعد صلیب سے اُتارا گیا تو وہ مرا نہیں تھا۔ بلکہ غش کے سبب سے بیہوش ہوگیا تھا۔ پس قبر میں تھوڑے عرصہ تک رہنے کے بعد وہ پھر ہوش میں آگیا۔ بعض کہتے ہیں کہ کسی مرہم کے استعمال سے وہ چنگا ہوگیا۔ اس دلچسپ بحث پر حضرت عیسوی مصنفہ اے۔ ایم کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ ہم یہاں صرف وہ خیالات پیش کرنا چاہتے ہیں جو ایسی کمزور تاویلوں کی تردید کرتے ہیں ✦

انجیلوں کا صاف بیان اس دوسری تاویل کا مخالف ہے

پہلی بات اس تاویل کی تردید میں یہ ہے کہ چاروں انجیل نویسوں کی گواہی اس تاویل کے برخلاف ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مسیح واقعی مرگیا تھا۔ لڈن صاحب نے خوب کہا ہے کہ یہ تو تعجب کی بات نہیں کہ وہ صلیب پر فقط چند گھنٹے

سٹراس کے یہ الفاظ واقعی پرمعنی ہیں | یہ ناممکن ہے کہ ایسا شخص شاگردوں پر یہ اثر پیدا کرتا کہ وہ اُسے موت اور قبر کا فاتح اور زندگی کا شہزادہ سمجھنے لگ جاتے۔ پر ہم دیکھتے ہیں کہ یہی عقیدہ اُن کی آئندہ خدمت کی تہ میں تھا۔ پس اگر وہ صرف غش سے ہوش میں آتا۔ تو اس سے وہ اثر بھی جاتا رہتا جو اُس نے پہلے اپنی زندگی اور موت کے وسیلے اُن پر ڈالا تھا۔ اس قسم کی زندگی شاید زیادہ سے زیادہ غم پیدا کرتی۔ لیکن کسی طرح سے اُن کے غم کو سرگرمی میں تبدیل نہیں کرسکتی تھی۔ اور نہ تعظیم کو عبادت میں"۔

ان دنوں اس خیال کو بیدار مغز اشخاص بہت کم ملتے ہیں۔ اور جو خیالات ہم اوپر عرض | پس مسیح صلیب سے زندہ نہیں اُترا | کرچکے ہیں اُن پر غور کرنے سے ہر منصف مزاج شخص کو ماننا پڑتا ہے۔ کہ کوئی بات اس بے بنیاد تاویل کی تائید نہیں کرتی۔ پس مسیح صلیب پر سے زندہ نہیں اُترا تھا۔

تیسری تاویل | اب ہم تیسری تاویل کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ یہ تاویل ظاہر کرتی ہے کہ ہمارا خداوند کبھی مردوں میں سے زندہ نہیں ہُوا تھا۔ پر شاگرد مدت تک اُس کی نسبت سوچتے رہے اور آخر کار اُن کے ذہن پر اُس کی صورت ایسی نقش ہوگئی کہ وہ خیال کرنے لگ گئے کہ وہ مردوں میں سے جی اُٹھا ہے۔ یا یوں کہیں کہ اُس کی تصویر اُن کے سامنے کھنچ گئی۔

رینان کا خیال کہ مسیح کی دید کے نظارے وہم سے پیدا ہوئے تھے | اس دعوے کو رینان کے الفاظ میں یوں ادا کرسکتے ہیں "سرگرمی اور محبت کے لئے کوئی قید نہیں۔ یہ دو صفتیں ناممکن باتوں کو بھی ہلکا جانتی ہیں اور اُمید منقطع کرنے کے عوض حقیقی باتوں میں بھی تصرف کر بیٹھتی ہیں۔ لہٰذا کئی باتیں جو اُستاد نے کہی تھیں اس معنی میں لی گئیں کہ وہ قبر میں سے نکل آئیگا۔ علاوہ بریں یہ اعتقاد ان لوگوں کی طبیعت سے ایک خاص مناسبت رکھتا تھا۔ پس شاگردوں کا ایمان اس قسم کا قصہ بآسانی ایجاد کرسکتا تھا۔ حنوک اور الیاس جیسے بڑے بڑے نبیوں نے کبھی موت کا مزہ نہیں چکھا تھا پس جو کچھ اُن کے تجربہ سے گذرا تھا ضروری امر تھا کہ یسوع کے تجربے سے بھی گذرے موت کا کسی بالیاقت یا کسی کشادہ دل شخص کو مارنا ایسا پُر حماقت کام معلوم ہوتا ہے کہ لوگ نیچر کی ایسی غلطی کو مان نہیں سکتے۔ بہادر اشخاص کبھی نہیں مرتے۔ اس بزرگ اُستاد اُس دائرے کو جس کا مرکز وہ آپ ہی تھا خوشی اور اُمید سے معمور کر رکھا تھا"۔

"پس کیا اُس کے شاگرد یہ دیکھ سکتے تھے۔ کہ وہ قبر میں پڑا سڑا کرے"۔ مطلب رینان کا

یہ ہے کہ اول تو مسیح کے کلام ہی میں بعض ایسی باتیں پائی جاتی تھیں جن کی یہ تشریح ہو سکتی تھی کہ وہ مردوں میں سے جی اُٹھیگا۔ اور پھر یہودیوں کے بعض نبی ایسے تھے جن کی نسبت مانا جاتا تھا کہ وہ کبھی موت کے چنگل میں گرفتار ہی نہیں ہوئے۔ اب شاگرد چاہتے تھے کہ اُن کا اُستاد ان نبیوں سے کسی طرح کم نہ رہے لہٰذا ان سب باتوں نے مل جُلکر یہ اثر پیدا کیا کہ اُنہوں نے اُسے قبر میں سڑتے دیکھنا گوارا نہ کیا۔ پس اپنے واہمہ میں اُسے زندہ دیکھ کر مشہور کر دیا کہ وہ جی اُٹھا ہے۔ گویا جب شاگردوں کی جماعت نے مسیح کو قبر میں پڑا دیکھا تو اُن میں سے کسی ایک نے کہا کہ ہم رائے پیش کرتے ہیں کہ یسُوع مردوں میں نہ رہے۔ دوسروں نے اس رائے کی تائید کی اور آخر کار یہ ریزولیوشن پاس ہُوا کہ یسُوع کسی نہ کسی طرح مردوں میں اُٹھا دیا جائے۔ یوں معتقدوں کی جماعت مرے کو زندہ دیکھنے اور ماننے کے لئے تیار ہو گئی اس پر طرہ یہ ہُوا کہ جب اُنہوں نے قبر کو خالی دیکھا تو وہ اور بھی دھوکا کھانے کے لئے تیار ہو گئے۔ (لیکن کوئی یہ نہیں بتاتا کہ قبر کس طرح خالی ہوئی) مریم مگدلینی پہلی عورت تھی جس نے یہ وہمی رویہ دیکھی۔ وہ قبر کے پاس کھڑی روتی تھی۔ سو جب اُس نے ذرا سی آہٹ سُنی اور لوٹ کر نظر ڈالی تو ایک آدمی کو دیکھا۔ اُس سے پوچھا کہ نعش کہاں ہے۔ اس سوال کے جواب میں اپنا ہی نام "مریم" سُنا۔ یہ آواز تھی کہ جس نے بارہا اُس کے بدن میں لرزہ پیدا کر دیا تھا۔ سو اُس نے سوچا کہ یہ یسوع کی آواز ہے۔ یوں محبت کا معجزہ کامل ہو گیا اب وہ کہتی ہے کہ میں نے اُسے دیکھا اور اُس کی آواز سُنی ہے۔ اب جب ایک نے اُس کو دیکھ لیا تو دوسروں کے لئے اُسے دیکھنا کچھ مشکل کام نہ تھا پس یہ رویتیں ایسی متعدی ہو گئیں کہ ایک ایک شاگرد کو یسُوع نظر آنے لگا۔ واضح ہو کہ اس طرح رینان اور اُس کے ہم مکتب احباب نے مسیح کے جی اُٹھنے کی نسبت رائے دی ہے۔ اُن کا خیال ہے کہ جہاں جوش اور اُمید اور محبت جیسی صفتیں موجود ہوتی ہیں وہاں اگر بیرونی اسباب سے ذرا بھی مدد ملے تو فوراً جس شخص کو چاہیں اُسی کی پوری پوری شکل پیدا ہو جاتی ہے۔ بلکہ یوں کہیں کہ وہ آپ آکر سامنے کھڑا ہو جاتا ہے +

شٹراس کا خیال شٹراس اس عجیب وقوعہ کو اور ہی طرح حل کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ پولس یہ دعوےٰ کرتا ہے کہ میں نے یسوع مسیح کو مردوں میں سے جی اُٹھنے کے بعد دیکھا اور میرا دیکھنا اُسی قسم کا ہے جس قسم کا پہلے رسُولوں کا تھا۔ لیکن جو نظارہ پولس کو نصیب

ہو اور وہ لاریب خیالی تھا اور پولوس ایسی طبیعت اور مزاج کا آدمی تھا کہ ایسے خیالی نظاروں کو دیکھنا اُس کے لیئے کچھ مشکل نہ تھا۔ کیونکہ وہ خود ہم کو بتاتا ہے کہ ایک طرح کے وجد کی حالت اُس پر اکثر طاری ہو جاتی تھی (۲ کرنتھی ۱۲: ۱) اب اُس کے اِس قسم کے دعووں سے یہ خیال گذرتا ہے کہ وہ شاید مرگی کی سی کسی بیماری میں گرفتار تھا اور یہی وہ سبب تھا جس کی وجہ سے عجیب قسم کے نظارے اُس کی آنکھوں کے سامنے آتے تھے۔ اور جب وہ وقت آیا جس وقت اُسے مسیح کی پیروی کا فیصلہ کرنا پڑا۔ جس وقت طرح طرح کے جذبات اُس کے دل میں جوش زن تھے جس وقت نئے اور پُرانے خیالوں میں ایک قسم کی جدوجہد جاری ہو گئی تھی اُس وقت اُس کے خیالات کا انسانی صورت اختیار کر کے اُس کے سامنے آکھڑا ہونا اُس کی طبیعت کے عین مطابق تھا۔ اور جو روشنی اُس کے تجربے سے ہم کو ملتی ہے اُس کی امداد سے یہ عقدہ بھی حل ہو جاتا ہے۔ کہ پہلے رسُولوں اور شاگردوں نے کسطرح مسیح کو زندہ دیکھا یعنی جس طرح پولوس نے دیکھا اُسی طرح اُنہوں نے دیکھا مسیح کی موت نے شاگردوں کے ایمان کو ہلا دیا تھا۔ اور اغلب ہے کہ اُس وقت اُن کے دلوں میں یہ تحریک پیدا ہوئی ہو کہ کسی نہ کسی طرح اُس نقص پر جو مسیح کی موت سے برپا ہُوا ہے غلبہ پانا ضروری امر ہے اور اس کے ساتھ جب اُنہوں نے نوشتوں کی چھان بین شروع کی تو وہاں اس قسم کے نوشتے پائے جن سے ظاہر ہوتا تھا کہ مسیح موت کا شکار تو ہوگا۔ مگر موت اُس پر غالب نہ رہیگی۔ یوں اُنہوں نے موت اور جی اُٹھنے کے ہر دو واقعات کو مسیح کے تجربہ میں شامل کر دیا۔ پس جب یسُوع مر گیا تو اُنہوں نے یہ انتظاری شروع کی کہ وہ نوشتوں کے مطابق جی بھی اُٹھیگا۔ اب جبکہ وہ ایسے واقعہ کے ظہور کے دل وجان سے منتظر تھے اُس وقت اُن کے انتظار میں سے مسیح کے جی اُٹھنے کے وہ نظارے پیدا ہوئے جو انجیلوں میں مندرج ہیں ✦

اِس تاویل کی تردید

پہلی یا شرح سٹراس کی طرف سے ہے۔ پر اس تاویل پر بھی بڑے حملے کئے گئے ہیں اور اس کی کمزوریاں فاش کی گئی ہیں پہلی بات اس کے برخلاف یہ ہے کہ رینان اور سٹراس کی تھیوری کے مطابق بہت وقت کی ضرورت تھی کیونکہ قلیل سے عرصہ میں شاگردوں کے دل اس قسم کے وہمی نظاروں کے دیکھنے کے لیئے تیار نہیں ہو سکتے تھے۔ لیکن انجیل نویسوں کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح اپنی وفات سے کل تین دن بعد اُن کو نظر آنے لگ گیا۔ اب اگر مسیح ایسا جلد نظر آنے لگ گیا جیسا کہ انجیلوں کے بیان سے عیاں ہے تو وہمی نظاروں والے خیال پر ایک

یہ اعتراض قائم ہوتا ہے کہ یہ وقت ایسا نہ تھا کہ وہمی رویتیں یا نظارے نظر آتے۔ کیونکہ شاگرد اس وقت انجیلوں کے بیان کے مطابق شکستہ خاطر اور غم کے بھنور میں مبتلا تھے۔ چنانچہ سب انجیلیں اُن کی اس حالت پر گواہی دیتی ہیں۔ مثلاً متی کہتا ہے کہ جب مسیح شاگردوں کو گلیل میں ملا تو بعض نے شک کیا۔" (متی ۲۸ : ۱۷) مرقس کہتا ہے کہ جب شاگردوں نے مریم مگدلینی سے سنا کہ مسیح زندہ ہے اور میں نے اُسے دیکھا ہے تو انہوں نے یقین نہ کیا۔" لوقا بتاتا ہے کہ عورتوں کی باتیں شاگردوں کو کہانی سی معلوم ہوئیں" (لوقا ۲۴ : ۱۱) یوحنا ایک خاص شخص کا ذکر کرکے بتاتا ہے کہ انہوں نے بغیر دیکھے مسیح کے جی اُٹھنے کو قبول نہیں کیا۔ مثلاً وہ تھوما کا ذکر کرتا ہے اور دکھاتا ہے کہ وہ کس طرح اس واقعہ کی خبر کو قبول کرنے میں محتاط تھا۔ اگر ہم یوحنا ۲۰ : ۲۴ - ۲۹ کو پڑھیں تو ہم دیکھینگے کہ جب اُس کو مسیح کے جی اُٹھنے کی خبر دی گئی تو اُس نے جواب میں کہا۔ کہ جب تک میں اُس کے ہاتھوں میں میخوں کے سوراخ نہ دیکھ لوں اور میخوں کے سوراخ میں اپنی انگلی نہ ڈال لوں اور اپنا ہاتھ اُس کی پسلی میں نہ ڈال لوں ہرگز یقین نہ کرونگا۔" اسی طرح عورتیں بھی اُس کے جی اُٹھنے کی مردوں کی نسبت کچھ زیادہ منتظر نہ تھیں۔ وہ اُس کی قبر پر اُسکو زندہ دیکھنے نہیں گئی تھیں بلکہ اُس کی لاش پر عطریات و خوشبویات ملنے گئی تھیں۔ اور انجیلی بیانات کے پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ شاگرد مسیح کی صورت کو دیکھ کر کبھی اس فکر میں پڑ جاتے تھے کہ جو صورت ہم دیکھ رہے ہیں کیا وہ ایک ہوائی نقشہ ہے یا حقیقی صورت ہے۔ اور کبھی اسبات پر غور کرتے تھے۔ کہ جس مسیح کی شکل ہم دیکھ رہے ہیں کیا وہ وہی مسیح ہے جو ہمارے ساتھ رہا کرتا تھا یا ہم کو کسی اور چیز کی شکل نظر آتی ہے؟ انہوں نے اُسے رُوح یا بھوت بھی سمجھا اور اُن کا یہ خیال وہی خیال ہے جو رینان اور سٹراس کا تھا۔ اب ہم یہ دیکھ کر کہ وہ خود رینان اور سٹراس کی طرح اُن نظاروں کو جو انہیں نصیب ہوئے مشاہدہ کرنیکے بعد یہ سوچتے تھے کہ وہ کہیں وہمی نہ ہوں اور انہوں نے اپنے وہم کو رو کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی اور اسبات کا فیصلہ کرنے میں کہ جو نظارے ہم مسیح کی شکل کے دیکھ رہے ہیں وہ کہیں جھوٹے نہ ہوں۔ انہوں نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ ہاں ان سب باتوں کو دیکھکر ہم کس طرح رینان اور سٹراس اور اُن کے ہمخیال لوگوں کے اس دعوے کو قبول کرسکتے ہیں۔ کہ مسیح حقیقت میں زندہ نہیں ہوا تھا فقط اُس کی صورت کے وہمی نظارے شاگردوں کی انتظاری کے باعث پیدا ہوگئے تھے؟

دیگر اعتراضات

مگر ماسوائے اعتراضات مذکورہ بالا کے ذیل کی باتیں اس رکیک تاویل

کے برخلاف ہیں +

(۱) کہ اگر یہ نظارے وہمی ہوتے تو ایسے نہ ہوتے جیسے بیان ہوئے ہیں۔ جو مسیح اُن کو نظر آتا ہے اُس کی حالتیں اور طریقے اُس مسیح سے جو مرنے سے پہلے اُن کے ساتھ رہتا تھا۔ مختلف تھے۔ اور پھر ہم دیکھتے ہیں کہ یہ نظارے باوجود عجیب و غریب ہونے کے صاف اور سادا بھی ہیں +

(۲) یہ نظارے بہت جلد بند ہو گئے۔ اگر یہ وہم سے پیدا ہوئے تھے تو چاہیئے تھا کہ مدت تک وہم اپنا کام کرتا رہتا اور مسیح اُن کو ہمیشہ نظر آتا رہتا۔ کیا سبب ہے کہ فقط چند دن تک مسیح کے نظارے اُن کو نصیب ہوئے اور پھر بند ہو گئے؟ اس کا اور کوئی جواب نہیں سوائے اس کے کہ مسیح فی الحقیقت جی اُٹھا تھا اور جب جب وہ اُن کو نظر آیا اُنہوں نے اُس کو دیکھا۔ اور جب وہ آسمان پر چڑھ گیا۔ تب یہ نظارے بھی بند ہو گئے +

(۳) کہ جو تبدیلی شاگردوں کے مزاج میں مسیح کے نظاروں سے فی الفور پیدا ہوئی وہ اُس ذہنی حالت کے برخلاف ہے جس سے وہمی نظارے پیدا ہوتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب مسیح اُن کو نظر آیا تو فوراً اُن کی حالت تبدیل ہو گئی۔ اور اُنہوں نے یسوع کے مسیحائی درجہ کا صحیح عرفان حاصل کیا اور اُسی وقت سے اُس کے نام پر گواہی دینے کا مصمم ارادہ ٹھانا۔ اور یہ ہمت باندھی کہ ہم اپنے خداوند کے نام کی جو مردوں میں سے جی اُٹھا ہے تمام دنیا میں منادی کرینگے۔ اب اگر اُن کا دماغ یا مزاج اپنی اصلی صحت سے بسبب طرح طرح کے غور و فکر کے گرا ہوا تھا۔ اور وہمی نظاروں کیلئے تیار ہو رہا تھا تو ضرور تھا کہ وہ کم از کم کچھ مدت تک اُسی حالت میں رہتا۔ پس اُن کے مزاج میں جو تبدیلی فی الفور پیدا ہوئی رینان اور سٹراس کی تاویل کے برخلاف ہے +

چوتھی تاویل

اب بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اوپر کی تاویلوں کو تو ناقص سمجھتے اور اُن کی تردید میں بڑی زبردست دلائل پیش کرتے ہیں۔ مگر یسوع کے جسم کے حقیقی طور پر جی اُٹھنے کے قائل نہیں۔ مثلاً مرقومہ بالا سطور میں جو تین باتیں رینان اور سٹراس کی تھیوری کے برخلاف پیش کی گئی ہیں وہ اِسی تماش کے لوگوں میں سے ایک شخص کے قلم سے نکلی ہیں۔ اس کا نام کیم ہے۔ وہ اور اُس کے ہم خیال اشخاص یہ مانتے ہیں کہ مسیح کے مرنے کے بعد جو نظارے اُس کے

کہ نظارے وہمی نہ تھے۔ یسوع کی قدرت سے ظاہر ہوئے تاہم یسوع کے زندہ بدن کے حقیقی نظارے نہ تھے

جسم کے جی اُٹھنے کے اُس کے شاگردوں نے دیکھے وہ وہم سے نہیں پیدا ہوئے تھے بلکہ وہ سچے تھے۔ مگر اس معنی میں نہیں کہ مسیح درحقیقت اپنے بدن کے ساتھ جی اُٹھا تھا بلکہ اس معنی میں کہ اُس کی رُوح زندہ تھی اور اُسی رُوح نے وہ نظارے شاگردوں کو دکھائے جو اُنہوں نے دیکھے تاکہ اُن کے دلوں کو اطمینان حاصل ہو اور وہ جانیں کہ ہمارا خداوند زندہ ہے اور موت سے اُس کا وجود معدوم نہیں ہُوا +

اس تاویل یا تشریح کا مطلب ظاہر کرنے کے لئے زیادہ خامہ فرسائی کی ضرورت نہیں کیونکہ ہمیں اُمید ہے کہ ناظرین نے یہ سمجھ لیا ہے کہ اس تاویل کے ماننے والے ان نظاروں کی صداقت اور حقیقت کے قائل ہیں۔ کیونکہ وہ یہ نہیں مانتے کہ یہ نظارے جو انجیل میں درج ہیں محض وہم سے پیدا ہوئے مگر وہ یہ مانتے ہیں۔ اور ہم سے منوانا چاہتے ہیں۔ کہ جو بدن شاگرد دیکھتے تھے وہ حقیقی بدن نہ تھا۔ لیکن وہ شاگردوں کے وہم کا نتیجہ بھی نہ تھا۔ کیونکہ یسُوع کی زندہ روح نے وہ نظارے پیدا کئے تھے تاکہ شاگردوں کو معلوم ہو جائے کہ مسیح فنا نہیں ہُوا بلکہ زندہ ہے +

ہم اس تاویل کو بھی نہیں مانتے

اب ہم اس تاویل کو بھی قبول نہیں کر سکتے گو یہ تاویل مسیح کے بدن کے جی اُٹھنے کے اظہاروں کو ایک طرح اُس کی زندہ روح کے عمل سے منسوب کرتی ہے۔ دراصل یہ تاویل بھی اُسی شکل سے پیدا ہوتی ہے جو لوگوں کو سوپر نیچرل کا منکر بناتی ہے اس تاویل کی تردید میں ذیل کے خیالات پیش کئے جا سکتے ہیں +

یہ تاویل بعض فوق العادت باتوں کو مانتی ہے

(۱) اس تاویل کے ماننے سے اُن لوگوں کو جنہوں نے اس کو تجویز کیا ہے کچھ فائدہ نہیں پہنچتا۔ اُنہوں نے بدن کے جی اُٹھنے کو قوانین قدرت کے برخلاف سمجھ کر یہ تشریح گھڑی ہے۔ پر جیسا بدن کا مردوں میں سے جی اُٹھنا قوانین قدرت خلاف ہے۔ ویسا ہی مسیح کی زندہ روح کا فوق العادت نظارے پیدا کرنا قوانین قدرت کے خلاف ہے۔ پس جب اس تشریح میں بھی قوانین قدرت کو پناہ نہیں ملتی تو کیا ضرورت ہے کہ ہم انجیل کے سادہ بیانات سے خلاف ورزی اختیار کریں اور کلیسیا کی قدیم تشریح اور عقیدے کو رد کریں +

یہ تاویل رُوح کو جھوٹا ٹھہراتی ہے

(۲) یہ تشریح مسیح کی رُوح کو جس سے مسیح کے اظہارات منسوب کئے جاتے ہیں جھوٹا ٹھہراتی ہے کیونکہ یہ تاویل ایک طرف تو یہ مانتی ہے۔ کہ جن

اظہارات کا ذکر انجیلوں میں پایا جاتا ہے وہ مسیح کی رُوح کی قدرت سے وجود میں آئے پر دوسری جانب مسیح کے بدن کے جی اُٹھنے کا انکار بھی کرتی ہے۔ اب اعتراض یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر مسیح کا بدن نہیں جی اُٹھا تھا۔ تو اُسکی روح نے شاگردوں کی تسلّی کے لئے اور اُن کو یہ یقین دلانے کے لئے کہ یسوع فنا نہیں ہُوا بلکہ زندہ ہے معجزانہ آواز کے وسیلے یہ خبر کیوں نہ دی کہ اے شاگردو تم کو مغموم نہیں ہونا چاہئے۔ اور نہ گھبرانا چاہئے۔ تمہارا اُستاد جو مرگیا تھا اُس کی رُوح اب تک زندہ ہے؟ اگر یہ خبر آواز کے وسیلے دی جاتی تو اُس کے شاگرد اُس کے جسم کو زندہ سمجھنے کی غلطی میں گرفتار نہ ہوتے۔ مگر برعکس اس کے ہم یہ دیکھتے ہیں۔ کہ آسمان سے جب اُس کی روح کے زندہ ہونے کی خبر آتی ہے۔ تو وہ ایسے واقعات اور ایسے الفاظ میں آتی ہے جو جسم کے زندہ ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ اب اگر مسیح کا جسم مردوں میں سے نہیں جی اُٹھا تھا تو واقعی یہ آسمانی تاربرقی صداقت کے اظہار کے بالعوض زیادہ تر مغالطہ میں ڈالنے والی تھی ؛

سب سے آسان بات

پس سب سے آسان بات یہ ہے کہ ہم اُس بیان کو سچا اور راست سمجھیں جو انجیلوں میں مندرج ہے۔ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ وہی جسم جو قبر میں رکھا گیا تھا۔ پھر جی اُٹھا اور شاگردوں کو نظر آیا۔ اب کیا ہم اسبات کو اسلئے رد کریں کہ مردہ بدن کا جی اُٹھنا ہماری سمجھ سے باہر ہے ؟ کیا اس بات کا سمجھنا زیادہ آسان ہے کہ مسیح کی زندہ روح خلا میں ایسی شکلیں پیدا کر سکتی تھی۔ جو مسیح کے مشابہ تھیں۔ مگر درحقیقت مسیح نہ تھیں ؟ ہماری رائے میں وہ آسمانی خبر جو زمین پر آکر ایک جسمانی صورت اختیار کر سکتی تھی ایسا ہی عجوبہ تھا۔ جیسا مردہ جسم کا مردوں میں سے جی اُٹھنا ؛

پانچویں تاویل۔ اور وہ فرق جو اُس میں اور باقی تاویلوں میں پایا جاتا ہے

واضح ہو کہ مذکورہ بالا تشریحیں اسبات کی قائل ہیں کہ شاگردوں کے تجربہ سے کوئی نہ کوئی بات گذری جس سے یہ اعتقاد پیدا ہُوا کہ مسیح کا مردہ بدن زندہ ہوگیا ہے لیکن آخری تشریح جس کا ذکر ہم اب کرنے لگے ہیں وہ کسی طرح کے تجربہ کی قائل نہیں یعنی نہ وہ یہ مانتی ہے کہ مسیح صلیب پر سے بحالت غش اُترا اور چند عرصہ کے بعد پھر ہوش میں آیا اور اس سے یہ بات مشہور ہوگئی کہ وہ مردوں میں سے جی اُٹھا ہے۔ اور نہ یہ مانتی ہے کہ شاگردوں کے واہمہ نے خیالی مسیح کی شکل اُن کے سامنے پیدا کر دی اور نہ یہ ہی مانتی ہے کہ مسیح کی روح نے وہ نظارے پیدا کئے جو بعد میں اُس کا مردوں سے جی اُٹھنا سمجھے گئے ؛

اور اس غلطی کی اصلاح کی طرف بہت توجہ نہ کی۔

اس تاویل کے متعلق دو سوال

اب اس تاویل پر بھی دو اعتراض یا دو سوال کئے جاسکتے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں۔

۱۔ کیا یہ تاویل پہلے شاگردوں کی حالت کا صحیح صحیح بیان رقم کرتی ہے ؟

۲۔ کیا یہ تاویل واقعی زیادہ صحیح حل مسیح کے بدن کے جی اُٹھنے کا پیش کرتی ہے ؟

یہ تاویل یہودی عقیدے کے خلاف ہے

(۱) پہلے سوال کی نسبت یہ کہا جاسکتا ہے۔ کہ یہ تاویل یہودی عقیدے کے برخلاف ہے۔ اس تاویل کے مطابق جو نقشہ آئندہ زندگی کا ہمارے سامنے آتا ہے وہ اپنی خصوصیات میں پیگن (بت پرست) عقیدے کے مطابق ہے اور یہودی عقیدے کے مطابق نہیں۔ بت پرست لوگ یہ مانتے تھے۔ کہ جو زندگی قبر کے بعد آتی ہے وہ خاص رُوحانی زندگی ہے۔ مگر یہودی یہ مانتے تھے کہ جو زندگی قبر کے پرے ہے وہ گو جسم کی کمزوریوں سے بری ہے تاہم وہ انسانی زندگی ہے اور حسات سے محسُوس کی جاسکتی ہے۔

پولوس کے تجربہ کا صحیح حل

علاوہ بریں پولوس کے تجربہ کی نظیر جس طرح پیش کی جاتی ہے وہ طرز بالکل ناقص ہے۔ پولوس کی شہادت ہمارے لئے بڑی بیش قیمت ہے۔ اول اس لئے کہ وہ کسی کی سُنی سنائی بات پیش نہیں کرتا۔ بلکہ جو کچھ خود اُس پر گذرا تھا اُسے پیش کرتا ہے اور پھر اس لئے بیش قیمت ہے کہ اُس کی راست گوئی اور دیانتداری پر کسی طرح کا دھبہ نہیں اور نہ اُس کی حقیقت شناس قابلیت پر کوئی شک لاسکتا ہے۔ وہ صاف بتاتا ہے کہ میں نے مسیح کو دیکھا ہے۔ پر مخالف کہتا ہے کہ ہاں اُس نے اُسے دیکھا مگر رُوحانی طور پر۔ ہم کہتے ہیں کہ کیا وہ بیانات جو اعمال کی کتاب میں درج ہیں جن میں وہ مسیح کو دیکھنے کا دعوےٰ کرتا ہے رُوحانی نظاروں کی خبر دیتے ہیں؟ اس کے جواب میں یہ کہا جاتا ہے۔ کہ اعمال کے وہ بیانات قابل تسلیم نہیں ہیں۔ اگر ہم اعمال کو بھی چھوڑ دیں تو بھی اُس کے خط اسبات پر گواہی دینگے۔ مثلاً وہ اپنے خط قرنتیوں میں دوبار مسیح کے دیکھنے کا ذکر کرتا ہے۔ (اقرنتی ۹ : ۱ و ۱۵ : ۸) اب ہمارا دعوےٰ یہ ہے کہ پولوس کے اس دیکھنے سے محض روحانی معنی نہیں لئے جاسکتے۔ ذرا سے غور کرنے سے ہمارا مطلب سمجھ میں آجائیگا۔ پولوس کی حالت اس وقت نہایت نازک تھی۔ بہت لوگ اس کی رسالت پر حملہ کرتے تھے۔ اور کہتے تھے۔ کہ اُسے کچھ اختیار نہیں کہ وہ انجیل کی نئی نئی تفسیریں پیش

کرے کیونکہ اُسے گیارہ رسولوں کی طرح مسیح کی طرف سے رسولی اختیار عطا نہیں ہُوا۔ اب پولوس اپنے دعوے کی تائید میں منجملہ دیگر باتوں کے ایک یہ بات پیش کرتا ہے کہ "میں نے خداوند کو دیکھا

پولوس کی کیا غرض تھی جب اُس نے کہا کہ میں نے مسیح کو دیکھا ہے

ہے"۔ اب اگر ان الفاظ سے اُس کی مراد محض رُوحانی اظہار یا دیدار سے تھی تو اس سے دعوے رسالت کو کچھ تقویت نہ پہنچی کیونکہ اس حالت میں اُس کے مخالف ضرور کہتے کہ اس قسم کے رُوحانی یا ذہنی نظارے اپنے اپنے دماغی خیالات کے مطابق ہر شخص کو نصیب ہو سکتے ہیں۔ پر وہ اُن حقیقی نظاروں کو جو پہلے گیارہ رسولوں کو نصیب ہوئے کب پہنچتے ہیں۔ اب اسی قسم کے حملوں سے اپنے تئیں بچانے کی غرض سے پولوس نے یہ کہا کہ جس طرح دیگر رسولوں نے مسیح کو مردوں میں سے جی اُٹھنے کے بعد دیکھا اُسی طرح میں نے اُس کو دیکھا ہے۔ اُنہوں نے اُسے جسم کے ساتھ دیکھا اُسی طرح میں نے اُس کو جسم کے ساتھ دیکھا ہے۔ زمانہ حال کے نکتہ چیں اُس مشابہت سے جو اُن نظاروں میں پائی جاتی ہے جو پہلے گیارہ رسولوں اور شاگردوں کو اور پھر پولوس کو نصیب ہوئے یہ کام لیتے ہیں کہ پہلے شاگردوں کے نظاروں کو کھینچ کھانچ کر پولوس کے فرضی رُوحانی نظارے کی مانند گردانتے ہیں۔ مگر بیچارا پولوس اپنے دعوے کی مضبوطی اور تقویت کے لئے یہ دکھانا چاہتا تھا کہ زندہ مسیح کا جو دیدار مجھ کو حاصل ہُوا ہے وہ بہر نہج اُسی طرح کا مادی اور فزیکل تھا جیسا وہ جو پطرس اور دیگر شاگردوں کو نصیب ہُوا وہ یہ مانتا تھا کہ ان شاگردوں نے زندہ مسیح کے جسم کو اپنی آنکھ سے دیکھا اور دعوے کرتا

مخالف بات کو اُلٹ دیتے ہیں

تھا کہ اُسی طرح میں نے مجسم مسیح کو دیکھا ہے۔ مگر مسیحی مذہب کے بیشمار مخالف اپنی مطلب برآری کے لئے بات کو بالکل اُلٹ دیتے ہیں۔ قبل ازیں کہ ہم پولوس کے نظارے کو رُوحانی یا ذہنی یا وہمی نظارہ قرار دیں زیبا ہے کہ ہم اُس کے خطوط اور اعمال کی کتاب کا مطالعہ غور و فکر کے ساتھ کریں اور دیکھیں کہ وہ شخص جس نے اپنی گواہی کے لئے اپنی جان دیدی۔ جس کی دماغی قوتیں برقرار تھیں۔ جو علم و فضل سے بہرہ ور تھا وہ اس نظارے کی نسبت کیا کہتا ہے۔

(۲) اور پھر جب ہم دوسرے سوال کی طرف رُخ کرتے اور پوچھتے ہیں کہ اگر مسیح زندہ نہیں ہُوا تھا۔ اگر وہ نظارے جو شاگردوں کو نصیب ہوئے محض ذہنی یا روحانی تھے تو یہ اعتقاد کس طرح پھیل گیا کہ وہ مُردوں میں سے اُسی بدن کے ساتھ جی اُٹھا جس

بدن کے ساتھ مصلوب ہوا؟ تو اس کے جواب میں جو کچھ کہا جاتا ہے۔ وہ بھی تسلی بخش نہیں ہے +

دوسرے سوال کا جواب جو مخالفوں کی طرف سے ملتا ہے ذرا بھی تسلی بخش نہیں

اب جو کچھ اس دوسرے سوال کے جواب میں کہا جاتا ہے اُس کا لب لباب یہ ہے کہ مسیح کے مردوں میں سے جی اُٹھنے کی روایت اس اعتقاد سے پیدا ہوئی۔ کہ مسیح مصلوب ہونے کے بعد فنا نہیں ہوا۔ بلکہ زندہ رہا۔ یعنی مخالف مسیح کے جیتے رہنے کے عقیدے سے اُس کے بدن کے جی اُٹھنے کی روایت پیدا کرتے ہیں اور یہ نہیں مانتے کہ اُس کے بدن کے جی اُٹھنے کے سبب سے اُس کی دائمی حیات کا عقیدہ پیدا ہوا۔ اسی طرح مخالف اُس کے معجزوں کے ساتھ زبردستی کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ یسوع سے معجزے اس واسطے منسوب کئے گئے کہ لوگ اُسے یہودی نبوت کا مسیحا مانتے تھے۔ پر یہ نہیں دیکھتے کہ لوگوں نے اُسے یہودی نبوت کا مسیحا اس لئے مانا کہ اُس نے بڑے بڑے معجزات کر دکھائے۔ اور خود دعوے کیا کہ مجھے میرے کاموں (معجزوں) کے سبب سے قبول کرو۔ یہ بات غور طلب ہے کہ مخالفوں کی باتوں میں آپ ہی اختلاف پایا جاتا ہے مثلاً سٹراس مسیح کے معجزوں کی نسبت تو یہ کہتا ہے کہ یہ معجزے اُس سے اسواسطے منسوب کئے گئے کہ شاگرد اُسے مسیح موعود مانتے تھے۔ یعنی اس اعتقاد سے معجزات پیدا ہوئے نہ کہ معجزات سے اعتقاد پر جب مسیح کے جی اُٹھنے کی طرف رُخ کرتا ہے تو کہتا ہے کہ یہ عقیدہ کبھی پیدا نہ ہوتا۔ اگر کسی نہ کسی طرح کا نظارہ شاگردوں کو حاصل نہ ہوتا پر اُس کے زعم میں جو نظارہ اُن کو نصیب ہوا وہ رویت تھی جو انہیں کے دماغ کی خاص حالت نے اُن کے لئے پیدا کر دی اب اس واقعہ کے بارے میں وہ صاف اقبال کرتا ہے کہ اُن کے کسی پہلے اعتقاد سے جی اُٹھنے کی روایت پیدا نہیں ہوئی۔ بلکہ جی اُٹھنے کے نظاروں نے (خواہ وہ وہمی ہی سہی) اُس کے جی اُٹھنے کی روایت پیدا کی اب ہم دیکھتے ہیں کہ سٹراس ایک جگہ اعتقاد کو ہی معجزات کے پیدا ہونے کی وجہ مانتا ہے۔ اور دوسری جگہ یعنی مسیح کے جی اُٹھنے کے معاملے میں اس ترتیب کو الٹ دیتا ہے اور ماننے لگ جاتا ہے کہ یہ اعتقاد کسی خاص واقعہ سے پیدا ہوا نہ کہ کسی اعتقاد سے اس واقعہ کی روایت پیدا ہوئی۔ ہماری رائے میں اُس کا یہ خیال صحیح ہے۔ اور ہم اُسے تاویل زیر بحث کے جواب میں پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس اعتقاد سے کہ مسیح کی رُوح زندہ ہے مسیح کے بدن کے مردوں میں سے جی اُٹھنے کی روایت

پیدا نہیں ہو سکتی تھی۔ بلکہ یہ لازمی امر تھا کہ مسیح کے جی اُٹھنے کے نظارے پہلے نصیب ہوتے اور پھر یہ بات مشہور ہوتی کہ مسیح مردوں میں سے جی اُٹھا ہے۔ پھر اس بات پر بھی غور کرنا چاہیئے کہ یہ تاویل سب رسُولوں اور شاگردوں کو فریبی بناتی اور جھوٹا ٹھہراتی ہے۔ کیونکہ اس کے ماننے والے کہتے ہیں کہ شاگردوں نے اسواسطے یہ کہا کہ ہم نے مسیح کو دیکھا ہے کہ اُن کے سُننے والے یقین کریں کہ مسیح مَرا نہیں ہؤا۔ بلکہ زندہ ہے کیونکہ اگر وہ ایسا نہ کہتے تو کوئی اُن کی بات کو نہ مانتا۔ پر کیا رسُول اور شاگرد نہیں جانتے تھے کہ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ مسیح مردوں میں سے اپنے اصلی بدن کے ساتھ جی اُٹھا ہے تو سُننے والے وہی مطلب سمجھینگے جو ان لفظوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ وہ ہماری گواہی کی بنا پر یہ ماننے لگ جائینگے کہ جو مسیح مصلوب ہؤا تھا وہی مردوں میں سے جی اُٹھا۔ اگر اُنہوں نے یہ سب باتیں جان کر بڑے زور شور سے یہ منادی کی کہ مسیح مردوں میں سے جی اُٹھا ہے تو دیدہ ودانستہ لوگوں کو دھوکا دیا۔ اس میں اُن کی سچائی۔ اُن کی دینداری۔ اُن کی دیانتداری کہاں رہی ؟ پس ہم اس تاویل کو بھی نہیں مان سکتے۔ کیونکہ یہ بھی مشکلات سے پُر ہے ٭

حقیقی شرح کیا ہے

اب ہم نے دیکھ لیا کہ وہ تاویلیں جو مخالفوں کی طرف سے مسیح کے مردوں سے جی اُٹھنے کی روایت کی تشریح کے لئے پیش کی جاتی ہیں کسی طرح صاف اور مشکلات سے بری نہیں۔ اب ایک ہی اور شرح باقی رہ جاتی ہے اور وہ یہ کہ جیسا انجیلوں میں لکھا ہؤا ہے مسیح اُسی طرح حقیقت میں مردوں سے جی اُٹھا اور اپنے شاگردوں کو دکھائی دیا۔ اب ہم تھوڑی دیر کے لئے اس بات پر غور کرینگے کہ اس شرح کے ثبوت میں عموماً تین دلیلیں پیش کی جا سکتی ہیں ٭

وہ دلائل جو مسیح کے جی اُٹھنے کے ثبوت میں پیش کی جاتی ہیں۔

واضح ہو کہ اس واقعہ کے ثبوت میں عموماً تین دلیلیں پیش کی جا سکتی ہیں ٭

(۱) یہ کہ انجیلوں میں صاف اس قسم کی گواہی موجود ہے کہ مسیح مردوں میں سے جی اُٹھا ٭

(۲) کہ شاگردوں کے مزاج اور اطوار کی تبدیلی اور مسیحی مذہب کے عروج اور ترقی سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح مردوں میں سے جی اُٹھا ٭

(۳) مخالفوں کے مخالفانہ اعتراضوں کی ناکامی سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح مردوں میں سے جی اُٹھا۔ تیسری دلیل کے متعلق اور کچھ نہیں لکھینگے کیونکہ جو کچھ اس کے متعلق ہمیں

رقم کرنا تھا سو ہم کر چکے ہیں ✦

(۱) پہلی دلیل کے متعلق ہم مختصر طور پر یہ دکھائینگے۔ کہ اول تو اس بات کا صاف ثبوت اُن کتابوں میں پایا جاتا ہے جو مسیحی کتابیں کہلاتی ہیں اور دوم یہ ثبوت اُس گواہی سے ہم پہنچتا ہے جو پہلی صدی کے مسیحیوں سے اِن ڈائرکٹ طور پر ہم تک پہنچتی ہے ✦

جن کتابوں کی اصلیت پر بدبین معترضوں نے اعتراض نہیں کیا اُن میں مسیح کے جی اُٹھنے کا بیان درج ہے

ہم اوپر ایک جگہ مسیحی نوشتوں کی اصلیت اور معتبری پر بحث کر چکے ہیں لہٰذا ضرورت نہیں کہ اس جگہ پھر اُسی مضمون پر نسبت کچھ تحریر کیا جائے۔ تاہم اس قدر پھر اس مضمون پر تحریر کرنا خالی از فائدہ نہ ہوگا کہ پولوس رسول کا وہ بیان جو اقرنتیوں کے ۱۵ باب میں قلمبند ہے اُس پر کسی نے غیر اصلی ہونے کا الزام نہیں لگایا۔ یعنی کرٹک (نکتہ چیں) مانتے ہیں کہ یہ مقام پولوس کا لکھا ہُوا ہے۔ اسی طرح مرقس اور لوقا کو رینان جیسے نکتہ چینوں نے قبول کیا۔ چنانچہ رینان مانتا ہے کہ مرقس کی انجیل ایک ایسے شخص کی لکھی ہُوئی ہے جو پطرس کا رفیق تھا اور لوقا کی انجیل کا مصنف پولوس کا ساتھی تھا۔ اور کہ اُسی شخص نے اعمال کی کتاب کو بھی تحریر کیا ہے۔ اسی طرح وہ بحث بھی جو آجکل یوحنا کی انجیل کی تصنیف پر ہو رہی ہے اُس کی اصلیت کی تائید کرتی ہے۔ البتہ متی کی انجیل کی نسبت اس بات پر بحث ہے کہ وہ کس طرح عبرانی اور یونانی دونوں زبانوں میں جُدا جُدا مروج ہوئی مگر اس بحث سے کلیسیائی روایت کو ضعف نہیں پہنچا۔ بلکہ فائدہ ہی ہُوا ہے۔ چنانچہ سٹراس جیسے مخالف نے اس انجیل کی نسبت یہ رائے دی ہے کہ اس سے مسیح کی زندگی کا کافی پتہ لگ سکتا ہے اور مکاشفات کا حال یہ ہے کہ جو یوحنا کی دیگر کتابوں پر حملہ کرتے ہیں وہ اُس کو اُس کی تصنیف قبول کرتے اور مانتے ہیں کہ وہ یروشلم کی تباہی سے پہلے تحریر کی گئی تھی ✦

نئے عہد نامے میں جگہ جگہ اس کی خبر ملتی ہے

نئے عہد نامہ میں جابجا مسیح کے مُردوں میں سے جی اُٹھنے کی طرف اشارا پایا جاتا ہے اور اگر آپ اسبات کو تحقیق کرنا چاہیں تو آپ کنکارڈنس (کلید الکلام) لیکر اُن مقامات کو نکالیں جہاں مسیح کے مُردوں میں سے جی اُٹھنے کا ذکر پایا جاتا ہے۔ اگر آپ ایسا کریں۔ تو آپ دیکھینگے کہ رسُول یا مصنف بہت سے مقاموں میں اسبات کا ذکر اس لئے نہیں کرتے کہ لوگوں کو یہ خبر دیں کہ مسیح مُردوں میں سے جی اُٹھا ہے بلکہ وہ تعلیموں یا سلوں یا فرضوں کا ذکر کرتے ہوئے اس واقعہ کا ذکر کر جاتے ہیں کیونکہ اس کا تعلق اُن تعلیمات یا مسائل سے ہوتا ہے جن پر وہ اُس جگہ لکھ رہے ہیں۔ مسیح کا مُردوں میں سے جی اُٹھنا مسیحی مذہب کی

تعلیمات اور مسیحی زندگی سے ایسا گہرا تعلق رکھتا ہے کہ بات بات پر اُس کی طرف اشارہ کرنا ضروری
معلوم ہوتا ہے مگر ہم یہاں ایسے مقاموں میں گھسنا نہیں چاہتے۔ پس اس جگہ ہم فقط اُنہیں مقاموں
پر اکتفا کرینگے۔ جن میں مسیح کے زندہ ہونے اور رسولوں کو نظر آنے کا ذکر پایا جاتا ہے ۔

کتنی دفعہ مسیح نظر آیا

دس دفعہ انجیلوں میں جی اُٹھنے کے بعد مسیح کے ظاہر ہونے کا ذکر آتا ہے۔ پانچ
دفعہ وہ اُس دن دکھائی دیا جس دن مردوں میں سے جی اُٹھا اور پانچ دفعہ اُس دن کے بعد اور
عروج سے پہلے نظر آیا۔ اور پھر صعود کے بعد ایک دفعہ پولوس کو نظر آیا اور ایک دفعہ بعض
کے خیال کے مطابق یوحنا رسول کو جزیرہ پتمس میں دکھائی دیا (دیکھو متی ۲۸: ۸-۲۰ مرقس
۱۶: ۱-۸ لوقا ۲۴: ۱-۵۱ یوحنا ۲۰: ۱-۲۹ و ۲۱: ۱-۲۵ + ۱ کرنتھی ۱۵: ۵-۹ مکاشفات
۱: ۹-۱۸)۔ اب ان تمام مقاموں کے مطالعہ سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ اُس کا جی اُٹھنا ایک
حقیقی واقعہ تھا۔ اس عرصہ میں وہ اپنے شاگردوں کو دکھائی دیا۔ ایک مرتبہ پولوس کے قول
کے مطابق دیکھنے والوں کا شمار قریب پانچ سو کے تھا۔ وہ اُن سے گفتگو کرتا رہا۔ اور اُن کے
ساتھ کھایا پیا۔ اپنے زخموں کے نشان انہیں دکھائے۔ اور اُن کو رسولی خدمت بجا لانے یعنی
تمام دنیا میں انجیل سنانے کا حکم دیا اور اپنی دائمی حضوری کے وعدے سے اُن کی تسلی و تشفی
کی اور حوصلہ بڑھایا ۔

بیانوں کی ظاہری ناموافقت سے یہ ظاہر نہیں ہے کہ یہ واقعہ درست نہیں ہے

ان مقاموں کی نسبت دو تین باتوں کا ذکر کرنا بہت
ضروری معلوم ہوتا ہے اُن میں سے ایک یہ ہے کہ
مخالفوں نے اکثر اوقات اُن وہمی اختلافوں پر بڑا حملہ کیا ہے جو مسیح کے جی اُٹھنے کے بیانات
میں اُن کو نظر آتے ہیں ہم اس کی نسبت یہ عرض کرتے ہیں کہ جو بات ہمارے مخالفوں کو ہماری
کمزوری کا باعث معلوم ہوتی ہے وہی ہمارے زور کا سبب ہے۔ اگر انجیل نویس ایک ایک
گوشے اور نقطہ میں موافقت ظاہر کرتے تو ہم کو سازش کا شک گذرتا اور ہم اُن کی گواہی کے
قبول کرنے میں شش و پنج کرتے۔ مگر اُن کی تحریر اس قسم کی موافقت کے داغ سے مبرا ہے
اُن کے ایک ایک لفظ سے سچائی اور دیانتداری ٹپکتی ہیں۔ اگر آپ یہ دریافت کرنا چاہتے
ہیں کہ کیا واقعی مختلف انجیلوں کے مختلف بیانوں میں حقیقی اختلاف پایا جاتا ہے تو یہ کام مشکل نہیں
تطبیق اناجیل کا ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کہ جو الزام لگایا جاتا ہے وہ صحیح ہے یا غلط آپ
دیکھینگے کہ تخالف کی جگہ اُن کے بیانوں میں پورے درجہ کا اتحاد موجود ہے۔ پھر بعضوں نے

کیا وقت کافی نہ تھا

یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ جتنا وقت ان نظاروں کو دیا جاتا ہے وہ ان کے ظاہر ہونے کے لئے کافی نہ تھا۔ پس یہ سچے نظارے نہیں۔ ہم کہتے ہیں کیا چالیس دن اُن نظاروں کے لئے کافی نہ تھے؟

ایک اور اعتراض یہ ہے کہ کیوں مسیح اپنے جی اُٹھنے کے بعد سب یہودیوں اور بت پرستوں کو نظر نہ آیا؟ کیا یہ بہتر نہ ہوتا کہ وہ سب کو دکھائی دے کر ثابت کرتا۔ کہ میں مردوں میں سے جی اُٹھا ہوں؟

مسیح جی اُٹھنے کے بعد یہودیوں اور غیر قوموں کو کیوں نظر نہ آیا؟

ہم اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ یہ نظارے صرف انہیں نصیب ہو سکتے تھے جو ان کے قبول کرنے کے لئے تیار تھے۔ گو شاگردوں نے پہلے پہل ایسا ظاہر کیا کہ گویا وہ شک میں ہیں۔ مگر در حقیقت اُن کے دل ہر طرح کی مخالفت اور بغاوت سے آزاد تھے۔ لہٰذا وہ اُسے قبول کرنے کو تیار تھے۔ پر اگر وہ یہودیوں کو نظر آتا تو کیا نتیجہ ہوتا؟ یہ کہ وہ اُسے پھر صلیب دینے کے لئے تیار ہو جاتے یا کسی اور طرح کا بہتان اُس پر یا اُس کے شاگردوں پر باندھتے اور اگر یہ کہا جائے کہ لازم تھا کہ وہ جی اُٹھنے کے بعد اپنی قدرت سے اُن کی مخالفت کو مغلوب کرتا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اُسے یہ منظور ہوتا کہ لوگوں کو ایمان لانے پر مجبور کرے تو وہ پہلے ہی مصلوب کیوں ہوتا؟ یا آسمان ہی سے کیوں آتا؟ یاد رہے کہ وہ ایمان جو جبر سے پیدا ہوتا ہے وہ اخلاقی عالم میں کچھ وقعت نہیں رکھتا۔ پس خداوند کو یہ منظور تھا۔ کہ پہلے اُس کے شاگرد اُسے دیکھیں اور اُس کے جی اُٹھنے کی منادی کریں۔ اور پھر اُن کی منادی کے وسیلے سے دنیا اُس پر ایمان لائے اور یہ سیکھے کہ وہ فی الحقیقت مردوں میں سے جی اُٹھا ہے اور کیا اُس کا یہ ارادہ یا فیصلہ مایوسی میں مبتلا ہُوا؟ لاکھا بنی آدم آج اُنہیں شاگردوں کی منادی کے سبب اس بات کو دل و جان سے مانتے ہیں کہ مسیح مردوں میں سے جی اُٹھا اور ہماری سفارش کے لئے ہمیشہ جیتا ہے۔

مسیح کا بدن جی اُٹھنے کے بعد روحانی تھا

علاوہ ان باتوں کے ایک اور بات غور کے لائق ہے اور وہ یہ کہ بعض یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ ان بیانوں کے پڑھنے سے کہیں تو ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح کا بدن نکل مادی تھا اور کہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ مادے کے قیود سے بالکل آزاد تھا۔ یعنی کہیں دروازے بند ہیں۔ اور وہ مکان کے بھیتر چلا آتا ہے۔ اور کہیں وہ اپنے ہاتھ پاؤں اور پسلی اپنے شاگردوں کو دکھاتا ہے۔ کیا ان باتوں میں اختلاف نہیں پایا جاتا؟ ہم اس کے جواب میں پہلے تو یہ کہتے

ہیں۔ کہ یہ ظاہری اختلاف انجیلی بیانوں کی سچائی کو ظاہر کرتا ہے۔ کیونکہ اگر زندہ مسیح کے بدن کے نظارے حقیقت میں ایسے نہ ہوتے جیسے کہ رقم ہیں۔ تو لکھنے والے کبھی یہ اختلاف اپنے بیان میں آنے نہ دیتے۔ بلکہ وہ اُس کے بدن کو ایسے جلال کے ساتھ پیش کرتے جیسا کہ اُنہوں نے اُس کی صورت کے تبدیل ہونے کے وقت دیکھا تھا اور پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اُس کا مبارک بدن اب رُوحانی ہوگیا تھا۔ جسم اور مادے کی تمام قیدیں دور ہوگئی تھیں۔ اور پھر یہ بھی یاد رہے۔ کہ اُس کا مبارک بدن اس بات کی علامت بلکہ ثبوت ہے کہ ہمارے بدن بھی اُسی کی مانند ہو جائینگے۔ اگر جی اُٹھنے کے بعد بھی وہی نقص ہمیں ستاتے ہیں۔ جواب وبال جان ہو رہے ہیں تو ہمیں کیا فائدہ؟ مسیح کا رُوحانی بدن ظاہر کرتا ہے کہ ہمارے بدن جیسے ہونگے وہ تھا اور جلال اور قدرت اور پاکیزگی سے آراستہ ہونگے ✣

اب ہم اُس گواہی کا جو چشم دید گواہوں سے ملتی ہے ذکر کر چکے۔ اور جو مشکلات اُن کے بیانوں سے وابستہ ہیں اُن کا حل بھی کسی قدر پیش کر دیا گیا ہے۔ اب یہ دکھائینگے کہ اُس زمانہ کے تمام مسیحی اس واقعہ کو سچا واقعہ جانتے تھے۔ یہ خیال گو عینی شہادت کی جگہ نہیں رکھتا تاہم اس سے رسُولوں کی گواہی کو بڑی تقویت پہنچتی ہے ✣

کلیسیائے عامہ کی گواہی جو لوگ اُس زمانہ میں موجود تھے وہ اس واقعہ کی سچائی یا جھوٹ کو بخوبی دریافت کر سکتے تھے۔ اگر اُن کے پاس کافی وجوہات رسُولوں کی بات کو راست ماننے کے لئے نہ ہوتیں تو وہ کبھی مسیح پر ایمان نہ لاتے۔ آپ جانتے ہیں۔ کہ مسیح کا مصلوب ہونا اور پھر جی اُٹھنا رسُولوں کی منادی کا لب لباب تھا۔ سو اگر کوئی شخص اس واقعہ کو نادرست سمجھ کر رد کر دیتا تو وہ مسیح کے سچے پیروؤں میں شامل نہ ہو سکتا۔ وہ مسیحی نہیں گردانا جا سکتا تھا۔ پر اگر اُن لوگوں کو مسیح کے جی اُٹھنے کے کافی ثبوت نہ ملتے تو وہ کب اپنے مذہبوں کو چھوڑ کر مصلوب مسیح کی پیروی کرتے؟ کب یہودی اور بت پرست اپنے دینوں کو چھوڑ کر اُس شخص کو اپنا نجات دہندہ قبول کرتے جو بڑی ذلت اور خواری کے ساتھ صلیب پر لٹکایا گیا؟ لیکن تاریخ کیا بتاتی ہے؟ وہ یہ بتاتی ہے۔ کہ ایک دو نہیں۔ بلکہ سینکڑوں اور ہزاروں لوگ ایسے تھے۔ جو مسیح کی نسبت یہ مانتے تھے کہ وہ مُردوں میں سے جی اُٹھا ہے ✣

کلام الٰہی ہزارہا لوگوں کو ہمارے سامنے لاتا ہے جنہوں نے پنتکوست کے وقت مسیح

کو قبول کیا۔ اور اگر آپ پطرس کی تقریر کو جو اُس نے اس موقعہ پر کی پڑھیں تو آپ دیکھینگے کہ اُس نے اسی بات کی منادی کی کہ مسیح مارا گیا اور پھر مردوں میں سے زندہ ہُوا۔ اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کہ یہ عقیدہ اُن لوگوں کے درمیان رفتہ رفتہ برپا نہیں ہُوا تھا۔ بلکہ شروع سے چلا آیا تھا۔ اور اس کا ایک ثبوت یہ ہے۔ کہ جس دن مسیح مردوں میں سے زندہ ہُوا۔ مسیحی کلیسیا نے اُسی دن کو سبت کی جگہ مقدس ماننا شروع کر دیا۔ تاکہ اُس کے مردوں میں سے زندہ ہونے کا نادر واقعہ ہمیشہ یاد رہے۔ پلینی جو ایک غیر قوم مورخ ہے کہتا ہے کہ عیسائی اسی دن مسیح کی مدح میں جسے وہ خدا سمجھتے ہیں فراہم ہو کر گیت گایا کرتے ہیں۔ اسی طرح سیلس بھی جو مسیحی مذہب کا مخالف تھا۔ اسبات پر گواہی دیتا ہے۔ کہ تمام مسیحی اسبات کو مانتے ہیں کہ مسیح مردوں میں سے جی اُٹھا ہے۔ اب ان باتوں سے کیا ظاہر ہوتا ہے؟ یہ کہ ان ہزارہا لوگوں کو جنہوں نے مسیح کو قبول کیا کافی ثبوت مل گئے تھے۔ کہ وہ حقیقت میں مردوں میں سے زندہ ہو گیا ہے۔ ورنہ وہ اُس پر کبھی ایمان نہ لاتے +

(۲) دوسری دلیل جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا یہ ہے کہ شاگردوں (اور رسولوں) کی تبدیلی سے اور مسیحی مذہب کے عروج پانے سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح مردوں میں سے جی اُٹھا

شاگردوں کی تبدیلی دلیری میں

پہلے شاگردوں اور رسولوں کی تبدیلی دیکھیے ہم اوپر ایک جگہ دکھلا چکے ہیں مسیح کے مصلوب ہونے کے وقت شاگردوں کی کیا حالت تھی۔ اُن کے حوصلے پست ہو گئے تھے چنانچہ جس وقت مخالفوں نے مسیح کو پکڑا اُس وقت وہ سب اُس کو چھوڑ کر چلے گئے پطرس نے تین بار اُس کا انکار کیا وغیرہ۔ یہ باتیں مشتے نمونہ از خروارے کا کام دیتی ہیں اور ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب مسیح مصلوب ہُوا اس وقت یہ لوگ بھی اپنی اُمیدوں کا فاتحہ پڑھ بیٹھے اُن کو اُس وقت ہرگز ہرگز یہ آس نہ تھی۔ کہ ہماری امیدوں کا کملایا ہُوا پھول پھر بھی کبھی کھلیگا۔ گلیل کے مچھوے جو نہ زر رکھتے تھے اور نہ خاندانی فخر۔ جو نہ علم رکھتے تھے۔ اور نہ کسی طرح کا رتبہ کب یہ جرأت کر سکتے تھے۔ کہ یہودی سرداروں اور رومی حاکموں سے بے خوف ہو کر انجیل کی منادی کریں؟ ہم اوپر ایک جگہ دیکھ آئے ہیں کہ وہ تو مخالفوں کے ڈر کے مارے اپنے مکانوں کے دروازے بند رکھتے تھے۔ لیکن تھوڑے ہی دن کے بعد اُن میں ایسی تبدیلی آجاتی ہے کہ وہ اپنے اُستاد کے لئے جان دینے کو تیار ہو جاتے

ہیں۔ چنانچہ وہ بڑی جماعتوں کے سامنے مسیح کے نام پر گواہی دینے سے نہیں ڈرتے۔ وہ کوڑوں اور قید خانوں اور زنجیروں سے خائف نہیں ہوتے اور کئی ان میں سے اپنے خداوند کی طرح صلیبی موت تک وفادار رہتے ہیں۔ پطرس کو دیکھو کہ وہ کس دلیری اور شجاعت کے ساتھ پنتکوست کے روز ہزارہا لوگوں کے مجمعے کے سامنے اپنے خداوند کے نام پر گواہی دیتا اور یہودیوں کو اُن کے گناہ سے ملزم ٹھیراتا رہا ہے پر یہ وہی پطرس ہے جس نے چند دن ہوئے تین دفعہ مسیح کا انکار کیا تھا۔ اب یہی پطرس اور یوحنا کوڑے کھاتے دھمکائے جاتے۔ قید خانہ میں نظر بند رہتے۔ مگر ایک دم کے لئے اپنے خداوند کا اور اُس سچائی کا جو اُس میں ظاہر ہوئی انکار نہیں کرتے۔ بلکہ جو تکلیفیں اُس کے نام سے اُن پر حادث ہوتی ہیں اُنہیں اپنا فخر سمجھتے ہیں۔ یہی حال دیگر رسولوں کا تھا۔ اب

اور یہ ثبوت ہے مسیح کے جی اُٹھنے کا

یہ ماننا پڑتا ہے۔ کہ اس عجیب تبدیلی کی ضرور کوئی نہ کوئی معقول وجہ ہونی چاہئے۔ ورنہ کب ایسے قلیل عرصہ میں ایسی نادر تبدیلی وقوع میں آسکتی تھی ؟

پھر مسیحی بادشاہت کی رُوحانی حقیقت کے سمجھنے میں اُن کے خیالات کا تبدیل ہونا

علاوہ بریں یہ بات بھی غور طلب ہے کہ اسی قلیل عرصہ میں اُن کے اعتقادات میں بھی عجیب تبدیلی پیدا ہوئی۔ وہ جب مسیح کے پاس آئے اُس وقت اپنے ہم قوم یہودیوں کی طرح یہ مانتے تھے کہ مسیح آکر اس دنیا میں عجیب شان وشوکت کی بادشاہی قائم کریگا اور یہ خیال اُن کے دلوں میں ایسا جاگیر تھا کہ اُس کے مصلوب ہونے بلکہ جی اُٹھنے کے بعد تک بدستور قائم رہا۔ مگر جب اُس کے اُٹھنے کے بعد اُس کی رُوح پاک کے وسیلے اُن کو اس امر میں ہدایت ہوئی۔ تو اُنہوں نے خداوند مسیح کی بادشاہت کی روحانی خاصیت کو پہچانا اور دنیوی شان وشوکت اور کروفر کا خیال بالکل

یہ بھی اُس کے جی اُٹھنے کا ثبوت ہے

کافور ہوگیا۔ کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اگر مسیح زندہ نہ ہوتا کہ اگر مسیح زندہ نہ ہوا ہوتا۔ اگر رُوح القدس کو زندہ مسیح نے نہ بھیجا ہوتا تو یہ تبدیلی کبھی پیدا نہ ہوتی ؟

مسیحی مذہب کا پھیلنا مسیح کے جی اُٹھنے کا ثبوت ہے

پھر یہ بات بھی نظر انداز نہیں کرنی چاہئے۔ کہ مسیحی مذہب چند سال کے عرصہ میں جابجا پھیل گیا۔ مسیحی علماء اس بات کو مسیح کے جی اُٹھنے کے متعلق سب سے بڑی دلیل مانتے ہیں اور اُن کا یہ دعوےٰ صحیح بھی ہے کیونکہ

حالت کے بے برگ و بے پر بڑھئی کی ذلیل موت کے بعد درخشتی باقی تھی جو اُس کے مُردہ دعووں کو از سرِ نو زندہ کرتی اور اُس کے مذہب کو جو اُس کی صلیب کے ساتھ ایک طرح ملکِ عدم میں جا پہنچا تھا۔ پھر ہستی کی صورت دکھاتی ؟ البتہ مسیح کی تعلیم اپنی پاکیزگی اور معانی کی گہرائی کے سبب لاثانی ہے۔ واقعی وہ ایک بے نظیر اُستاد تھا۔ مگر یہ بات کبھی نہیں بھولنی چاہئے۔ کہ وہ اپنی تعلیم کا آپ ہی مرکز تھا۔ اُس کی تعلیم اور اُستادوں کی طرح اُس سے جدا نہ تھی۔ بلکہ اُس کے کلام میں جہاں معانی زیادہ گہرے ہیں۔ جہاں خیال عقاب کی طرح آسمان پر بلند پروازی کرتا ہے۔ جہاں اُس کے نقطوں سے زیادہ نور کی شعاعیں نکلتی ہیں وہاں وہ خود ایسے طور پر اُن باتوں میں ملا ہُوا ہے کہ اگر ہم اُس کو نکال دیں تو پھر وہ صداقتیں بھی بے جان ہو جاتی ہیں۔ اب ہمارا مطلب اس سے یہ ہے کہ اگر ایسا شخص جو یہ دعوے کرتا ہے کہ میں دنیا کا نور ہوں میں قیامت اور زندگی ہوں۔ میں اس دنیا میں ایک بادشاہت قائم کرنے آیا ہوں۔ میں اور باپ ایک ہیں مجھ سے جدا تم کچھ نہیں کر سکتے۔ میرے پاس آؤ۔ کہ میں تم کو آرام دونگا۔ کوئی میرے بغیر باپ کے پاس آ نہیں سکتا۔ ہاں اگر ایسا شخص جو اپنی نسبت ایسا زور دیتا ہے ذلت کے ساتھ مرے اور مرتے وقت کوئی ایسے ظاہری نتائج اپنے پیچھے نہ چھوڑے جو اُس کے دعووں کی سچائی پر شہادت دیں تو اُس کا مذہب اور اُس کی تعلیم بھی اُس کی موت کے ساتھ فنا ہو جائینگے اور سوائے اس کے کہ وہ جھوٹا اور فریب خوردہ سمجھا جائے اور کچھ اُس کے حق میں کہا جائیگا اور مسیح کا حال بھی یہی ہوتا اگر وہ مُردوں میں سے زندہ ہو کر یہ ظاہر نہ کرتا کہ جو دعوے میں نے کئے ہیں میں اُن کو پورا کرنے کی قدرت رکھتا ہوں کیونکہ میں زندہ ہوں۔ ہاں اگر وہ زندہ ظاہر ہو کر اپنی قدرت کو منکشف نہ فرماتا اور اپنی حضوری کی برکتوں کا وعدہ اپنے دل شکستہ اور غریب شاگردوں سے نہ کرتا تو اُن میں وہ جوش پیدا نہ ہوتا جس نے تمام دنیا کو تہ و بالا کر دیا۔ اسی طرح اگر وہ زندہ ہو کر اپنی روح پاک کو نہ بھیجتا اور اُن ان پڑھ شاگردوں کو لمعاتِ حقائق اور انوارِ معارف سے روشن نہ فرماتا تو ہمیں کب وہ معرفت کے خزانے نصیب ہوتے جو انجیلوں اور اعمال اور خطوں اور مکاشفات کی کتابوں میں موجود ہیں اگر وہ زندہ ہو کر اُن کو یہ حکم نہ دیتا کہ تمام دنیا میں جا کر انجیل کی منادی کرو اور میں دنیا کے آخر تک تمہارے ساتھ ہوں تو کہ اُن میں وہ مشنری روح پیدا ہوتی جس کے طفیل سے انہوں نے تمام دنیا میں انجیل کی خوشخبری سُنانے کا بیڑا اُٹھایا۔ اور کب مسیحی مذہب میں وہ پھل لگتے جن کے سبب سے وہ اب ایک شجرِ پُر ثمر کی طرح لہلہاتا

اور لدا ہُوا دکھائی دیتا ہے؟ ہم بخوفِ طوالت اس بات پر زیادہ تحریر نہیں کر سکتے۔ بس اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ جو لوگ مسیحی مذہب کی ابتدائی مشنری ترقی پر غور کرتے ہیں اور پہلے شاگردوں اور رسُولوں کی عجیب تبدیلی اور اُن کے رُوحانی علم کا انصاف سے موازنہ کرتے ہیں وہ اسبات کے قائل ہو جاتے ہیں کہ سوائے مسیح کے جی اُٹھنے کے اور کوئی واقعہ مسیحی مذہب کو زندہ نہیں کر سکتا تھا۔ اور نہ اُس کو دنیا کے ہر کونہ اور گوشے میں پہنچا سکتا تھا۔

مسیحی مذہب کا وجود اور اس کی تعلیمیں مسیح کے جی اُٹھنے کا ثبوت ہیں

اس کے ساتھ ہی ہم ایک اور بات کا ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ اور وہ یہ کہ مسیح کا مردوں میں سے جی اُٹھنا مسیحی مذہب کی جان ہے پس اگر یہ واقعہ مسیحی مذہب سے نکالا جائے تو مسیحی مذہب وہ مذہب نہیں رہتا جو نئے عہد نامہ میں سکھایا گیا ہے اور جس کی منادی رسُول کیا کرتے تھے۔ مطلب اس سے یہ ہے۔ کہ اگر مسیح زندہ نہ ہوتا تو مسیحی مذہب پیدا ہی نہ ہوتا۔ اس بات کی طرف ہم آگے ایک آدھ جگہ اشارہ کر آئے ہیں مگر یہاں کسی قدر تشریح کے ساتھ دکھانا چاہتے ہیں کہ مسیحی مذہب کے بانی کا زندہ ہونا اُس کے رگ و ریشہ میں ملا ہُوا ہے بہت لوگ ہیں جو یہ خیال کرتے ہیں کہ مسیح کے بدن کے قبر میں سے جی اُٹھنے کی کوئی اخلاقی ضرورت نہ تھی۔ اُن کے نزدیک یہ ماننا کافی ہے کہ مسیح کی رُوح زندہ ہے جو اُس کی کلیسیا کو تازگی بخشتی ہے۔ اُس کا بے داغ نمونہ زندہ ہے جو لوگوں کو اس دنیا میں زندگی بسر کرنے کا سبق دیتا ہے۔ اُس کی تعلیم زندہ ہے۔ لہٰذا جو شعاعیں اِن نورانی مرکزوں سے نکلتی ہیں وہ دنیا کے لئے کافی و وافی ہیں۔ پس اُس کے جسم کے جی اُٹھنے کی منجنی سے تعلیم کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ مگر یہ حضرات اسبات کو بھول جاتے ہیں کہ مسیح دنیا کا نجات دہندہ ہونے کا دعوےٰ کرتا ہے۔ اور نجات کے معاملے میں اس کا مردوں میں سے جی اُٹھنا ایک ضروری امر ہے۔ چنانچہ پولوس رسُول فرماتا ہے۔ "اگر مسیح نہیں جلایا گیا تو تمہارا ایمان بے فائدہ ہے اور تم اب تک اپنے گناہوں میں گرفتار ہو"۔ (۱ قرنتی ۱۵: ۱۷)۔

مسیح کا معجزانہ طور پر پیدا ہونا۔ اُس کا بے گناہ زندگی بسر کرنا۔ اُس کا لوگوں کے گناہوں کے لئے مارا جانا۔ اُس کا جی اُٹھنا اور آسمان پر چڑھ جانا اور رُوح پاک کو پنتکوست کے دن نازل فرمانا اور اپنے بندوں کی سفارش کے لئے ہمیشہ تک جیتا وہ صداقتیں ہیں جو انسان کی نجات کے لئے اشد ضروری بتائی گئی ہیں۔ اگر ہم ان میں سے کسی بات کو بھی دور

کردیں۔ تو مسیحی نجات کی کل عمارت مسمار ہو جائیگی۔ اب دیکھئے کہ مسیح کا مردوں میں سے جی اُٹھنا باقی صداقتوں کے ساتھ کیسا گہرا تعلق رکھتا ہے ❖

مسیح کا دعوےٰ کہ میں خدا کا بیٹا ہوں مسیح کی بعثت سے ثابت ہوتا ہے

مسیح نے دعوےٰ کیا کہ میں خدا کا بیٹا ہوں اور انجیل کے بیانوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ایسے معنی میں اپنے تئیں خدا کا بیٹا بتاتا ہے کہ اور کوئی مخلوق یا البشر یا فرشتہ اُس معنی میں اسکا بیٹا نہیں سمجھا جا سکتا۔ وہ اکلوتا بیٹا ہونے کا دعوےٰ کرتا تھا اور نہ صرف عام لوگوں کے سامنے اور تمام موقعوں پر۔ بلکہ جب سردار کاہن اور شرکائے سنہدرم کے سامنے اُس سے ایک طرح حلفاً پوچھا گیا۔ کہ کیا تو جیسا دعوےٰ کرتا ہے واقعی حق تعالےٰ کا بیٹا ہے تو اُس نے ہر طرح کے خوف سے آزاد ہو کر اس سوال کا جواب اثبات میں دیا۔ اور اس کے ثبوت میں یہ بات پیش کی کہ جب میں مردوں میں سے جی اُٹھونگا تو میرا اور باپ کا باہمی رشتہ ثابت ہو جائیگا۔ اور پولس رسول رومیوں کے خط کے پہلے ہی باب میں اس دعوے کے ثبوت میں اُس کی بعثت پیش کرتا ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے کہ مسیح پاکیزگی کے اعتبار سے مردوں میں سے جی اُٹھنے کے سبب قدرت کے ساتھ خدا کا بیٹا ثابت ہوا" (رومی ۱: ۴) اب اگر وہ مردوں میں سے زندہ نہ ہوتا تو اُس کی الوہیت کبھی ثابت نہ ہوتی بلکہ اُس کی انسانیت پر بھی داغ آتا کیونکہ اُس کی وہ نبوتیں جو اُس نے اپنے جی اُٹھنے کے بارے میں بیان فرمائی تھیں جھوٹی ثابت ہوتیں۔ اور اُس کی نبوی نگاہ میں نقص پایا جاتا اور اُس کی کسی بات کا اعتبار نہ ہو سکتا۔ پر اصل بات یہ ہے کہ اگر وہ خدا کا بیٹا نہ تھا تو محض ایک معلم یا نا سمجھ تھا۔ نجات دہندہ نہ تھا۔ کیونکہ کوئی انسان نجات نہیں دے سکتا۔ یہ کام خدا کا ہے۔ پر ہم کس طرح جانیں کہ فلاں شخص جو الوہیت کا دعوےٰ کرتا ہے وہ جو کچھ کہتا ہے صحیح کہتا ہے۔ اس دعوے کو پایہ ثبوت تک پہنچانے کے لئے الٰہی قدرت کے ایسے اظہار کی ضرورت ہے جو انسان کی قدرت سے بعید ہو۔ اب وہ مطلوبہ اظہار ہم کو مسیح کے مردوں میں سے جی اُٹھنے میں ملتا ہے۔ اور نئے عہد نامہ کے مصنف اُسے اُس کی الوہیت کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں ❖

مسیح کے کفارے کی مقبولیت اس سے ثابت ہوتی ہے

پھر انجیل دعوےٰ کرتی ہے کہ مسیح کا کفارہ انسان کی نجات کے لئے ضروری ہے۔ وہ بتاتی ہے کہ مسیح اس دنیا میں اسلئے آیا کہ اپنی جان دیکر ہمیں گناہ کی سزا اور طاقت سے نجات دے۔ جب وہ صلیب پر تھا اُس نے کہا "پورا ہوا" جس سے یہ مطلب تھا کہ انسان کی نجات کا کام جہاں تک اُس کا تعلق میرے کفارے سے

رگ و ریشے میں گھسا ہُوا ہے۔ اس کے بغیر مسیحی مذہب کچھ بھی نہیں رہتا۔ اور اسی واسطے مخالفوں نے اس پتھر کو جو گویا کونے کا سرا ہے ہلانے کی کوشش کی ہے۔ مگر ہمیں یقین ہے کہ ان چند سطور کے پڑھنے سے ناظرین پر ثابت ہو گیا ہوگا۔ کہ جو گواہیاں و دلیلیں اس واقعہ کی صداقت کے ثبوت میں پیش کی جاتی ہیں وہ اُن گواہوں اور دلیلوں سے کسی طرح کم یا کمزور نہیں جو تواریخی واقعات کے ثبوت میں اکثر پیش کی جاتی ہیں۔ بلکہ اُن سے کہیں زور آور ہیں ۔

آخری التماس اب آخر میں ہماری منت ہے کہ کیا وہ جس نے معجزات دکھا کر اپنے تئیں قادر نجات دہندہ ثابت کیا۔ جس نے مردوں میں سے زندہ ہو کر دکھا دیا کہ میں زندگی اور جلال کا سرچشمہ ہوں۔ اس لائق نہیں کہ ہم اُس پر ایمان لائیں ؟ ہاں اُس نے یہ سب کچھ اسی واسطے کیا کہ ہم اُس کا دامن پکڑیں اور ہمیشہ کی زندگی کے وارث ہوں۔ "پیارو" یہ (باتیں) اسی لئے لکھی گئی ہیں۔ کہ تم ایمان لاؤ۔ کہ یسوع ہی خدا کا بیٹا مسیح ہے اور ایمان لا کر اُسکے نام میں زندگی پاؤ"۔ آمین ۔